بچپن سے جوانی تک زندگی گزارنے کے سنہرے اُصول

اسلامی تعلیم و تربیّت

تالیف

فضیلۃ الشیخ عبدالوہاب حجازی

تقدیم

ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری

تخریج

حافظ محمّد ارشاد

تصحیح و نظر ثانی

عبداللہ یوسف ذہبی

مکتبہ اسلامیہ

Marfat.com

بچپن سے جوانی تک زندگی گزارنے کے سنہرے اُصول

اسلامی تعلیم وتربیت

تالیف

فضیلۃ الشیخ عبدالوہاب حجازی

تقدیم

ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری

تخریج

حافظ محمد ارشاد

تصحیح ونظرِ ثانی

عبداللہ یوسف ذہبی

مکتبہ اسلامیہ

Marfat.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

©

ناشر ---------- محمد سرور عاصم

اشاعت ---------- 2014ء

مطبع
مکتبہ اسلامیہ پرنٹنگ پریس لاہور
0300-8661763

ملنے کا پتا

مکتبہ اسلامیہ

لاہور غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور
042-37244973 - 37232369

فیصل آباد بیسمنٹ سمٹ بینک بالمقابل شیل پٹرول پمپ کوتوالی روڈ، فیصل آباد
041-2631204 - 2641204

Email: maktabaislamiapk@gmail.com, Visit on Facebook page: maktabaislamiapk

Marfat.com

فہرست مضامین

- عرضِ ناشر ---------- 10
- تقدیم ---------- 12

فصل اول

مدرسے سے پہلے کا دور...... ولادت سے پانچ سال تک

- تربیت کا مفہوم ---------- 22
- والدین اور تربیت ---------- 23
- فطرت کا تعاون ---------- 24
- محبت کی دور رس تاثیر ---------- 24
- نوزائیدہ بچہ اور مربی ---------- 29
- اس اصول کے فوائد ---------- 30
- کھجور چبا کر منہ میں دینا ---------- 31
- بچے کا سر منڈوانا ---------- 32
- اس اصول کے فوائد ---------- 32
- بچے کا نام ---------- 33
- پسندیدہ نام ---------- 34
- ناپسندیدہ نام ---------- 35
- گھر ایک تربیت گاہ ---------- 39
- پرسکون ماحول ---------- 41

Marfat.com

❀ اقرباء کے خوشگوار تعلقات ---------- 44
❀ تربیت میں پیار کی تاثیر ---------- 49
۞ جسمانی تربیت ---------- 53
❀ اصول حفظانِ صحت ---------- 53
❀ خوشگوار آب وہوا ---------- 54
❀ کھانے پینے کے اصول ---------- 56
❀ پابندیٔ غسل ---------- 61
❀ نظافت وصفائی کی پابندی ---------- 62
❀ نیند ---------- 65
❀ حفظان چشم ---------- 69
❀ کھیل کود ---------- 70
❀ روشنی ---------- 72
❀ چھینک اور جمائی ---------- 75
❀ مسواک ---------- 77
❀ موزوں غذا ---------- 78
❀ بیماریوں سے حفاظت ---------- 82
❀ لباس ---------- 84
❀ فرحت وشادمانی ---------- 88
۞ ایمانی، اخلاقی اور نفسیاتی تربیت ---------- 91
❀ ہر بچے کی فطرت اسلام ہے ---------- 91
❀ مربی کے اوصاف ---------- 93
❀ ① تقویٰ شعاری ---------- 93
❀ ② اخلاص ---------- 94

Marfat.com

❀ ③ علم ---------- 95
❀ ④ صداقت ---------- 96
❀ ⑤ حلم وعفو ---------- 97
❀ ⑥ عدل ومساوات ---------- 98
❀ ⑦ بچے کی نفسیات کا علم ---------- 98
❀ ⑧ احساس ذمہ داری ---------- 99
❀ اسلامی معاشرہ ---------- 100
❀ مربی بچے کو اپنے سے مربوط رکھے ---------- 104
❀ سب سے پہلے بچے کو کلمۂ توحید سکھایئے ---------- 105
❀ تیمن اور تسمیہ ---------- 108
❀ کہانیاں سنانا ---------- 108
❀ خوشگوار تجربات وابستہ کیجئے ---------- 114
❀ پیشاب اور پاخانے کے آداب ---------- 116
❀ سلام وکلام ---------- 119
❀ ملنا جلنا ---------- 125
❀ عادتوں سے تربیت ---------- 127
❀ بڑوں کا ادب ---------- 130
❀ شرم ---------- 132
❀ ڈر ---------- 134
❀ غصہ ---------- 138
❀ حسد ---------- 141
❀ احساس کمتری ---------- 142
❀ خلا کو پُر کیجئے ---------- 146

Marfat.com

❀ تقویٰ -- 148
❀ رحم -- 149
❀ اخوت -- 151
❀ ایثار -- 152
❀ عفو ودرگزر -- 154
❀ جرأت وبے خوفی -- 157

فصل دوم

مدرسے کا دور...... چھ سال سے چودہ سال تک

❀ ایک مشورہ -- 160
❀ تعلیم اور تربیت -- 162
❀ اچھا استاد -- 166
❀ رسول اکرم ﷺ کی تربیت کے چند نمونے -- 168
❀ بچیوں کی تعلیم وتربیت -- 173
❀ قرابت مندوں کے حقوق -- 176
❀ پڑوسی کے حقوق -- 178
❀ والدین کا ادب -- 180
❀ اچھے ہم جولی -- 183
❀ بچوں میں بگاڑ کیوں آتا ہے -- 187
❀ ① بچوں کی بہت سی جائز خواہشات کی عدم تکمیل -- 187
❀ ② والدین اور اقرباء کے تعلقات کی ناخوشگواری -- 187
❀ ③ بچوں کی بگاڑ کا ایک اہم سبب ان کے برے ساتھی بھی ہیں -- 187
❀ ④ والدین اور بڑوں کا غیر پسندیدہ برتاؤ -- 187

Marfat.com

❀ ⑤ جنسی اور مجرمانہ فلمیں اور ناول اور فحش رسالے ---------- 188

❀ ⑥ معاشرے کا بگاڑ ---------- 188

❀ ⑦ بچوں کی تربیت سے لاپروائی ---------- 188

❀ طلباء سے برتاؤ ---------- 189

❀ آداب مجلس ---------- 191

❀ آداب ظرافت ومزاح ---------- 194

❀ استاد کے حقوق ---------- 197

❀ بڑوں کے حقوق ---------- 198

❀ جھوٹ بولنے سے روکنا ---------- 199

❀ چوری ---------- 202

❀ گالی گلوچ ---------- 204

❀ بے جا عیش وتنعم ---------- 206

❀ موسیقی اور فحش گیتوں سے پرہیز ---------- 208

❀ راستے کے آداب ---------- 211

❀ حلال وحرام کی تعلیم ---------- 212

❀ نماز کی تربیت ---------- 213

❀ حُبّ رسول وتلاوت قرآن ---------- 214

❀ گھر مسجد اور مدرسے میں تعاون پیدا کیجئے ---------- 215

❀ بچے کے فطری رجحان کا لحاظ ---------- 218

❀ غیروں کی پیروی ---------- 220

❀ مفید ثقافتی وسائل ---------- 222

❀ اعتقادات وتوہمات کی اصلاح ---------- 224

❀ مشاہدۂ فطرت کی ترغیب ---------- 228

Marfat.com

❀ بچہ اور اس کی قوت یادداشت ---------- 232
❀ تادیب اور سزا کے تربیتی اصول ---------- 233
❀ ریاضت اور بہادری کے کھیل ---------- 236
❀ برے کھیل ---------- 238

فصل سوم

دور شباب..... پندرہ سے پچیس سال تک

❀ دائمی خوف خدا ---------- 241
❀ حیاء وشرم ---------- 243
❀ مخلوط تعلیم ---------- 245
❀ اجازت طلب کرنا ---------- 248
❀ جائز آزادی ---------- 251
❀ خدمت خلق ---------- 254
❀ مثالی شخصیت، مثالی کردار ---------- 256
❀ محسن انسانیت کی مثالی شخصیت اور مثالی کردار سے صحابہ کا تعلق ---------- 270
❀ شوق جہاد ---------- 276
❀ یقین محکم ---------- 284
❀ پاکبازی ---------- 286
❀ مربی خود کو مثالی بنائے ---------- 289
❀ دل پذیر نصیحت ---------- 291
❀ ① گفتگو اور سوال وجواب کا طریقہ ---------- 294
❀ ② قسم کا طریقہ: جو قرآن وسنت میں بکثرت موجود ہے ---------- 295
❀ ③ ظرافت آمیز طریقہ ---------- 295

Marfat.com

❀ ④ میانہ روی ---------- 295
❀ ⑤ مثال کا طریقہ ---------- 295
❀ ⑥ عملی طریقہ ---------- 296
❀ ⑦ موقع شناسی کا طریقہ ---------- 296
❀ ⑧ اہم بات کی طرف متوجہ کرنے کا طریقہ ---------- 296
❀ احوال وکردار پر مسلسل نظر رکھے ---------- 297
❀ گہری وابستگی ---------- 299
❀ شر سے ڈرانا ---------- 307
❀ دل کی آواز اخلاق کا فطری سرچشمہ ہے ---------- 309
❀ اللہ کے لیے محبت، اللہ کے لیے عداوت ---------- 311
❀ میانہ روی ---------- 314
❀ ریا ونمود ---------- 316
❀ باہمی روابط کے اصول ---------- 319
❀ غیر مسلموں سے روابط کے اصول ---------- 326
❀ اہل کتاب کے ساتھ اسلام کی مخصوص رواداری ---------- 330
❀ مثالی ازدواج اور تربیت ---------- 334
❀ جائز کسب ---------- 340
❀ اسلام اور تجارت ---------- 344
❀ خدمت دین اور اجرت ---------- 349
❀ اسلامی اور غیر اسلامی نظام تعلیم وتربیت کا موازنہ ---------- 353
❀ اشراکیت ---------- 353
❀ جمہوریت ---------- 355
❀ اسلام ---------- 356

Marfat.com

عرضِ ناشر

الحمدللّٰہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الأمین، أما بعد:

اسلام ایک ہمہ گیر مذہب ہے کہ اس میں بچے کی پیدائش سے جوانی کی دہلیز پر قدم رکھنے تک اور کمر جھکنے سے قبر میں پہنچنے تک، ہر مرحلے کی مکمل رہنمائی موجود ہے۔ سر فہرست ہمارے پیش نظر بچپن سے جوانی تک کے ایام گزارنے کے احکام اور تربیت واصلاح سے متعلق مباحث ہیں۔ نبی کریم ﷺ کی حیاتِ طیبہ کا مطالعہ کرنے والے پر یہ حقیقت مخفی نہیں کہ آپ کس محبت وشفقت سے بچوں اور جوانوں کی تربیت فرمایا کرتے تھے۔

سیدنا عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن میں نے رسول ﷺ کے ساتھ کھانا کھایا تو برتن کے اطراف سے کھانے لگا۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ''اپنے سامنے سے کھاؤ۔'' (صحیح البخاری: ۵۳۷۷) آپ نے ان کو کھانے کے آداب سکھاتے ہوئے یہ بھی فرمایا: ((سَمِّ اللّٰهَ وَكُلْ مِمَّا يَلِيكَ)) ''بسم اللہ پڑھ کر اپنے سامنے سے کھاؤ۔'' (صحیح البخاری: ۵۳۷۸)

بہترین زندگی گزارنے کے رہنما اصول اور دنیوی واخروی کامیابی کے حصول کے تمام ذرائع کتاب وسنت میں مضمر ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ انہیں پڑھ کر اپنایا جائے اور ان کے مطابق اپنی زندگی بنائی جائے۔ پھر ہمیں والدین اپنے بچوں کے بارے میں شکوے شکایتیں کرتے نظر نہیں آئیں گے، شرط صرف یہ ہے کہ والدین تربیت وپرورش کی بھٹی سے گزار کر انہیں ایسا کندن بنائیں کہ وہ جس مقام پر بھی ہوں ظلمت وتاریکی ان کی تاب نہ لا سکے۔ ایسی اولاد نہ صرف دنیا میں بلکہ آخرت میں بھی نجات کا ذریعہ ہے اور اس کے برعکس دونوں جہانوں میں زحمت ہی زحمت ہے۔ زیر نظر کتاب ''اسلامی تعلیم وتربیت'' بچپن سے جوانی کے ایام گزارنے کے سنہری اصول کتاب وسنت کی روشنی میں متعین کرتی ہے اور اس

Marfat.com

میں کوئی شک نہیں کہ یہ اپنے موضوع پر ایک منفرد اور جامع کتاب ہے۔ کتاب کے مؤلف فضیلۃ الشیخ مولانا عبدالوہاب حجازی، علمائے ہند کے معروف قلمکار اور صاحبِ علم ہیں جنہوں نے بھرپور محنت سے کتاب کو مرتب کیا ہے۔

کتاب میں وارد احادیث کی تخریج حافظ محمد ارشاد نے کی ہے، تنقیح وتصحیح مکتبہ اسلامیہ کے رفقائے کار عبداللہ یوسف ذہبی اور محمد یوسف صدیقی نے بڑی جانفشانی سے کی، اسی طرح محمد ذیشان مشتاق نے بہترین کمپوزنگ اور عمران ندیم صاحب نے خوبصورت ڈیزائننگ کے فرائض سرانجام دیے۔ جزاھم اللّٰہ خیرا۔

راقم الحروف دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری ان کاوشوں کو شرف قبولیت بخشے اور مزید عملی و دینی خدمات سرانجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔

محمد سرور عاصم

Marfat.com

تقدیم

''تربیت'' کا لفظ باب تفعیل کا مصدر ہے، اس کا خاص لغوی مفہوم غذا پہنچانا اور نشو ونما دینا ہے۔ عربی زبان میں اصطلاحی طور پر یہ لفظ تعلیم کے لیے استعمال ہوتا ہے، اکثر عرب ملکوں میں وزارت تعلیم کو'' وزارۃ التربیۃ'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اردو زبان میں یہ لفظ پرورش کے مفہوم میں ضرور استعمال ہوتا ہے، لیکن اس کا مخصوص اصطلاحی مفہوم ''مخصوص اصولوں کی بنیاد پر انسان کی اخلاقی وعملی نگہداشت ورہنمائی'' ہے، اس طرح اردو میں تعلیم کا لفظ انسان کے فکری پہلو سے اور تربیت کا لفظ عملی پہلو سے متعلق ہو گیا ہے۔

تربیت کو تعلیم کا مدخل اور بنیاد مانا گیا ہے، تربیت کے بغیر تعلیمی ڈھانچہ قائم نہیں ہو سکتا، تربیت کا اصل کام یہ ہوتا ہے کہ وہ افراد کو نفسیاتی، اخلاقی، عملی اور اعتقادی طور پر اس بات کے لیے تیار کرے کہ وہ عملی مادہ کو قبول کر سکے۔ تعلیمی مرحلہ میں انسان کو جو علم سکھایا جاتا ہے اسے بعد کے مرحلہ میں بارآور عملی شکل دینا مقصود ہوتا ہے۔ اس طرح ہم اندازہ لگا سکتے ہیں کہ تعلیم وتربیت کے مابین ایک گہرا ربط ہے اور یہ دونوں ایک عظیم مقصد کے لیے وسیلہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

آج کے معاشرہ میں جو انتشار وانارکی پھیلی ہوئی ہے اس کا سبب یہی ہے کہ تعلیم و تربیت کے درمیان فرق پیدا کر دیا گیا ہے، تعلیم کو ترقی دی جارہی ہے اور تربیت کے پہلو کو نظر انداز کیا جارہا ہے، مزید یہ کہ تعلیم اور تربیت دونوں کا جو مقصد ہے وہ نظروں سے بالکل اوجھل ہو گیا ہے۔

اگر کوئی انسان علم کے میدان میں شہرت وناموری حاصل کر لے لیکن جھوٹ، خیانت اور بدکاری سے اپنے آپ کو دور نہ رکھ سکے تو ایسے انسان کی کیا قیمت ہو سکتی ہے؟ علم وتربیت کے درمیان فرق کی وجہ سے یہ افسوسناک ومضحکہ خیز منظر سامنے آتا ہے کہ اخلاقیات ونفسیات کا مدرس کبھی کبھی ان تمام رذائل میں ملوث نظر آتا ہے جن کے خلاف وہ اپنے طلبہ کو درس دیتا

Marfat.com

ہے۔ آج علم کے مختلف شعبوں میں ہمارے پاس ماہرین کی قطعاً کمی نہیں۔ معاشیات، سماجیات اورنفسیات کے میدان میں بڑے بڑے ماہرین اور صاحب نظریہ افراد موجود ہیں، لیکن عملی میدان میں جو خلا پیدا ہوا ہے اس میں برابر اضافہ ہی ہوتا جارہا ہے، اور یہی صورت حال یہ ثابت کرنے کے لیے کافی ہے کہ تربیت سے تعلیم کو علیحدہ کرنے کے بعد معیاری انسان کی تعمیر کا مسئلہ ناممکن بن جاتا ہے۔

آج کے انتہائی متمدن وترقی یافتہ معاشرہ کے کسی فرد سے اگر یہ سوال کیا جائے کہ موجودہ صورتِ حال سے وہ مطمئن ہے؟ تو جواب میں وہ شخص معاشرتی، اخلاقی، خاندانی اور نفسیاتی مشکلات اور الجھنوں کی ایک طویل فہرست پیش کرے گا۔ خودکشی کی جو لہر ان معاشروں میں اٹھی ہے وہی اس صورت حال کی ترجمانی کے لیے کافی ہے۔

ہندوستان کی صورت حال پر نظر ڈالی جائے تو یہاں کا نقشہ بھی حوصلہ شکن نظر آئے گا۔ کسی بھی روزنامہ کو اٹھا کر آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ کس طرح انسان کے جسم، مال ودولت اور عزت وآبرو سے کھیلا جارہا ہے، اور کس طرح ہر انسان اپنے وطن اور گھر میں اپنے آپ کو غیر محفوظ محسوس کررہا ہے، جرائم کا ایک سیلاب ہے جو انسانی آبادی کو اپنی طرف بہائے لیے جارہا ہے! کیا یہ صورتِ حال دانشوروں کے لیے چیلنج نہیں؟ کیا اب بھی کسی کو اس بات میں شبہ ہوگا کہ اخلاقی وعملی تربیت کے بغیر امن وسکون کی زندگی کا حصول ممکن نہیں؟

آج مادیت کا غلبہ ہے تو سائنس وٹیکنالوجی کے میدان میں ترقی پر توجہ ہے، حالات کے دباؤ میں آکر لوگ طرح طرح کے ہنر سیکھتے ہیں تاکہ اس طرح دنیا میں کامیاب زندگی بسر کرسکیں اور دوسروں کی نظر میں انہیں معزز مقام حاصل ہو، لیکن اخلاقی وعملی تربیت کے پہلو پر ان کی توجہ اتنی نہیں ہے، اور یہی بات افسوسناک ہے، کیونکہ اسلام کی نظر میں زندگی کا روحانی پہلو ہر طرح کی توجہ کا مستحق ہے، اور مادی پہلو کی جو بھی اہمیت ہے وہ محض اس لیے ہے کہ وہ روحانی زندگی کو سدھارنے کا ذریعہ ہے۔ قرآن کریم نے نبی ﷺ کا یہ منصب بیان فرمایا ہے کہ آپ لوگوں کے روحانی تزکیہ وتطہیر کے لیے مبعوث فرمائے گئے ہیں۔ خود آپ نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا ہے کہ میری بعثت کا اہم مقصد اچھے اخلاق کی تکمیل ہے۔

Marfat.com

تربیت سے متعلق اصول ونظریات پر اگر تقابلی نظر ڈالی جائے تو اسلامی وغیر اسلامی اصولوں کے مابین ایک واضح فرق نظر آتا ہے جس کی وجہ سے غیر اسلامی اصولوں میں ایک بھیانک خلا پیدا ہو گیا ہے۔

اسلامی نظریہ یہ کہتا ہے کہ انسان صرف جسم یا عقل یا روح کا نام نہیں، بلکہ ان تینوں کے مجموعہ سے انسان کا وجود قائم ہوتا ہے، ان اجزاء کو باہم منفصل نہیں کیا جا سکتا، اگر جسم کو روح و عقل سے یا عقل کو جسم وروح سے یا روح کو عقل وجسم سے علیحدہ کر دیا جائے تو اس وجود کی کوئی حقیقت باقی نہیں رہ سکتی۔ ان اجزاء یا ان طاقتوں کو ایک ساتھ کام میں لگانے ہی سے انسان اور زندگی دونوں میں توازن پیدا ہوگا اور اس طرح نیک انسان وجود پذیر ہوگا۔

انسان کے بنائے اصولوں میں بڑا نقص تربیت کی شمولیت کا فقدان ہے۔ جو بھی فکری، تربیتی اور فلسفیانہ اصول یا ان پر مبنی جزئیات ہیں انہیں انسانی وجود واحتیاجات پر نظر رکھتے ہوئے ہم جامع وہمہ گیر نہیں کر سکتے، اگر انسانی وجود کے ایک پہلو پر کسی ضابطہ میں زور دیا گیا ہے تو دوسرا پہلو نظر انداز ہو گیا ہے، کیونکہ انسان کے اصل مقام اور اس کی ضرورتوں کو ان ضوابط کے مرتبین نے ملحوظ نہیں رکھا۔ لیکن اسلامی اصول تربیت میں یہ نقص اس لیے پیدا نہیں ہوا ہے کہ اس نے انسان کے تینوں اجزاء کو تسلیم کیا ہے اور ان اصولوں کو بنانے والی ذات کو ان مختلف اجزاء کے مابین توازن قائم کرنے کی قدرت ہے۔ اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ؟ وَهُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ ''یعنی جو پیدا کرنے والا ہے کیا وہ نہیں جانتا؟ وہ تو بڑا باریک بین باخبر ہے۔'' (٦٧/ الملك / ١٤)

لیکن جدید تربیتی نظریات میں جسم وعقل کو تسلیم کیا گیا ہے اور روح کو مطلقاً نظر انداز کر دیا گیا ہے، اس کا سبب یہ ہے کہ یہ نظریات جس فلسفہ پر مبنی ہیں وہ الحادی فلسفہ ہے اور اس میں دین یا معبود (اللہ) کا کوئی تصور نہیں ہے۔

ڈاکٹر الکسیس کارلائل کہتا ہے کہ انسان سے متعلق اب تک جس قدر تحقیقات ہوئی ہیں ناکافی ہیں، نفوس سے متعلق ہماری معلومات اب تک ابتدائی مراحل میں ہیں۔

غیر اسلامی نظریاتِ تربیت اپنا مقصد یہ قرار دیتے ہیں کہ ''اچھے وطن پرست انسان''

Marfat.com

تیار کیے جائیں۔ پھر وطن پرستی کا معیار ہر جگہ الگ الگ ہے، بہت سے لوگ خدا کے منکر افراد کو بھی اچھے وطن پرست مانتے ہیں، بہت سے لوگ نسل پرست متعصب کو بھی وطن پرست مانتے ہیں۔ ظلم وطغیان اور فسق وفجور کی بنیاد پر عام طور سے وطن پرستی کا فیصلہ نہیں ہوتا، نہ ہی اچھی منزل اس کا پیمانہ قرار پاتی ہیں۔

لیکن اسلام کا نقطہ نظر اس سلسلہ میں قطعی طور پر مختلف ہے، وہ وطن یا نسل و رنگ کے دائرہ میں محدود ہو کر تربیت کے مقاصد کی تعیین نہیں کرتا، بلکہ اس کا اولین تربیتی مقصد ''اچھے انسان'' کی تیاری ہے، جس کے دل میں ایمان، صلاح وتقویٰ اور ایثار وقربانی کی شمع روشن ہو، وہ اپنے مفاد سے پہلے دوسروں کے مفاد کو اہمیت دے اور انسانیت کو غیر اللہ کی بندشوں سے نکال کر اللہ رب العالمین کی بارگاہ میں سربسجود کرے جو ہر طرح کی بندگی وستائش کا تنہا سزاوار ہے۔

یورپ کے ماہرین تربیت نے تربیت کی بنیاد کھلی آزادی پر رکھی ہے، وہ کہتے ہیں کہ مذہبی یا اخلاقی ضوابط فرد کے لیے رکاوٹ کی حیثیت رکھتے ہیں، اس لیے ان تمام قیود وضوابط سے فرد کو آزاد رکھنا ضروری ہے۔

لیکن اسلام کی نظر میں اخلاقی ضوابط قید نہیں ہیں، بلکہ ان کی حیثیت ایک میزان و معیار کی ہے جس سے ہر فرد اپنے اور دوسروں کے حقوق وفرائض کو سمجھ سکتا ہے، اہل مغرب کا تصور ہے کہ دین واخلاق کا کام ''ضمیر'' سے لیا جا سکتا ہے۔ لیکن اسلام کی نظر میں ضمیر کی حیثیت حکم ماننے والے کی ہے، حاکم کی نہیں، اسے پورے طور پر اسلامی اخلاق وآداب کا پابند ہونا ضروری ہے، دین نے فضائل ورذائل کا جو معیار مقرر کیا ہے اسی کی روشنی میں ضمیر کے فیصلہ کو دیکھا جائے گا۔

جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے کہ اسلام تربیت کے سلسلے میں انسانی وجود کی مجموعی حیثیت پر نظر رکھتا ہے اور اس کے کسی پہلو کو نظر انداز نہیں کرتا، یعنی اس کے تربیتی اصولوں میں جسم، روح اور عقل ہر چیز کی پوری رعایت کی جاتی ہے اور کسی ایک پہلو پر توجہ دے کر دیگر پہلوؤں سے بے اعتنائی نہیں برتی جاتی۔

Marfat.com

تربیتی نظریہ میں اس عمومیت کی بنا پر دو فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ اول یہ کہ انسان کی ہر نوعیت کی طاقتیں اور صلاحیتیں کام میں آجاتی ہیں۔ دوم یہ کہ مجموعی طور پر ان طاقتوں کو کام میں لگانے سے ایک ایسا توازن وجود میں آتا ہے جس کا دائرہ انسانی نفس کے اندرونی پہلوؤں، خارجی زندگی، جسم، روح، عقل، مادیات و معنویات، ضرورت وخواہش، اجتماعی و انفرادی رجحانات، معاشی، معاشرتی اور سیاسی نظام ہر ایک کو شامل ہوتا ہے، اور اس طرح انسانی وجود اور اس کی زندگی کے تحفظ میں سہولت ہوتی ہے۔

اسلامی تربیت کو ممتاز کرنے والی ایک بات یہ بھی ہے کہ اسلام زندگی کے ہر مرحلہ میں تربیت وتوجیہ کا قائل ہے، یعنی تربیت کا عمل صرف تعلیمی زندگی تک محدود نہیں ہے، بلکہ انسان زندگی کے جس مرحلہ میں بھی ہو اسے تربیت کی ضرورت ہے، اس لیے اسلام نے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا زریں اصول وضع کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے ہر فرد کو ہر جگہ اور ہر وقت نیکیوں کو پھیلانے اور برائیوں کو ختم کرنے کی کوشش کرنا چاہیے، یہ ہر مسلمان کا فرض ہے اور اسی سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تربیت کے لیے عمر کے کسی مرحلہ کی قید نہیں۔

اسی طرح یہ بھی مناسب نہیں کہ صرف پڑھے لکھے طبقہ کی تربیت پر توجہ دی جائے اور عملی میدان میں اسے ایک صالح انسان بنایا جائے، بلکہ ضرورت اس بات کی ہے کہ ناخواندہ طبقہ کو بھی صحیح تربیت دی جائے اور ان کی فکری زندگی میں جو خلا باقی رہ گیا ہے اسے عملی تربیت سے کسی حد تک پُر کیا جائے، بلکہ غور سے دیکھا جائے تو یہی طبقہ عملی تربیت کا زیادہ محتاج ہے، اس کے اندر شرعی مسائل واحکام کو خود بخود سمجھنے کی قدرت نہیں بلکہ کسی دوسرے کی رہنمائی کی ضرورت ہے، اس لیے ہر مربی کا فرض ہے کہ وہ امت کے ناخواندہ طبقہ کی اصلاح کے لیے غیر معمولی کوشش کرے۔

اب مختصر طور پر یہ دیکھنا چاہیے کہ اسلام نے روح، عقل اور جسم کی تربیت کے لیے کیا طریقہ اختیار کیا ہے تاکہ شمولیت کے دعویٰ کی حقیقت واضح ہو سکے۔

اسلام نے روح کی ایک غایت اور اس کا ایک وسیلہ ٹھہرایا ہے، غایت یہ ہے کہ انسان کا

Marfat.com

اللہ عزوجل سے ایسا زندہ تعلق ہو جس کا اثر انسانی نفس پر منعکس ہو اور ہر چھوٹے بڑے معاملہ میں وہ یہ تصور رکھے کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے۔ اور وسیلہ یہ ہے کہ دل کے تاروں میں حرکت پیدا کی جائے، اور کائنات کی عظیم مخلوقات کے مطالعہ سے عقل کو مصقل اور احساس کو بیدار کیا جائے گا کہ اللہ کی خشیت وانابت پیدا ہو۔

اسلام نے روحانی تربیت کے سلسلہ میں انسانی قلب کو درج ذیل امور کی جانب متوجہ کیا ہے۔

اول: انسان اس وسیع وعریض کائنات پر غور کرے اور پھر اللہ تعالیٰ کی طاقت وقدرت کا تصور کرے تاکہ دل اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتحمید کی جانب مائل ہو۔

دوم: انسان دل کو اللہ تعالیٰ کے وسیع علم کی طرف متوجہ کرے اور یہ یقین پیدا کرے کہ کائنات کی ہر چھوٹی بڑی چیز اور دلوں کے احساسات وخیالات سے بھی وہ ہر آن مطلع وباخبر رہتا ہے۔

سوم: دل میں اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اور خشوع پیدا کرے اور دل کو دنیا سے ہٹا کر اخروی نعمتوں کی طرف راغب کرے۔

ان امور سے انسان کے احساس وشعور میں تیزی پیدا ہو گی اور دل اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کی اطاعت کی جانب مائل ہوگا، اور اس کے نتیجہ میں روح کا ارتقاء اور اس کی صفائی حاصل ہو گی۔

عقل کی تربیت کے سلسلہ میں اسلام کا طریقہ یہ ہے کہ وہ عقل کو ایسا ملکہ قرار دیتا ہے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو دیگر مخلوقات سے ممتاز کیا ہے، انسان اسی کے ذریعے سوچتا اور مختلف اعمال کو انجام دیتا ہے۔ انسانی عقل میں خالق کائنات نے غیر معمولی قوت ودیعت کر رکھی ہے، لیکن عقل کو ہمیشہ الٰہی رہنمائی کی ضرورت ہوتی ہے، اس کے بغیر عقل کی آواز اور اس کی پسند وناپسند پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا۔

اسلام اس رہنمائی کا کام انجام دیتے ہوئے عقل اور دیگر طاقتوں کے مابین توازن پیدا کرتا ہے اور اسے عمل کی صحیح ومفید راہ پر لگاتا ہے۔ اسلام عقل کو جسم وروح سے متعلق ومربوط

Marfat.com

ایک جز کی حیثیت دیکھتا ہے اور روح کو عقل پر غالب رکھتا ہے کیونکہ روح ہی عقل کی رہنمائی کا کام انجام دیتی ہے۔

اسی طرح اسلام اس دائرہ کار کو متعین کرتا ہے جس میں عقل کام کرسکتی ہے اور اچھائی کا فیصلہ کرسکتی ہے۔ اسلام نے مادیات ومحسوسات میں عقل کو غور وفکر کی آزادی عطا کی ہے، اور تخلیق واستنتاج کا موقع فراہم کیا ہے، اور اسی طرح گزشتہ اقوام کی تاریخ سے سبق حاصل کرنے پر بھی ابھارا ہے، تاکہ انسان اپنے حاضر کو اپنے ماضی سے مربوط رکھ سکتے۔

جسم انسانی وجود کا تیسرا حصہ ہے۔ جس کی تربیت پر اسلام کی توجہ ہے، اسلام جسم اور روح وعقل کے مابین ربط برقرار رکھ کر اس ذمہ داری کو ادا کرنے کی تلقین کرتا ہے، اس کا مطالبہ یہ ہے کہ جسم کو جس طرح مادی مضرات سے محفوظ رکھا جاتا ہے اسی طرح معنوی مضرات یعنی بے حیائی وبدعملی سے بھی محفوظ رکھا جائے تاکہ ہدایت ربانی کے مطابق وہ اپنی ذمہ داری ادا کرسکے۔ جسم کی رعایت میں روح کو دبانا یا روح کی رعایت میں جسم کی توجہ ہٹانا مناسب نہیں۔

اسلامی نقطہ نظر سے تربیت کا مفہوم یہ ہے کہ انسان کے ظاہر وباطن پر اثر ڈالا جائے اور اس اثر سے اس کا جسم، روح اور عقل ہر چیز متاثر ہو۔ اس مثالی تربیت کے لیے اسلام نے درج ذیل وسائل اختیار کیے ہیں:

اسوۂ حسنہ، تاریخی واقعات، عباداتِ الٰہی، ضمیر کی بیداری، وعظ ونصیحت، ترغیب وترہیب اور تادیب وسزا۔

زیر نظر کتاب میں آپ کو انہیں وسائل کی تفصیل نظر آئے گی۔

اہل علم جانتے ہیں کہ علمی واخلاقی تربیت کے موضوع پر قدیم وجدید دور میں بہت زیادہ کتابیں لکھی جاچکی ہیں، مسلم وغیر مسلم مصنفین نے اس موضوع کے باریک ترین گوشوں کو بھی واضح کیا ہے، اور بہت سے مسلم مصنفین نے اسلامی اصول تربیت کا غیر اسلامی اصولوں سے تقابل بھی کیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود ہمیں یہ احساس ہوا کہ تربیت کے موضوع پر ایک ایسی کتاب کی ضرورت ہے جس میں نظریاتی پہلو کے بجائے عملی پہلو پر توجہ مرکوز ہو، اور سادہ و

Marfat.com

سہل زبان میں قارئین کے سامنے ان اصولوں کو پیش کر دیا جائے جنہیں اسلام نے تعمیر شخصیت کے لیے ضروری قرار دیا ہے، کیونکہ اس دور میں جبکہ مسلمانوں اور بالخصوص نوجوانوں میں دینی بیداری پیدا ہورہی ہے، عام طور پر لوگ جاننا چاہتے ہیں کہ سیرت وکردار کی تعمیر کے باب میں اسلام کے اصل ماخذ یعنی کتاب وسنت میں کیا رہنمائی موجود ہے، اور دیگر نظریات واصول کے مقابلہ میں اسلامی اصولوں کا کیا مقام ہے۔

اس تقدیم میں مجھے کتاب سے متعلق کچھ زیادہ عرض نہیں کرنا ہے، کیونکہ جو چیز قارئین کے ہاتھوں میں ہے اس کی اہمیت وافادیت کو وہ بخوبی سمجھ سکتے ہیں، اور اس سلسلہ میں انہی کی رائے کا اعتبار بھی ہے، البتہ یہ وضاحت ضروری ہے کہ فنی حیثیت سے زیادہ کتاب میں افادی حیثیت کو اہمیت دی گئی ہے، کیونکہ موضوع کا تعلق عملی پہلو سے کچھ اس نوعیت کا ہے کہ اس کو نظریات کی پہنائیوں میں دور تک لے جانا مناسب نہیں۔

استفادہ ہی کے پیش نظر کتاب کی زبان بے حد سہل رکھی گئی ہے، اور ضرورت پر احادیث، اقوال اور اصولوں کو دہرایا گیا ہے، کیونکہ تربیت کے باب میں ہمارے رسول اکرم ﷺ کا اسوۂ مبارکہ یہی ہے، کسی بات کو مناسب موقعوں سے جب بار بار کہا جاتا ہے تو اس کی تاثیر وافادیت میں اضافہ ہوجاتا ہے۔

کتاب کے مؤلف جامعہ سلفیہ کے فاضل محترم عبدالوہاب صاحب حجازی ہیں، ادارۃ البحوث سے ان کی متعدد نگارشات اور تراجم شائع ہوچکے ہیں، تعلیم وتربیت کے میدان سے ان کا تعلق فراغت کے بعد ہی سے قائم ہے۔ چونکہ موصوف خاموش مطالعہ کے عادی، دوررس نگاہ کے مالک اور تعلیم وتربیت کے گوناگوں تقاضوں سے آگاہ ہیں اور اس میدان کی مشکلات کے سلسلہ میں ان کی واضح رائے ہے، نیز انہیں انسانی طبائع کے نشیب وفراز سے واقفیت ہے، اس لیے ہمیں قوی امید ہے کہ اس موضوع کی توضیح وترتیب میں وہ پوری طرح کامیاب ہوں گے۔

اس کتاب کی تیاری میں موصوف نے اسلامیات سے متعلق بنیادی مآخذ کے عمیق مطالعہ کے ساتھ ساتھ ان جدید مآخذ سے بھی استفادہ کیا ہے جو عربی واردو زبانوں میں تعلیم و

Marfat.com

تربیت کے موضوع پر سامنے آچکے ہیں۔

تقدیم کے اختتام پر اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کتاب کو مفید ومقبول بنائے، تربیت کے باب میں ہمیں کتاب وسنت کی پیروی کی توفیق بخشے اور مؤلف وناشر کو اجر جزیل سے نوازے، آمین۔ وصلى الله على نبينا وسلم تسليما كثيرا۔

(ڈاکٹر) مقتدیٰ حسن ازہری رحمہ اللہ

جامعہ سلفیہ بنارس

۱۸/صفر ۱۴۰۶ھ

Marfat.com

فصل اول

مدرسہ سے پہلے کا دور
ولادت سے پانچ سال تک

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تربیت کا مفہوم

ایک ننھی سی گٹھلی میں جس طرح تناور درخت بننے کی قوت وصلاحیت موجود ہوتی ہے انسانی بچہ بھی اسی طرح وہ سب بنیادی قوتیں اور صلاحیتیں لے کر پیدا ہوتا ہے جو ایک جوان انسان میں پائی جاتی ہیں، لیکن گٹھلی کو درخت بننے تک جس طرح مختلف مرحلوں سے گزرنا پڑتا ہے اور اس کی ہر طرح سے دیکھ بھال کرنی پڑتی ہے انسانی بچے کی بھی یہی حالت ہے، مختلف مراحل کے تقاضوں کا لحاظ کرتے ہوئے بچے کی صحیح دیکھ بھال کو آپ تربیت کہہ سکتے ہیں۔ تربیت کا دائرہ اگرچہ فرد، خاندان، معاشرہ اور پوری انسانیت تک وسیع ہے لیکن اس کتاب میں بچے (فرد) کو موضوع بنایا گیا ہے کہ دورِ شباب تک مختلف مراحل میں اسے تربیت دینے کے صحیح اصول کیا ہیں۔

بچے کو معاشرے کا باعتماد صالح فرد بنانے کے لیے ضروری ہے کہ اس کی شخصیت کے تمام پہلوؤں کی ہم آہنگ تربیت دی جائے۔ جسمانی، ایمانی، اخلاقی، نفسیاتی، عقلی، اجتماعی، اور جنسی ہر پہلو سے متعلق اسلام کے فطری اصول موجود ہیں۔ مربی کا کام ہے کہ بچے کے مختلف مراحل کے تقاضوں اور خصوصیات کو سمجھے اور ان کی رعایت کرتے ہوئے ان اصولوں کو عمل میں لائے۔

دنیا میں تربیت کے بہت سے نظام اور اصول وضوابط پائے جاتے ہیں اور ان کے مطابق بچوں کی تربیت کی جاتی ہے جن میں سے بیشتر خود ساختہ انسانی اصولوں پر مبنی ہیں، جن کے مخصوص مقاصد اور طریقۂ کار ہیں، ان نظام ہائے تعلیم وتربیت سے پوری نوعِ انسانی کو کتنا فائدہ پہنچ رہا ہے یا کیسے کیسے گوناگوں مسائل اور پیچیدگیاں پیدا ہو رہی ہیں۔ اس پر بھی غور و فکر کرنا ہمارے لیے ضروری ہے، ان نظاموں پر کسی تبصرہ سے قطع نظر اسلامی نظام تربیت کے

۱۲۷۱۸۰

Marfat.com

متعلق صرف ایک بات عرض کرنا چاہوں گا۔

اسلامی نظامِ تربیت کی نظر میں حقیقی مربی اللہ ہے اور اس کے بعد اس کے رسول حضرت محمد ﷺ ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ بچے، اس کی فطرت اور اس کی گوناگوں صلاحیتوں اور استعدادوں کا خالق اللہ ہے۔ اسی نے بچے کی نشوونما کے مراحل وضوابط مقرر کیے ہیں اور اس کی صلاح وکمال کے اصول متعین فرمائے ہیں اور ان تمام امور کے بارے میں صحیح ترعلم صرف وہی رکھتا ہے۔ انسان اپنے تجربات کی روشنی میں جو اصول تربیت وضع کرتا ہے ہر دور میں ان میں نقص کا احتمال باقی رہے گا کیونکہ اسے وہ علم محیط حاصل نہیں جو اس کے لیے ضروری ہے، اس لیے علمی طور پر بھی ہمارے لیے یہ بات لازم قرار پاتی ہے کہ جس طرح ہم تخلیق اور تولید کے معاملے میں اللہ کے تابع ہیں اسی طرح تمام اصول وضوابط اور احکام میں بھی اللہ کی رہنمائی پر اعتماد کریں جو اصول اس نے اپنے آخری رسول حضرت محمد ﷺ پر ہماری تربیت کے لیے نازل فرمائے ہیں۔

ہم نے اپنی اس کتاب میں اسلامی نظامِ تربیت اور اس کے اصول وضوابط سے جو بحث کی ہے اس کی فکری، علمی اور ایمانی بنیاد یہی ہے، ہمارا یقین محکم ہے کہ اسلامی تربیت کے نظام کو اپنانے سے ہی نوع انسانی پُرامن صالح معاشرہ قائم کرسکتی ہے اور آخرت میں بھی اللہ کے انعامات کی مستحق ہوسکتی ہے۔

والدین اور تربیت

(بچوں کی تربیت میں سب سے زیادہ ذمہ داری والدین کی ہے)، قدرت کے یہ غنچے انہی کے دامن میں چٹکتے اور پھول بنتے ہیں (گھر کا ماحول پرسکون، محبت وشفقت سے معمور ہو تو جنت کے یہ پھول پوری شادابی سے نشوونما پاتے ہیں اور سارے معاشرے کے لیے صحت و برکت کی نوید ہوتے ہیں)(جن معاشروں میں بچے والدین کی محبت و شفقت سے محروم ہو جاتے ہیں ان میں بگاڑ گھر کر لیتا ہے، بڑے ہونے کے بعد وہ والدین، پورے گھر اور تمام معاشرے کی امیدوں کے برعکس انحراف کا شکار ہو جاتے ہیں۔)

Marfat.com

فطرت کا تعاون

اللہ تعالیٰ نے والدین کے دلوں میں بچوں سے محبت وشفقت اور رحم کا قدرتی جذبہ رکھا ہے، یہ جذبہ اولاد کی تربیت میں اولین اور اہم معاون ہے، اللہ تعالیٰ نے والدین کی فطرت میں اولاد کی محبت اس لیے رکھی ہے تاکہ وہ تربیت کی ذمہ داریاں پورے خلوص اور نیک نیتی سے نبھائیں، اس محبت اور قدرتی لگن کی تصویر قرآن نے ذیل کی آیات میں کھینچی ہے:

﴿ اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ﴾ [1]

"مال اور اولاد دنیوی زندگی کی زیب وزینت ہیں۔"

﴿ وَاَمْدَدْنٰكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَجَعَلْنٰكُمْ اَكْثَرَ نَفِيْرًا ﴾ [2]

"ہم مال اور اولاد سے تمہاری مدد کریں گے اور بہت بڑے جتھے والے بنائیں گے۔"

﴿ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ﴾ [3]

"اور جو لوگ کہتے ہیں: اے ہمارے پروردگار! ہمیں ہماری بیویوں اور اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عنایت کر اور ہمیں متقیوں کا امام بنا۔"

محبت کی دوررس تاثیر

بچوں کی تربیت میں رسول اللہ ﷺ کا اسوہ ہمارے لیے چراغ راہ ہے، آپ کی سنت اور آپ کا فرمان منارۂ نور ہے۔ ہم اپنے بچوں کو اسی راہ پر ڈالیں جس پر آپ کی رہنمائی کا چراغ جل رہا ہے، والدین کو تربیت کی ذمہ داری نبھانے کے لیے اللہ تعالیٰ اور فطرت تعاون دیتے ہیں، ان میں محبت کی صفت پیدا کرتے ہیں۔ ہمارے پیارے نبی ﷺ نے جو دنیا میں اللہ کا پیغام پہنچانے والے آخری رسول ہیں والدین کو اپنے اسوہ سے تعاون دیا ہے، ان کو صفت رحم سے آراستہ ہونے کی ترغیب دی ہے اور بچوں پر شفقت کی تاکید فرمائی ہے۔

---

[1] ۱۸/الکہف: ٤٦۔ [2] ۱۷/الاسراء: ٦۔ [3] ۲۵/الفرقان: ۷٤۔

Marfat.com

آپ کا ارشاد مبارک ہے:

((لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا وَيَعْرِفُ حَقَّ كَبِيْرِنَا)) 1

”وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کا حق نہ پہچانے۔“

ایک شخص اپنے بچے کو لیے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں آیا اور بچے کو اپنی چھاتی سے چمٹانے لگا۔ آپ نے اس سے پوچھا: ”کیا تم اس پر رحم کرتے ہو؟“ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: ”تمہارے اس رحم سے زیادہ اللہ تم پر رحم کرے گا، وہ ارحم الراحمین ہے۔“ 2

رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کا بوسہ لیا، وہاں حضرت اقرع ابن حابس تمیمی رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے، وہ بولے: میرے دس بچے ہیں لیکن میں نے کسی کا بوسہ نہیں لیا، آپ ﷺ نے ان کی طرف دیکھا اور فرمایا: ((مَنْ لَا يَرْحَمُ لَا يُرْحَمُ)) جو شخص رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جائے گا۔“ 3

رسول اللہ ﷺ اپنی نواسی امامہ بنت ابوالعاص کو کندھے پر بٹھائے تشریف لائے اور اسی حال میں نماز کے لیے کھڑے ہوئے، رکوع وسجود میں بچی کو بٹھا دیتے، جب کھڑے ہوتے تو بچی کو کندھے پر بٹھا لیتے۔ 4

رسول اللہ ﷺ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو ایک ران پر بٹھاتے اور حسن کو دوسری ران پر پھر دونوں کو سینے سے چمٹا لیتے پھر فرماتے: ((اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُمَا فَإِنِّي أَرْحَمُهُمَا)) ”اے

---

1 سنن الترمذی، کتاب البر والصلة، باب ماجاء في رحمة الصبيان، حديث: ١٩٢٠؛ سنن ابی داود: ٤٩٤٣ عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده۔

2 الأدب المفرد للإمام البخاری، حديث: ٣٧٧؛ شعب الإيمان للبيهقی: ٥/ ٢٢٤، ح: ٧١٣٤ عن ابی هريرة رضي الله عنه۔

3 صحيح البخاری، کتاب الأدب، باب رحمة الولد وتقبيله ومعانقته، حديث: ٥٩٩٧ وصحيح مسلم: ٢٣١٨ عن ابی هريرة رضي الله عنه۔

4 صحيح البخاری، کتاب الأدب، باب رحمة الولد......، حديث: ٥٩٩٦ وصحيح مسلم: ٥٤٣ عن ابی قتادة رضي الله عنه۔

Marfat.com

اللہ میں ان دونوں سے شفقت کرتا ہوں تو بھی ان پر رحم فرما۔'' [1]

ایک عورت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں آئی، ام المومنین نے اسے تین کھجوریں دیں، اس نے دو کھجوریں اپنے بچوں کو دیں اور ایک کھجور اپنے پاس رکھ لی۔ بچے کھجور کھا کر ماں کی طرف دیکھنے لگے۔ اس نے کھجور کے دو حصے کر کے آدھا آدھا بچوں کو دے دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب یہ واقعہ بتایا تو آپ نے فرمایا: ''اس سے تمہیں تعجب کیوں ہے؟ ((لَقَدْ رَحِمَهَا اللّٰهُ بِرَحْمَتِهَا صَبِيَّهَا)) ''بچوں پر شفقت کے سبب اللہ نے اس ماں پر رحم فرمایا ہے۔'' [2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صاحبزادی کا بچہ جاں کنی کے عالم میں تھا۔ آپ کے پاس خبر آئی تو فرمایا: ''میری بیٹی سے کہنا: ((اِنَّ لِلّٰهِ مَا اَخَذَ وَلَهُ مَا اَعْطٰی وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِاَجَلٍ مُّسَمًّى فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ)) ''اللہ نے جو لے لیا اور جو دیا سب اسی کا ہے اس کے پاس ہر چیز کا ایک مقرر وقت ہے لہٰذا وہ صبر وضبط کا طریقہ اپنائے اور ثواب کی امید رکھے۔'' صاحبزادی نے آپ کی تشریف آوری پر اصرار کیا، آپ کچھ صحابہ کے ساتھ تشریف لے گئے، بچے کو گود میں لے لیا اور بے اختیار آنکھوں سے آنسو بہنے لگے، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کے رسول یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ((هٰذِهٖ رَحْمَةٌ جَعَلَهَا اللّٰهُ تَعَالٰی فِي قُلُوبِ عِبَادِهٖ)) ''یہ رحمت ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں میں پیدا فرمایا ہے۔'' [3]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں کے ساتھ محبت کا اعلیٰ نمونہ پیش فرمایا اور یہ محبت خاندانی بچوں، یتیموں، جہاد اور سفر پر گئے ہوئے لوگوں کے بچوں اور مریضوں کے بچوں سب پر عام تھی، اس میں آپ لڑکے اور لڑکی کے درمیان پوری مساوات اور عدل رکھتے تھے۔

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الادب، باب وضع الصبي على الفخذ، حديث: ٦٠٠٣ ومسند احمد: ٥/ ٢٠٥ عن اسامة بن زيد۔

[2] الأدب المفرد للامام البخاري، حديث: ٨٩ عن انس رضی اللہ عنہ۔ نیز دیکھیے: صحيح البخاري: ١٤١٨ وصحيح مسلم: ٢٦٢٩ عن عائشه رضی اللہ عنہا۔

[3] صحيح البخاري، كتاب الأيمان والنذور، باب قول الله تعالى: ﴿وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ﴾ حديث: ٦٦٥٥، ١٢٨٤، ٧٣٧٧، ٧٤٤٨ وصحيح مسلم: ٩٢٣ عن أسامة بن زيد رضی اللہ عنہ۔

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

''اپنی اولاد کے درمیان عدل کرو، اپنی اولاد کے درمیان عدل کرو، اپنی اولاد کے درمیان عدل کرو۔'' [1]

قرآن میں ارشاد ہے:

﴿اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی﴾ [2]

''انصاف کرو، یہ تقویٰ سے زیادہ قریب ہے۔''

آپ ﷺ فرماتے ہیں:

''جس کے تین بچیاں، تین بہنیں یا دو بچیاں اور دو بہنیں ہیں اور اس نے ان کی اچھی تربیت کی، ان کے متعلق صبر کیا ان کے متعلق اللہ سے ڈرتا رہا وہ جنت میں داخل ہوگا۔'' [3]

تربیت نبوی کے اصول محبت کی تائید جدید تجربات سے بھی ہوتی ہے، آج یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ شیر خوار بچے کی نشو ونما صرف غذا سے نہیں ہوتی، بلکہ والدین خصوصاً ماں کا والہانہ لگاؤ بچے کی نشو ونما میں غذا سے بڑھ کر ہے۔ خاندان کا نظام متبادل محبت پر قائم ہوتا ہے، محبت کی فضا میں جو بچہ پروان چڑھتا ہے وہ بڑا ہو کر اپنے خاندان، معاشرے کے افراد اور تمام مسلمانوں سے محبت کا برتاؤ کرتا ہے۔

٭ جن بچوں کو والدین، گھر کے افراد اور معاشرے کے لوگوں سے متوازن محبت حاصل نہیں ہوتی وہ بڑے ہو کر دوسروں سے الفت کا برتاؤ نہیں کرتے، رحم و محبت کے نام پر کوئی خدمت اور قربانی پیش نہیں کرتے، وہ شوہر بن کر اچھی معاشرت نہیں اپناتے، باپ بن کر شفقت و محبت نہیں کرتے، پڑوسیوں سے اچھا سلوک نہیں کرتے، اس سے خاندان اور معاشرے میں بگاڑ آتا ہے۔

---

[1] مسند احمد: ٤/ ٢٧٨ عن النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ۔ نیز دیکھئے: سنن ابی داود: ٣٥٤٤ وسنن النسائی: ٣٧١٧؛ السنن الکبریٰ للبیہقی: ٦/ ١٧٧۔

[2] ٥/المائدۃ: ٨۔

[3] صحیح ابن حبان: ١/ ٣٣٦، حدیث: ٤٤٧ عن ابی سعید الخدری۔ نیز دیکھئے: سنن ابی داود: ٥١٤٨ وسنن الترمذی: ١٩١٢، ١٩١٦؛ مسند احمد: ٣/ ٤٢۔

Marfat.com

محبت کی اس زرخیز زمین میں فرزندی کے ان پھولوں کا پودا لگایئے، نیز اسلامی تربیت کی صحت بخش آب و ہوا مہیا کیجیے تاکہ بڑے ہو کر بچے اچھے مسلمان اور اچھے انسان بنیں، یہ آپ کی ذمہ داری ہے اور دونوں جہان میں آپ کی اولاد کی کامیابی اور سربلندی کا ذریعہ بھی۔

مسلمان والدین کے پیش نظر ہمیشہ اسلامی معاشرے کا قیام ہوتا ہے، اس لیے اولاد کے ساتھ غایت درجہ محبت رکھنے کے ساتھ اسلام کی محبت اور برتری کو فوت نہیں ہونے دیتے، بلکہ اولاد کی محبت پر اسلام کی محبت کو غالب رکھتے ہیں، وہ بچے کی پرورش اسلام کے غلبہ کی غرض سے کرتے ہیں، بلکہ وقت آنے پر میدانِ جہاد میں اسے اسلام کے غلبے کے لیے قربان کر دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ○﴾ [1]

''آپ کہہ دیجیے کہ اگر تمہارے ماں باپ، بیٹے بیٹیاں، بھائی بند، بیویاں، کنبے کے لوگ، مال جو تم نے کمائے ہیں، تجارت جس کے خسارے سے تم ڈرتے ہو اور مکانات جن کو تم پسند کرتے ہو یہ سب کچھ تم کو اللہ اور اس کے رسول سے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پسند ہیں تو انتظار کرو جب تک اللہ (تمہاری ہلاکت کے لیے) اپنا حکم بھیجے اور اللہ بدکاروں کو توفیق خیر نہیں دیتا۔''

اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ اولاد، دیگر اقرباء اور مال وغیرہ کی محبت پر اللہ، رسول اور اسلام کی محبت کو غالب رکھنا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تین باتیں جس میں ہوں گی وہ ایمان کی حلاوت پا لے گا: اللہ و رسول اس کے لیے تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہوں، اور آدمی کسی سے صرف اللہ کے لیے محبت کرے اور کفر کی طرف بازگشت ایسے ہی ناپسند کرے جیسے جہنم میں ڈالا جانا ناپسند کرتا ہے۔'' [2]

---

[1] ۹/التوبة: ٢٤۔

[2] صحيح البخاری، كتاب الإيمان، باب حلاوة الإيمان، حديث: ١٦، ٢١، ٦٠٤١، ٦٩٤١ وصحيح مسلم: ٤٣ عن انس رضی اللہ عنہ۔

Marfat.com

نوزائیدہ بچہ اور مربی

شریعت اسلامیہ نے نومولود بچے کی تربیت کے متعلق تمام ضروری ہدایات دی ہیں، تاکہ مربی اپنی ذمہ داری کی ادائیگی اسلامی ہدایات کے اجالے میں کرے سب سے پہلے مربی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق اس تربیت کا خاکہ پیش کیا اور عمل کے ذریعہ اس کا اعلیٰ ترین نمونہ دکھلایا ہے۔

کسی مسلمان کے یہاں بچے کی پیدائش ہو تو اسے مبارک باد دینا اور اس کی مسرت میں شریک ہونا چاہیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ هُوَ قَآئِمٌ یُّصَلِّیْ فِی الْمِحْرَابِ ۙ اَنَّ اللّٰهَ یُبَشِّرُكَ بِیَحْیٰی﴾ [1]

''فرشتوں نے اسے (زکریا علیہ السلام) جب وہ اپنی نماز گاہ میں کھڑا تھا پکارا کہ خدا تجھے یحییٰ کی خوشخبری دیتا ہے۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصے میں ہے:

﴿وَ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِیْمَ بِالْبُشْرٰی قَالُوْا سَلٰمًا ...... وَ امْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَ مِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ یَعْقُوْبَ ○﴾ [2]

''ابراہیم کے پاس ہمارے فرشتے خوشخبری لے کر آئے تو انہوں نے ابراہیم کو سلام کیا ابراہیم نے سلام کا جواب دیا اور اس کی بیوی کھڑی یہ باتیں سن رہی تھی ہنس پڑی اور ہم نے اسے اسحاق کی خوشخبری دی اور اسحاق کے بعد یعقوب کی۔''

بچے کی پیدائش کے بعد نہلا دھلا کر اس کے دائیں کان میں اذان دی جائے اور بائیں کان میں تکبیر کہی جائے۔ [3]

---

[1] ۳/آل عمران:۳۹۔ [2] ۱۱/هود: ۶۹۔ ۷۱۔ [3] شعب الإيمان للإمام البيهقي: ۶/ ۳۹۰، ح: ۸۶۲۰ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے موضوع کہا ہے۔ السلسلة الضعيفة: ۱۳/ ۲۷۱، ح: ۶۱۲۱۔

Marfat.com

حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت حسن کی ولادت کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ان کے دائیں کان میں اذان کہی اور بائیں کان میں تکبیر۔

رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

((مَنْ وُلِدَ لَهُ مَوْلُودٌ فَأَذَّنَ فِي أُذُنِهِ الْيُمْنَىٰ وَأَقَامَ فِي أُذُنِهِ الْيُسْرَىٰ لَمْ تَضُرَّهُ أُمُّ الصِّبْيَانِ)) [1]

''کسی کے یہاں بچہ پیدا ہوا اور اس نے اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں تکبیر کہی تو اسے ام الصبیان کی بیماری نقصان نہ پہنچا سکے گی۔''

اس اصول کے فوائد

☆ بچے کی پیدائش پر مبارکباد اور اظہارِ مسرت سے باہم محبت اور خوشگوار تعلقات کی نشوونما ہوتی ہے۔

☆ دنیا میں آنے کے بعد یہ اسلامی شعار کی پہلی تلقین ہے جس طرح دنیا سے جاتے وقت کلمۂ توحید کی تلقین کی جاتی ہے۔

☆ بچے کے کان میں سب سے پہلے اللہ کی عظمت کی آواز گونجتی ہے۔

☆ اس کے کان میں شہادت کا رس گھولنا ہے جو اسلام میں داخل ہونے کا دروازہ ہے۔

☆ بچے کو خواہ اس کا شعور نہ ہو لیکن اس کے نرم دل پر اس کا اثر ثبت ہو سکتا ہے۔

☆ شیطان بچے سے دور اور بچہ اس کے وسوسوں سے محفوظ رہتا ہے۔

☆ اللہ، اس کی عبادت اور اسلام کی دعوت شیطان کی دعوت پر مقدم ہو جاتی ہے۔

---

[1] شعب الإيمان للإمام البيهقي: ٦/ ٣٩٠، حديث: ٨٦١٩ عن الحسين بن علي رضی اللہ عنہ۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے یحییٰ بن علاء اور مروان بن سالم کی وجہ سے موضوع کہا ہے۔ السلسلة الضعيفة: ١/ ٣٢٩، حديث: ٣٢١۔

Marfat.com

کھجور چبا کر منہ میں دینا

نوزائیدہ بچے کی تربیت کے متعلق یہ دوسرا اسلامی حکم ہے۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میرے یہاں ایک لڑکا پیدا ہوا، میں بچے کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں آیا، آپ نے اس کا نام ابراہیم رکھا، اسے کھجور چبا کر دی اور اس کے لیے برکت کی دعا فرمائی پھر میری گود میں دے دیا۔[1]

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کا ایک بچہ بیمار ہو گیا اور ان کی عدم موجودگی میں اس کا انتقال ہو گیا، واپس آئے تو اپنی بیوی حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا سے بچے کی خیریت دریافت کی، انہوں نے جواب دیا: پہلے سے بہتر ہے، پھر اسی شب میں میاں بیوی نے قربت کی، فراغت کے بعد بیوی صاحبہ نے کہا: بچے کو دفن کرنے کا انتظام کیجیے۔ صبح کو یہ واقعہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت سے سنایا تو آپ نے پوچھا کہ رات تم نے قربت کی ہے؟ کہا: جی ہاں، فرمایا: ((اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمَا)) ''اے اللہ! انہیں برکت عطا فرما''، چنانچہ ان کے یہاں بچہ پیدا ہوا۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ابو طلحہ نے بچے کو مجھے دیا، کچھ کھجوریں دیں اور کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے چلو، آپ نے بچے کو گود میں لیا، کھجوریں چبائیں پھر منہ سے نکال کر بچے کے منہ میں دیا اور انگلی سے نرمی کے ساتھ منہ میں گھمایا۔[2]

اگر کھجور حاصل نہ ہو تو کوئی میٹھی صحت بخش چیز جیسے شہد وغیرہ منہ میں دیا جائے، تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی مطابقت اور آپ کے فعل کی اقتدا ہو جائے۔ افضل یہ ہے کہ یہ کام تقویٰ شعار اور بزرگ لوگ انجام دیں تاکہ ان کے تقویٰ و صلاح کی وجہ سے بچے کے متعلق اچھی امید قائم کی جائے۔ اس تربیتی حکم کا ظاہری فائدہ یہ محسوس ہوتا ہے کہ اس سے منہ، زبان اور حلق کے دہانے کے پٹھے کھل کر متحرک ہو جاتے ہیں اور بچہ ماں کی چھاتی منہ میں لینے اور دودھ چوسنے کے لیے زیادہ بہتر طریقے پر تیار ہو جاتا ہے۔

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب من سمی بأسماء الأنبیاء، حدیث: ٦١٩٨، ٥٤٦٧ وصحیح مسلم: ٢١٤٥ عن ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ۔

[2] صحیح البخاری، کتاب العقیقة، باب تسمیة المولود...... حدیث: ٥٤٧٠، ١٣٠١ وصحیح مسلم: ٢١٤٤ عن انس رضی اللہ عنہ۔

Marfat.com

بچے کا سر منڈوانا

بچے کی پیدائش کے ساتویں دن اس کا سر منڈوانا اور بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کرنا چاہیے، رسول اللہ ﷺ نے اس تربیتی اصول پر خود عمل کیا ہے اور امت کے مربیوں کو اس کا حکم دیا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک بکری ذبح کر کے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا عقیقہ کیا اور حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے فرمایا: اس کا سر مُنڈ وادو اور اس کے بالوں کے برابر چاندی صدقہ کردو، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بالوں کا وزن کیا تو اس کا وزن ایک درہم یا اس سے کچھ کم تھا۔ [1]

رسول اللہ ﷺ نے ساتویں دن حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کا سر منڈوانے کا حکم دیا چنانچہ ان کا سر مونڈا گیا اور بالوں کے برابر چاندی صدقہ کی گئی۔ [2]

اس اصول کے فوائد

☆ سر کے مسامات کھل جاتے ہیں اور دیکھنے، سننے اور سونگھنے کے حواس کو تقویت ملتی ہے۔
☆ معاشرے میں اجتماعی کفالت کا ایک ذریعہ ہے۔
☆ رحم اور تعاون کا عملی ثبوت ہے۔
☆ غریبی دور کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔

بعض قوموں میں سر کے کچھ حصوں کے منڈوانے اور ترشوانے کا رواج ہے یہ غیر مفید اور اسلامی تربیت کے مزاج کے خلاف ہے، رسول اللہ ﷺ نے صراحت سے اس سے منع فرمایا ہے، آپ مسلمانوں کو معاشرے میں ممتاز، صاحب وقار اور مخصوص اندازِ جمال کے ساتھ دیکھنا چاہتے ہیں اور یہ طریقہ اس معیار سے گرا ہوا ہے۔

---

[1] سنن الترمذی، کتاب الأضاحی، باب العقیقة بشاة، حدیث: ١٥١٩؛ السنن الکبریٰ للبیهقی: ٩/ ٣٠٤ ومصنف ابن ابی شیبة: ١٢/ ٣١٨، حدیث: ٢٤٧١٦ عن علی رضی اللہ عنہ۔ [2] السنن الکبریٰ للبیهقی: ٩/ ٢٩٩؛ إرواء الغلیل: ٤/ ٤٠٢، ٤٠٥، حدیث: ١١٧٥ عن انس رضی اللہ عنہ۔

Marfat.com

بچے کا نام

بچوں کا نام رکھنا عام انسانی عادت ہے جس سے وہ جانے پہچانے جاتے ہیں، اسلام نے اپنے تربیتی اصولوں میں اس کو اہمیت دی ہے اور اس سے متعلق کچھ ضروری ضابطے مقرر کیے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

((كُلُّ غُلَامٍ رَهِينَةٌ بِعَقِيقَتِهِ، تُذْبَحُ عَنْهُ يَوْمَ السَّابِعِ وَيُسَمَّى فِيهِ وَيُحْلَقُ رَأْسُهُ)) [1]

"ہر بچہ اپنے عقیقہ کے بدلے گروی ہے، ساتویں دن اس کی طرف سے جانور ذبح کیا جائے گا، اسی روز اس کا نام رکھا جائے گا اور اسی روز اس کا سر مونڈا جائے گا۔"

رسول اللہ ﷺ ایک حدیث میں فرماتے ہیں:

((وُلِدَ لِيَ اللَّيْلَةَ غُلَامٌ فَسَمَّيْتُهُ بِاسْمِ أَبِي إِبْرَاهِيمَ)) [2]

"آج رات ہمارے یہاں لڑکا پیدا ہوا ہے میں نے اس کا نام اپنے باپ ابراہیم کے نام پر رکھا ہے۔"

حضرت ابواسید رضی اللہ عنہ کے لڑکے منذر کو پیدائش کے بعد آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لایا گیا، آپ نے بچے کو اپنی ران مبارک پر بٹھایا، پھر کسی اور چیز کی طرف متوجہ ہو گئے، لوگوں کے کہنے پر اسید رضی اللہ عنہ نے بچے کو آپ کی ران مبارک سے اٹھالیا پھر جب آپ ادھر متوجہ ہوئے تو پوچھا: بچہ کہاں ہے؟ اسید رضی اللہ عنہ نے کہا: اسے ہم نے اٹھالیا ہے۔ آپ نے پوچھا: اس کا نام کیا ہے؟ کہا: فلاں نام ہے۔ آپ نے فرمایا: "نہیں! اس کا نام منذر ہے۔" [3]

---

[1] سنن ابی داود، کتاب الضحایا، باب فی العقیقة، حدیث: ۲۸۳۸؛ سنن الترمذی: ۱۵۲۲ عن سمرة بن جندب رضی اللہ عنہ۔ [2] صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب رحمة الصبیان، حدیث: ۲۳۱۵؛ سنن ابی داود: ۳۱۲۶ ومسند احمد: ۳/ ۱۹۴ عن انس رضی اللہ عنہ۔ [3] صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب تحویل الاسم إلی أحسن منه، حدیث: ۶۱۹۱ وصحیح مسلم: ۲۱۴۹ عن سهل بن سعد رضی اللہ عنہ۔

Marfat.com

پہلی حدیث میں ساتویں دن نام رکھنے کا آپ ﷺ نے حکم دیا ہے، دوسری دو روایتوں سے معلوم ہوا کہ پہلے دن آپ ﷺ نے نام رکھا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ ساتواں دن متعین کرنے کے باوجود اس مسئلے میں وسعت رکھی گئی ہے، لہٰذا ساتویں دن سے پہلے بھی نام رکھا جاسکتا ہے، اسی طرح ساتویں دن کے بعد بھی۔

پسندیدہ نام

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ''عبداللہ اور عبدالرحمن اللہ تعالیٰ کو تمہارے ناموں میں سب سے زیادہ پسند ہیں۔'' [1]

آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے: ''تم قیامت میں اپنے اور اپنے آباء کے ناموں سے پکارے جاؤ گے، اس لیے اچھے نام رکھا کرو۔'' [2]

آپ ﷺ فرماتے ہیں: ''نبیوں کا نام رکھا کرو۔ اللہ کو سب سے زیادہ پسند نام عبداللہ اور عبدالرحمن ہے حارث (کارپرداز) ہمام (شجاع وسخی) اچھے نام ہیں اور حرب (جنگ) مرۃ (بخیل، تلخ) قبیح نام ہیں۔'' [3]

مربی بچے کے لیے اللہ کا پسندیدہ نام منتخب کرے یا ایسا نام رکھے جس میں اللہ کی توحید اور اس کی بندگی روشن ہو، یہی دونوں باتیں ہر زمانے میں مسلمانوں کی عظمت کا راز ہیں، اللہ کے پیغمبران دونوں باتوں کے خدائی راز داں تھے، اس لیے مربی بچے کا نام پیغمبروں کے نام پر رکھے اور ایسے اچھے نام بھی رکھے جاسکتے ہیں جو اسلامی عقیدے اور شریعت اسلامی کے مزاج کے مطابق ہوں جن سے یہ بات ہر شخص سمجھ لے کہ اس شخص کا تعلق ملت اسلامیہ کے ممتاز اور مخصوص دائرے سے ہے۔

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الأدب، باب النهی عن التکنی......، حدیث: ٢١٣٢ نیز دیکھیے: سنن ابی داود: ٤٩٤٩؛ مسند احمد: ٤/ ١٧٨ عن ابن عمر رضی اللہ عنہ۔ [2] سنن ابی داود، کتاب الأدب، باب فی تغییر الأسماء، حدیث: ٤٩٤٨ ومسند احمد: ٥/ ١٩٤ والسنن الکبریٰ للبیهقی: ٩/ ٣٠٦ عن ابی الدرداء۔ [3] سنن ابی داود، کتاب الأدب، باب فی تغییر الأسماء، حدیث؛ ٤٩٥٠ وسنن النسائی: ٣٥٩٥؛ مسند احمد: ٤/ ٣٤٥ عن ابی وهب الجشمی رضی اللہ عنہ۔

Marfat.com

ناپسندیدہ نام

رسول اللہ ﷺ ہمیشہ برے نام بدل دیا کرتے تھے۔ [1]

① رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ناموں کو انسان کے لیے سخت ناپسند فرماتے تھے اور اس کا مقصد توحید اور بندگی کو روشن کرنا تھا۔

حضرت ہانی اپنے خاندان کے لوگوں کے ساتھ آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں آئے۔ ان کے خاندان کے لوگ انہیں ابوالحکم کہتے تھے۔ آپ نے انہیں بلایا اور فرمایا: حکم تو اللہ کا نام ہے اور حکم کا حق اسی کا ہے تم نے ابوالحکم کنیت کیوں اختیار کی ہے؟ ہانی رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے خاندان میں جب کوئی تنازعہ پیدا ہوتا ہے تو یہ لوگ مجھ سے فیصلہ طلب کرتے ہیں اور میرے فیصلے پر دونوں فریق راضی ہو جاتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بہت خوب! تمہارے لڑکے ہیں؟'' ہانی رضی اللہ عنہ نے کہا: جی ہاں شریح، مسلم اور عبداللہ تین لڑکے ہیں آپ ﷺ نے پوچھا: ''سب سے بڑا کون ہے؟'' ہانی نے کہا: شریح، آپ ﷺ نے فرمایا: ''آج سے تم ابوشریح ہو۔'' [2]

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

((أَخْنَى الْأَسْمَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِنْدَ اللّٰهِ رَجُلٌ تُسَمَّى مَلِكَ الْأَمْلَاكِ)) [3]

''قیامت میں اللہ تعالیٰ کی نظر میں وہ شخص سب سے زیادہ بدترین ہوگا جو خود کو شہنشاہ کہلاتا ہے۔''

---

[1] سنن الترمذی، کتاب الأدب، باب ماجاء فی تغییر الأسماء، حدیث: ۲۸۳۹ عن عائشة رضي الله عنها السلسلة الصحیحة: ۱/ ۲۶، ۲۷، حدیث: ۲۰۷، ۲۰۸۔

[2] سنن ابی داود، کتاب الأدب، باب فی تغییر الاسم القبیح، حدیث: ٤٩٥٥؛ سنن النسائی: ۵۳۸۹؛ السنن الکبریٰ للبیهقی: ۱۰/ ۱٤۵ عن شریح عن أبیه هانئ۔ [3] صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب أبغض الأسماء إلى الله، حدیث: ٦۲۰۵، ٦۲۰٦ وصحیح مسلم: ۲۱٤۳ عن ابی هریره رضي الله عنه۔

Marfat.com

آپ ایسے نام بدل دیتے تھے جن میں توحید کی خلاف ورزی ہو اور انسان کی بندگی کا رشتہ اللہ کے سوا کسی اور کی طرف جوڑا گیا ہو، جیسے عبدالعزیٰ (عزی (بت) کا بندہ) عبدالکعبہ (کعبہ کا بندہ) عبدالنبی (نبی کا بندہ) اس طرح کے نام حرام ہونے پر پوری امت کا اتفاق ہے۔ [1]

② حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایک بچی کا نام عاصیہ (نافرمان) تھا، رسول اللہ ﷺ نے اس کا نام جمیلہ (پاکیزہ) رکھا۔ [2]

رسول اللہ ﷺ نے یہ نام بدل کر اچھے نام رکھے عاصی (نافرمان) عزیز (سخت گیر)، عتلہ (متشدد) شیطان، حکم، غراب (کوا) حباب (ایک سانپ) آپ نے حرب کا نام سلم (صلح وامن) سے بدل دیا مضطجع (لیٹنے والا) کا نام منبعث (اٹھنے والا) رکھا، بنی الزنیہ اور بنی مغویۃ (حق سے ہٹے ہوئے) قبیلوں کا نام بنی رشدہ (ہدایت یافتہ) رکھا۔ [3]

آپ نے ایسے نام بھی بدل دیئے جو آدمی کو احساس کمتری میں مبتلا کردیں یا جن سے تشبہ ظاہر ہوتا ہو۔

حضرت سعید بن مسیّب رحمہ اللہ کے دادا آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آئے۔ آپ نے پوچھا: ''تمہارا کیا نام ہے؟'' انہوں نے کہا: حزن (سخت زمین) آپ نے فرمایا: ''آج سے تمہارا نام سہل (نرم زمین) ہے۔'' انہوں نے کہا: جو نام میرے باپ نے رکھا ہے میں اسے کیسے بدل دوں سعید رحمہ اللہ کہتے ہیں: آخر کار یہ حزونت (سختی) ہم میں بعد میں باقی ہی رہی۔ [4]

---

[1] المستدرك على الصحيحين للحاكم: ٣/ ٣٠٦۔

[2] صحيح مسلم، كتاب الأدب، باب استحباب تغيير الاسم القبيح إلى حسن......، حديث: ٢١٣٩ وسنن ابی داود: ٤٩٥٢؛ سنن الترمذی: ٢٨٣٨ عن ابن عمر رضی اللہ عنہما۔ [3] سنن ابی داود، كتاب الأدب، باب فی تغيير الاسم القبيح، حديث: ٤٩٥٦ نیز دیکھئے: صحيح البخاری: ٦١٩٠، ٦١٩٣ ومسند احمد: ٥/ ٤٣٣ عن سعيد بن المسيب۔ [4] صحيح البخاری، كتاب الأدب، باب اسم الحزن، حديث: ٦١٩٠، ٦١٩٣ وسنن ابی داود: ٤٩٥٦ عن سعيد بن المسيب عن أبيه۔

Marfat.com

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی سے پوچھا: تمہارا کیا نام ہے اس نے کہا جمرۃ (چنگاری) کس کے بیٹے ہو؟ کہا ابن شہاب کا (آگ کی چمک) کس قبیلے سے ہو؟ کہا حرقہ سے (حرارت) کہاں رہتے ہو؟ کہا حرۃ النار میں (سیاہ کنکریلی جھلسی ہوئی زمین) کس حصے میں؟ کہا ذات لظی میں (آگ یا اس کی لپٹ) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اپنے اہل خاندان کو بچاؤ وہ ہلاک ہوگئے اور جل گئے چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جیسا کہا تھا ویسا ہی ہوا۔ [1]

یا اس طرح کے نام جیسے ہیام (مجنون) ہیفاء (نازک) نہاد (شباب) سوسن، میادہ (خرام ناز) حسینہ اور بے نظیر وغیرہ۔

قرآن میں یہ بات وضاحت سے کہی گئی ہے کہ بچے کی نسبت باپ کی طرف ہوگی نہ کہ ماں کی طرف، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ﴾ [2]

"تم ان کو ان کے والدوں کے نام سے بلایا کرو، اللہ کے ہاں یہ بڑی انصاف کی بات ہے۔"

اس سے قبل حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت اور دیگر روایات گزر چکی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ والد خود نام رکھا کرتے تھے، مربی کے لیے نام رکھنے کے اس پہلو پر توجہ رکھنی ضروری ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر بچے کا نام محمد یا احمد رکھا جا سکتا ہے، آپ نے فرمایا ہے: ((تَسَمَّوْا بِاسْمِي)) "میرے نام پر اپنے بچوں کا نام رکھو۔" البتہ آپ کی کنیت ابوالقاسم کے متعلق علماء امت کے کئی آرا ہیں، ایک رائے یہ ہے کہ امت کے لیے یہ کنیت رکھنا جائز نہیں، دوسری رائے یہ ہے کہ جائز ہے، تیسری رائے ہے کہ ایک ہی بچے کا نام محمد اور کنیت ابوالقاسم دونوں رکھنا ناجائز ہے، چوتھی رائے یہ ہے کہ آپ کی زندگی میں کنیت رکھنا ناجائز تھا آپ کی وفات کے بعد کوئی حرج نہیں۔ اس سلسلے میں وارد احادیث یہ ہیں:

---

[1] موطا امام مالك، كتاب الاستيذان، باب ما يكره من الأسماء: ٤/ ٤٦٦، حديث: ١٩٦١ ومصنف عبدالرزاق: ١١/ ٣٤، حديث: ١٩٨٦٤ عن عمر بن الخطاب۔ [2] ٣٣/الاحزاب: ٥۔

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((تَسَمَّوا بِاسْمِي وَلَا تَكَنَّوا بِكُنْيَتِي)) [1]

''میرا نام رکھو لیکن میری کنیت مت رکھو۔''

ایک عورت رسول ﷺ کے پاس آئی اور اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! میرے یہاں ایک بچہ پیدا ہوا ہے میں نے اس کا نام محمد اور کنیت ابو القاسم رکھی ہے، بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ آپ اسے ناپسند فرماتے ہیں، آپ نے فرمایا:

((مَا الَّذِي أَحَلَّ اِسْمِي وَحَرَّمَ كُنْيَتِي؟)) [2]

''کس نے میرا نام جائز اور کنیت ناجائز کر دی؟''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بہن کے لڑکے محمد بن اشعث کی کنیت ابو القاسم تھی۔ [3]

امام زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے چار صحابہ کے بیٹوں کو دیکھا کہ ان کا نام محمد اور کنیت ابو القاسم ہے۔ [4]

ایک روایت میں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

((مَنْ تَسَمَّى بِاسْمِي فَلَا يَتَكَنَّى بِكُنْيَتِي، وَمَنْ تَكَنَّى بِكُنْيَتِي فَلَا يَتَسَمَّى بِاسْمِي)) [5]

''جو شخص میرا نام رکھے وہ میری کنیت نہ رکھے اور جو میری کنیت رکھے وہ میرا نام نہ رکھے۔''

---

[1] صحيح البخاري، كتاب المناقب، باب كنية النبي ﷺ، حديث: ٣٥٣٨، ٣١١٤ وصحيح مسلم: ٢١٣٣ عن جابر رضي الله عنه۔ [2] سنن ابى داود، كتاب الأدب، باب فى الرخصة فى الجمع بينهما، حديث: ٤٩٦٨ والسنن الكبرىٰ للبيهقى: ٩/ ٣٠٩، ٣١٠ عن عائشة رضي الله عنها۔ [3] مصنف ابن ابى شيبة، كتاب الأدب، باب من رخص أن يكنى بأبى القاسم: ١٣/ ٢٤٦، حديث: ٢٦٤٣٣۔ [4] التاريخ الكبير لابن ابى خيثمة: ١/ ٢٩٢، حديث: ٨١٠ ۔ [5] سنن ابى داود، كتاب الأدب، باب فيمن رأى أن لا يجمع بينهما، حديث: ٤٩٦٦ ومسند احمد: ٣/ ٣١٣ عن جابر رضي الله عنه۔

Marfat.com

ایک روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا:

((لَا تَجْمَعُوا بَیْنَ اِسْمِی وَ کُنْیَتِی)) [1]

''میرے نام اور کنیت کو اکٹھا نہ کرو۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا:

اِنْ وُلِدَلِی بَعْدَكَ وَلَدٌ اُسَمِّیْهِ بِاِسْمِكَ وَ اُكَنِّیْهِ بِكُنْیَتِكَ؟

قَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ: ((نَعَمْ)) [2]

آپ کے بعد اگر میرے یہاں لڑکا پیدا ہو تو اس کا نام اور کنیت آپ کے نام اور کنیت پر رکھوں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں۔''

احادیث پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ چوتھی رائے زیادہ درست ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: رسول اللہ کو یہ بات اپنی زندگی میں ناپسند تھی کہ کوئی محمد نام اور ابوالقاسم کی کنیت سے کسی کو پکارے اور آپ متوجہ ہو جائیں، لیکن اب وفات کے بعد اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ [3]

لہٰذا مربی اپنے بچے کا نام محمد اور کنیت ابوالقاسم رکھ سکتا ہے اور یہ اس حدیث کے مطابق ہے جس میں نبیوں کے نام پر بچوں کا نام رکھنے کا حکم دیا ہے۔

گھر ایک تربیت گاہ

پیدائش کے بعد بچہ گھر میں پرورش پاتا ہے، یہاں اسے پیار اور محبت کی وہ انمول چیز ملتی ہے جو دنیا میں کہیں اور نہیں ملتی، یہیں اسے بولنا اور چلنا پھرنا آتا ہے، گھر کے بڑے رکن اور رہنما والدین ہوتے ہیں، بچے کا سب سے زیادہ تعلق انہی سے اور ان دونوں میں

---

[1] المصنف لابن ابی شیبة، کتاب الأدب، باب فی الجمع بین کنیة النبی ﷺ واسمه: ١٣/ ٢٥٣، حدیث: ٢٦٤٤٨ عن عبدالرحمن بن ابی عمره عن عمه۔

[2] سنن ابی داود، کتاب الأدب، باب فی الرخصة فی الجمع بینهما، حدیث: ٤٩٦٧ والسنن الکبریٰ للبیهقی: ٩/ ٣٠٩۔

[3] مصنف ابن ابی شیبة، کتاب الأدب، باب من رخص أن یکنی بأبی القاسم: ١٣/ ٢٤٧، حدیث: ٢٦٤٣٤ والسنن الکبریٰ للبیهقی: ٩/ ٣٠٩۔

Marfat.com

ماں سے زیادہ ہوتا ہے، اس لیے گھر کو ایک تربیت گاہ بنانا انہی کا فریضہ ہے، اس گھر کی چمن بندی ایسے سلیقے اور اصول سے کی جائے کہ اس میں نشو ونما پانے والا بچہ پوری فرحت کے ساتھ ''سچے مسلمان'' اور ''معیاری انسان'' کی منزل کی طرف رواں دواں رہے۔

مربی کا فریضہ ہے کہ گھر کے جملہ امور میں اسلامی مزاج اور آداب و کردار غالب رکھے، گھر کے چھوٹے بڑے ارکان سنت وشریعت کے رنگ میں رنگے ہوں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ ﴾ [1]

''اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے متعلقین کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔''

رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

((وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِيْ اَهْلِهِ وَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ فِيْ بَيْتِ زَوْجِهَا وَ مَسْئُوْلَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا)) [2]

''اور مرد اپنے گھر والوں کا نگہبان ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا، اور عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگہبان ہے، اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔''

آپ کا فرمان مبارک ہے:

((عَلِّمُوْا اَوْلَادَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمُ الْخَيْرَ وَاَدِّبُوْهُمْ)) [3]

''اپنے بچوں اور گھر والوں کو بھلائیاں سکھلاؤ اور انہیں اچھا ادب دو۔''

---

[1] ٦٦/التحريم:٦۔

[2] صحيح البخاری، كتاب الجمعة، باب الجمعة فی القری والمدن، حديث: ٨٩٣، ٢٤٠٩، ٢٥٥٤، ٢٥٥٨، ٢٧٥١، ٥١٨٨، ٥٢٠٠، ٧١٣٨ وصحيح مسلم: ١٨٢٩ عن ابن عمر رضی اللہ عنہما۔

[3] دیکھئے المستدرك للحاكم: ٢/ ٤٩٤۔ عن علی رضی اللہ عنہ۔

Marfat.com

گھر کے جملہ افراد کا اسلامی مزاج و کردار اور آدابِ سنت وشریعت کا حامل ہونا وہ صحت بخش آب وہوا ہے جو والدین کی فطری محبت کے چمن زار میں ان بہشتی پھولوں کو شادابی اور نشوونما دیتی ہے۔

پرسکون ماحول

مربی کی ذمہ داری ہے کہ گھر کے ماحول کو خوشگوار، پاکیزہ اور کشمکش سے دور رکھے، لطف ومحبت اور اطمینان سے گھر کی فضا معمور ہو تو قدرتی طور پر بچے کے نازک دل ودماغ اور بدن پر اس کا عکس جمیل اترے گا، اس کی ننھی شخصیت نفسیاتی امراض اور پیچیدگیوں، کینے اور قلق کے زہریلے اور دائمی اثرات سے محفوظ رہے گی، رسول اللہ ﷺ اس کو بڑی اہمیت دیتے تھے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِیَسْكُنَ اِلَیْهَا﴾ [1]

"وہ معبود برحق ہے جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کی بیوی بنائی تا کہ وہ بیوی کے ساتھ تسلی پائے۔"

نیز ارشاد فرمایا:

﴿وَ مِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَیْهَا وَ جَعَلَ بَیْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً﴾ [2]

"اور اس کی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس نے تمہاری جنس سے تمہارے لیے بیویاں پیدا کیں تا کہ تم ان کے ساتھ انس حاصل کرو اور اس نے تم میں پیار اور رحم پیدا کیا ہے۔"

---

[1] ۷/الاعراف:۱۸۹۔

[2] ۳۰/الروم: ۲۱۔

Marfat.com

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر تشریف لائے، دیکھا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ سے بڑی بلند آواز اور برہمی سے بات کررہی ہیں، اور آنحضرت سر ڈالے ہوئے مسکرا رہے ہیں، وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف مارنے کے لیے لپکے لیکن آنحضرت بیچ میں آگئے، پھر حضرت ابوبکر کے چلے جانے کے بعد آپ نے فرمایا: آج میں نے تمہارے باپ سے تمہیں کس طرح بچایا! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے تلخ کلامی پر اظہار ندامت کیا، پھر حضرت ابوبکر آئے تو دیکھا کہ میاں بیوی اپنے گھر میں خوب شاداں و فرحاں ہیں، کہا: اللہ کے رسول! میں اس دن آپ کے جھگڑے میں شریک ہوا تھا آج مجھے اپنی خوشی میں شریک فرمالیجیے۔ آپ نے فرمایا: ''ضرور ضرور۔'' [1]

حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کو ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کچھ گھریلو شکایات پیدا ہوئیں اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں تشریف لے گئیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی پیچھے ہو لیے کہ مبادہ آپ اگر ناراض ہوگئے تو دنیا اور آخرت سب خراب ہوجائے گی اور جا کر دروازے سے لگ گئے، فاطمہ رضی اللہ عنہا نے باپ سے اپنے غم کا رونا رویا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بے انتہا محبت تھی اور ان کی تکلیف سے آپ بے چین ہوجاتے تھے، لیکن آپ نے انہیں سمجھایا کہ بیٹی! اس طرح کے واقعات ہر گھر میں ہوتے ہیں، انہیں برداشت کرنا چاہیے۔ کون شوہر ہے جو بیوی کی ہر بات پر خاموش رہے۔ میں نے جس جوان سے تمہاری شادی کی ہے وہ قریش کے نوجوانوں میں بہتر ہے، آپ نے انہیں گھر واپس جانے کی نصیحت فرمائی، حضرت علی رضی اللہ عنہ بہت متاثر ہوئے اندر آگئے اور کہا: اب میں تمہیں کوئی تکلیف نہیں دوں گا۔ [2]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر کی فضا خوشگوار رکھنے کے لیے ازواج مطہرات کے یہاں رات گزارنے کے لیے باری مقرر فرماتے تھے، اس کے ساتھ ساتھ تمام ازواج کے گھر روزانہ

---

[1] سنن ابی داود، کتاب الأدب، باب ما جاء فی المزاح، حدیث: ٤٩٩٩ ومسند احمد: ٤/ ٢٧٢ والسنن الکبریٰ للنسائي: ٧/ ٤٤٧، ح: ٨٤٤١، ٨/ ٢٥٦، ح: ٩١١٠ عن النعمان بن بشیر۔

[2] الطبقات لابن سعد: ٨/ ٢٦ عن عمرو بن سعید۔

Marfat.com

تھوڑی دیر کے لیے تشریف لے جاتے تھے پھر اخیر میں جس بیوی کی باری ہوتی وہاں تشریف لے جاتے، وہاں تمام بیویاں تشریف لاتیں اور دیر تک انس ومحبت کا ماحول قائم رہتا، پھر سب بیویاں اپنے اپنے گھر چلی جاتیں۔ [1]

آپ نے اپنی پاکیزہ اور عادلانہ معاشرت سے ان کے دلوں کو کینے اور کشمکش سے پاک کر دیا تھا، اگر کبھی اس طرح کے واقعات ہو جاتے تو بڑی دانشمندی سے ان کا تدارک فرما دیتے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر جب تہمت لگائی گئی تو تمام ازواج مطہرات نے صاف دلی کا مظاہرہ کیا، جس کے لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا خصوصی طور سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے لیے کلمۂ شکر کہتی تھیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پوچھنے پر حضرت زینب نے صاف طور پر کہا تھا کہ یہ تہمت ہے۔ [2]

گھر کی یہی عادلانہ، خوشگوار اور پرکیف فضا بچے کی ذہنی، جسمانی اور نفسیاتی نشوونما اور صحت کے لیے ضروری اور سازگار ہوتی ہے، مربی کو اسے بنیادی اہمیت دینی چاہیے۔

ایک شخص حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس اپنی بیوی کی تلخ مزاجی کی شکایت لے کر گیا، اتفاق سے خلیفہ کی بیوی عاتکہ گھر میں ان سے برہمی سے کلام کر رہی تھیں، وہ شخص دروازے سے لوٹنے لگا، اتنے میں خلیفہ باہر آئے اور اس آدمی کو بلا کر غرض پوچھی، اس نے کہا: جس بات کی شکایت لے کر میں آپ کے پاس آیا تھا آپ کو خود اس میں مبتلا دیکھا اس لیے لوٹ جانا چاہا۔ خلیفۃ المسلمین نے کہا: بھئی یہ عورتیں تمہارے گھروں کی نگہداشت اور تمہارے بچوں کی پرورش و پرداخت کرتی ہیں اس لیے ان کی باتوں کو برداشت کر لینا چاہیے۔

---

[1] سنن ابی داود، کتاب النکاح، باب فی القسم بین النساء، حدیث: ۲۱۳۵؛ السنن الکبریٰ للبیهقی: ۷/ ۷٤، ۳۰۰ عن عائشة رضی اللہ عنہا؛ السلسلة الصحیحة: ۳/ ٤٦٦، ح: ۱٤۷۹۔

[2] صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب﴿لَوْ لَآ إِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ......﴾ حدیث: ٤۷۵۰، ٤۷۵۷؛ صحیح مسلم: ۲۷۷۰، عن عائشة رضی اللہ عنہا۔

Marfat.com

اقرباء کے خوشگوار تعلقات

جس طرح والدین کے خوشگوار تعلقات بچے کی ہمہ جہتی تربیت کے لیے ضروری ہیں اسی طرح گھر کے دیگر اعزہ واقرباء کے ساتھ عادلانہ پاکیزہ تعلقات بھی ضروری ہیں۔ بچے کے بھائی، بہن، چچا، پھوپھی، دادا، دادی، نانا، نانی، ماموں، خالہ وغیرہ بچے کے لیے والدین کی طرح فطری محبت کا جذبہ رکھتے ہیں، تعلقات کی ناخوشگواری بچے کو اس محبت سے محروم کر دیتی ہے آگے چل کر بچہ بھی انہیں محبت سے محروم کر دیتا ہے جس سے خاندانی نظام میں بگاڑ گھر کر لیتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کے تعلقات کو ہمیشہ خوشگوار رکھنے کی کوشش فرماتے تھے، ایک دفعہ علی رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے۔ اس وقت میاں بیوی میں رنجش تھی، آپ نے صلح صفائی کرا دی اور پھر بہت ہی خوش خوش باہر نکلے، لوگوں نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا: ''میں نے ان میں مصالحت کرا دی ہے۔'' [1]

آپ کی بیٹی زینب رضی اللہ عنہا کے شوہر ابو العاص رضی اللہ عنہ جنگ بدر میں قیدی بن کر آئے، ان کے فدیے کے لیے حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اپنا وہ ہار بھیجا جسے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے انہیں جہیز میں دیا تھا، وہ ہار دیکھ کر رسول اللہ ﷺ کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔ آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ اگر تمہاری رائے ہو تو یہ ہار زینب کو لوٹا دیا جائے، صحابہ کرام نے اس کو بخوشی منظور کر لیا۔ [2]

آنحضرت ﷺ جب سفر پر تشریف لے جاتے تو سب سے آخر میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے رخصت ہوتے پھر واپس ہوتے تو ان کے گھر تشریف لے جاتے، یہ آپ کا معمول گرامی تھا۔ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے گھر کے دروازے پر پردہ لٹکایا اور حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو چاندی کے کنگن پہنا دیے، آپ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ملاقات کیے بغیر واپس ہو گئے، فاطمہ کو محسوس ہو گیا، انہوں نے پردہ چاک کر دیا اور بچوں کے ہاتھ سے کنگن نکال دیے، بچے روتے ہوئے آپ کے پاس آئے، آپ نے وہ کنگن بازار

---

[1] الطبقات لابن سعد: ۸/ ۲۶۔ [2] مسند احمد: ۶/ ۲۷۶ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا۔

Marfat.com

بھجوادیئے اور فرمایا ان کے بدلے ہاتھی دانت کے کنگن لے آؤ۔ 1

ایک دفعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھانجے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے ناراض ہوکر قسم کھالی کہ اس سے گفتگو نہیں کریں گی، حضرت عبداللہ کی طلب معافی کے بعد صفائی ہوگئی، عائشہ رضی اللہ عنہا صدیقہ کو جب یہ قسم یاد آتی تھی تو زار زار رونے لگتی تھیں۔ 2

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت زینب کے متعلق فرماتی ہیں کہ میں نے دینداری، تقویٰ شعاری سچائی اور صلح رحمی میں زینب سے بڑھ کر کسی عورت کو نہیں دیکھا۔ 3

حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہما کا حبشہ میں انتقال ہوا اور مکہ میں مدفون ہوئے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھائی کی محبت سے بیتاب ہوکر قبر پر تشریف لے گئیں اور انتہائی محبت کا اظہار فرمایا۔ 4

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بھائی زید رضی اللہ عنہ غزوۂ یمامہ میں شہید ہوگئے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ پروا ہوا چلتی ہے تو مجھے زید کی خوشبو آتی ہے۔ 5

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے بچوں سے کہتے تھے: الگ الگ کھیلو ورنہ جھگڑا ہوگا اور قطع رحمی کروگے۔ 6

---

1 سنن ابی داود، کتاب الترجل، باب الانتفاع بالحاج، حدیث: ٤٢١٣ ومسند احمد: ٥/ ٢٧٥ والسنن الکبریٰ للبیهقی: ١/ ٢٦ والمعجم الکبیر للطبرانی: ٢/ ١٠٣، حدیث: ١٤٥٣ عن ثوبان رضی اللہ عنہ۔

2 صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب فی الهجرة، حدیث: ٦٠٧٣، ٦٠٧٤، ٦٠٧٥ والسنن الکبریٰ للبیهقی: ٦/ ٦١، ٦٢ عن عائشة رضی اللہ عنہا۔

3 صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فی فضائل عائشه رضی اللہ عنہا، حدیث: ٢٤٤٢ وسنن النسائی: ٣٣٩٦ عن عائشة رضی اللہ عنہا۔

4 سنن الترمذی، کتاب الجنائز، باب فی زیارة القبور للنساء، حدیث: ١٠٥٥؛ ومصنف عبدالرزاق: ٣/ ٥١٧، حدیث: ٦٥٣٥؛ عن ابی ملیکة، وإرواء الغلیل للألبانی: ٣/ ٢٣٤، حدیث: ٧٧٥۔

5 اسد الغابة: ٢/ ٢٢٩۔

6 الادب المفرد، باب التفرقة بین الاحداث، حدیث: ٤١٥؛ عن سالم بن عبداللّٰه عن ابیه۔

Marfat.com

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیوی عاتکہ رضی اللہ عنہا روزے کے ایام میں محبت سے آپ کے سر کا بوسہ لیتی تھیں۔ 1

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسواک دھویا کرتی تھیں۔ 2

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب احرام باندھتے یا کھولتے تو آپ کے جسم میں خوشبو ملتی تھیں۔ 3

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو کھجور کے کچھ درخت دیئے تھے لیکن ان پر ان کا قبضہ نہیں ہوا تھا۔ انتقال کے وقت انہوں نے فرمایا: بیٹی! اگر تمہارا اس پر قبضہ ہوتا تو وہ تمہارا تھا لیکن اب وہ وراثت میں داخل ہو گیا ہے، اسے کتاب اللہ کے مطابق تقسیم کر ڈالو۔ اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے دو بھائی اور دو بہنیں تھیں، فرماتی ہیں: اگر اس سے بھی زیادہ مال ہوتا تو میں اسے ترک کر دیتی۔ 4

حضرت لقیط رضی اللہ عنہ بن صبرہ آپ کی خدمت میں آئے اور اپنی بیوی کی بدکلامی کا شکوہ کیا، آپ نے فرمایا: اسے طلاق دے دو۔ کہا: اللہ کے رسول! ایک عرصے کا ساتھ ہے اور ایک بچہ بھی ہے، آپ نے فرمایا۔ ''اسے بھلے طریقے سے سمجھاؤ اور لونڈیوں کی طرح مت مارو۔'' 5

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

((خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِاَهْلِهٖ وَاَنَا خَيْرُكُمْ لِاَهْلِيْ)) 6

---

1 موطا امام مالك، كتاب الصيام، باب ماجاء فى الرخصة فى القبلة للصائم: ٢/ ٣١٩، حديث: ٧٠٣ عن يحيىٰ بن سعيد ومصنف عبدالرزاق: ١/ ١٣٥، حديث: ٥١٢ عن عبدالله بن عمر رضي الله عنه۔

2 سنن ابى داود، كتاب الطهارة، باب غسل السواك، حديث؛ ٥٢ والسنن الكبرىٰ للبيهقى: ١/ ٣٩ عن عائشة رضي الله عنها۔

3 صحيح البخارى، كتاب الحج، باب الطيب عن الإحرام......، حديث: ١٥٣٩، ١٧٥٤، ٥٩٢٢ وصحيح مسلم: ١١٨٩ عن عائشة رضي الله عنها۔

4 مصنف عبدالرزاق: ٩/ ١٠١، حديث: ١٦٥٠٧ عن عائشة رضي الله عنها۔

5 سنن ابى داود، كتاب الطهارة، باب فى الاستنثار، حديث: ١٤٢ عن لقيط بن صبرة رضي الله عنه۔

6 سنن الترمذى، كتاب المناقب، باب فضل أزواج النبى صلى الله عليه وسلم، حديث: ٣٨٩٥ عن عائشة رضي الله عنها وسنن ابن ماجه: ١٩٧٧ عن ابن عباس السنن الكبرىٰ للبيهقى: ٧/ ٤٦٨ عن عائشة رضي الله عنها۔

Marfat.com

''تم میں بہتر شخص وہ ہے جو اپنے اقرباء کے لیے بہتر ہو اور میں اپنے اقرباء کے لیے تم میں سب سے بہتر ہوں۔''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کی ایک لونڈی نے شکایت کی وہ ہفتے کے دن کی عزت کرتی ہیں اور یہودیوں کو تحائف دیتی ہیں، حضرت عمر نے دریافت کیا تو کہا: اللہ نے جب سے جمعہ جیسا دن عطا کیا ہفتے کے دن کی عزت میں نے ترک کردی اور یہود سے میری قرابت ہے اس لیے میں انہیں تحائف دیتی ہوں۔ [1]

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ﴾ [2]

''قرابت دار کو اس کا حق ادا کرو۔''

ایک جگہ ارشاد فرمایا:

﴿قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَیْرٍ فَلِلْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ﴾ [3]

''کہہ دو کہ جو بھلی چیز تم خرچ کرو تو وہ والدین اور اقرباء کے لیے ہے۔''

ایک جگہ ارشاد فرمایا:

﴿وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّذِی الْقُرْبٰى﴾ [4]

''اور ماں باپ اور اقرباء کے ساتھ حسن سلوک کرنا۔''

ایک جگہ فرمایا:

﴿قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰى﴾ [5]

''اے نبی! کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس پر اس کے سوا کوئی بدلہ نہیں مانگتا کہ رشتہ میں محبت اور پیار کرو۔''

آپ ارشاد فرماتے ہیں: ''قرابت عرش الٰہی تھام کر کہتی ہے: جو مجھے جوڑے اسے

---

[1] الاستیعاب فی معرفة الأصحاب لابن عبدالبر: ٤/ ٤٢٧، حدیث: ٣٤٣٩۔

[2] ١٧/بنی اسرائیل: ٢٦۔

[3] ٢/البقرة: ٢١٥۔

[4] ٢/البقرة: ٢٦۔ [5] ٤٢/الشوری: ٢٣۔

Marfat.com

اللہ جوڑے رکھے اور جو مجھے توڑے اسے اللہ توڑ دے۔ ❶

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے: ''جو شخص چاہے کہ اس کی روزی میں برکت اور عمر میں درازی ہو وہ صلہ رحمی کرے۔'' ❷

آپ کا ارشاد ہے:

((صِلْ مَنْ قَطَعَكَ وَاعْفُ عَمَّنْ ظَلَمَكَ)) ❸

''جو قرابت توڑے تم اسے جوڑو اور جو ظلم کرے اسے معاف کردو۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص اقرباء کا حق ادا نہیں کرے گا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔'' ❹

ایک شخص اپنے اقرباء سے اچھا سلوک کرتا تھا لیکن اُدھر سے ان کا برتاؤ برعکس تھا۔ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا، آپ نے فرمایا: ''جب تک تم اپنا حسن سلوک جاری رکھو گے اللہ کی طرف سے تمہارے لیے ایک معاون رہے گا۔'' ❺

اسماء بنت ابوبکر کو عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ایک جائداد وراثت میں ملی تھی جسے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک لاکھ درہم میں خرید لیا تھا، اسماء رضی اللہ عنہا نے اپنے عزیز قاسم بن محمد اور ابن ابی عتیق کو پوری رقم ہبہ کردی۔ ❻

---

❶ صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب من وصل وصله الله، حدیث: ٥٩٨٨، ٥٩٨٩ عن ابی هریرہ رضی اللہ عنہ وصحیح مسلم: ٢٥٥٥ عن عائشة رضی اللہ عنہا۔ ❷ صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب من بسط له فی الرزق لصلة الرحم، حدیث: ٥٩٨٥، ٥٩٨٦ عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ وعن انس رضی اللہ عنہ۔ ❸ شعب الإیمان: ٦/ ٢٢٢، حدیث: ٧٩٥٧ عن انس رضی اللہ عنہ نیز دیکھیے: مسند احمد: ٤/ ١٤٨ عن عقبة بن عامر رضی اللہ عنہ۔ ❹ صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب اثم القاطع، حدیث: ٥٩٨٤؛ صحیح مسلم: ٢٥٥٦ عن جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ۔ ❺ صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب صلة الرحم وتحریم قطیعتها: ٢٥٥٨ عن ابی هریرة۔

❻صحیح البخاری، کتاب الهبة وفضلها والتحریض علیها، باب ٢٢ هبة الواحد للجماعة (قبل رقم: ٢٦٠٢)۔

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ایک ریشمی جوڑا عطا کیا۔ انہوں نے مکہ میں مقیم اپنے مشرک بھائی کو ہبہ کر دیا۔ [1]

مسطح بن اثاثہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عزیز تھے، یہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے کے جرم میں ملوث ہو گئے تھے، اس کے باوجود حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قرابت داری اور حسن سلوک وکفالت کا سلسلہ جاری رکھا۔ [2]

رسول اللہ ﷺ کے بیٹے ابراہیم رضی اللہ عنہ کو ام بردہ بنت منذر بن زید انصاری زوجہ براء بن اوس نے دودھ پلایا تھا، آپ نے ان کو ایک باغ عطا فرمایا تھا۔

حلیمہ رضی اللہ عنہا سے جنہوں نے بچپن میں آپ کو دودھ پلایا تھا آپ بڑی محبت رکھتے تھے۔ زمانہ نبوت میں ایک دفعہ آپ کے پاس آئیں تو آپ میری ماں کہہ کر لپٹ گئے۔

آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں: ''وہ صلہ رحمی کرنے والا نہیں ہے جو بطور بدلہ صلہ رحمی کرے بلکہ جو قطع رحمی کرے اس کے ساتھ صلح رحمی کرے۔'' [3] یعنی جو اقرباء قرابت کا حق نہ ادا کرتے ہوں ان کا حق ادا کرنا اصل میں صلہ رحمی ہے۔

تربیت میں پیار کی تاثیر

رسول اللہ ﷺ کے پیارے بیٹے ابراہیم رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ سے تین چار میل کے فاصلے پر عوالی میں ایک شخص کے یہاں زیر پرورش تھے، آپ وہاں پیدل تشریف لے جاتے، بچے کو گود میں لے کر منہ چومتے۔ [4]

---

[1] صحیح مسلم، کتاب اللباس والزینة، باب تحریم لبس الحریر......، حدیث: ٢٠٦٨؛ سنن ابی داود: ١٠٧٦ عن ابن عمر رضی اللہ عنہ۔ [2] صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب لولا اذ سمعتموه ظن المومنون والمؤمنات بأنفسهم خیرًا، حدیث: ٤٧٥٠؛ صحیح مسلم: ٢٧٧٠ عن عائشة رضی اللہ عنہا۔ [3] صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب لیس الواصل بالمکافی، حدیث: ٥٩٩١؛ سنن ابی داود: ١٦٩٧؛ سنن الترمذی: ١٩٠٨ عن عبداللّٰه بن عمرو رضی اللہ عنہ۔ [4] صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب رحمة الصبیان والعیال وتواضعیه وفضل ذلك، حدیث: ٢٣١٦؛ مسند احمد: ٣/ ١١٢ عن انس رضی اللہ عنہ۔

Marfat.com

آپ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے جاتے، ان سے فرماتے: ''میرے بچوں کو لاؤ۔'' پھر آپ حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو سینے سے چمٹا لیتے تھے۔ 1

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اپنے بچوں سے بہت پیار کرتی تھیں، انہوں نے عقبہ کی لونڈی سلمہ کو بچوں کی پرورش کے لیے مقرر کر رکھا تھا جو انہیں دودھ پلاتی اور کھلاتی تھی۔

اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ﴾ 2

''اور (اس دودھ پلانے کی مدت میں) ان کا کھانا کپڑا دستور کے مطابق باپ کے ذمہ ہے۔''

شیر خوارگی کے دور میں بچے کی جسمانی تربیت سب سے زیادہ اہم ہے، اسلام نے خصوصیت سے والدین پر یہ ذمہ داری عائد کی ہے تاکہ بچہ صحت مند اور قوی ہو اور آگے چل کر اپنی ذمہ داریاں بھرپور طریقے سے انجام دے سکے، آیت بالا میں اللہ تعالیٰ نے گھر والوں اور بچے کے خورد و نوش اور لباس وغیرہ کی ذمہ داری باپ کے سر ڈالی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ''ایک دینار تم نے راہ خدا میں خرچ کیا۔ ایک دینار غلام یا لونڈی آزاد کرنے میں اور ایک دینار کسی مسکین پر صدقہ کیا اور ایک دینار اپنے گھر والوں اور بچوں پر خرچ کیا، ان میں سب سے زیادہ ثواب اس دینار کا ہے جو اہل خانہ اور بچوں پر صرف ہوا ہے۔'' 3

جس طرح بچوں کی پرورش اور ان پر خرچ کرنے کا بڑا اجر ہے ان پر تنگی رکھنے سے اتنا ہی بڑا گناہ بھی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

---

1 دیکھئے: سنن ابن ماجه، المقدمة، باب فضل الحسن والحسين ابني على بن ابى طالب، حديث: ١٤٢ عن ابى هريرة رضی اللہ عنہ۔

2 ٢/البقرة: ٢٣٣۔

3 صحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب فضل النفقة على العيال......، حديث: ٩٩٥/ ٩٩٤ عن ثوبان رضی اللہ عنہ وابى هريرة رضی اللہ عنہ؛ مسند احمد: ٥/ ٢٧٧ عن ابى هريرة؛ سنن ابن ماجة: ٢٧٦٠ عن ثوبان رضی اللہ عنہ؛ السنن الكبرىٰ للبيهقى: ٧/ ٤٦٧ عن ابى هريرة، ٤/ ١٧٨ عن ثوبان رضی اللہ عنہ۔

Marfat.com

((كَفٰى بِالْمَرْءِ اِثْمًا اَنْ يَّحْبِسَ عَنْ مَّنْ يَّمْلِكُ قُوْتَهٗ)) 1

"کسی کی روزی کا ذمہ دار شخص اگر اس کی روزی روک لے تو یہ اس کے گنہگار ہونے کے لیے کافی ہے۔"

ایک عورت نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: میرا پیٹ اس بچہ کا ظرف، میری چھاتی اس کا مشکیزہ اور میری گود اس کا گھروندا تھا، اب یہ شوہر مجھے طلاق دینے کے بعد بچے کو مجھ سے لے لینا چاہتا ہے، آپ نے فرمایا: "جب تک نکاح نہ کرلو بچے کی تم زیادہ حقدار ہو۔" 2

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے یہاں جب بچہ پیدا ہوتا تو اسے منگوا کر محبت سے سونگھتے تھے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے ایک بیوہ عورت سے شادی کی، آپ نے فرمایا: "کنواری سے کیوں نہ کی کہ تم اس سے کھیلتے وہ تم سے کھیلتی۔" جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: والد شہید ہو گئے اور چھوٹی بچیاں چھوڑ گئے اگر کم عمر عورت سے شادی کرتا تو نہ وہ انہیں ادب سکھا سکتی، نہ ان کی دیکھ بھال کرتی، بیوہ کو اس لیے پسند کیا تاکہ ان کی دیکھ بھال کرے، بالوں میں کنگھی کرے، سر کی جوئیں نکالے اور ان کی اصلاح کرے۔ 4

قریشی عورتوں کی فضیلت میں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

((نِسَاءُ قُرَيْشٍ أَحْنَاهُنَّ عَلَى وَلَدٍ فِي صِغَرِهِ وَاَرْعَاهُ عَلَى الزَّوْجِ فِي ذَاتِ يَدِهِ)) 5

---

1 صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب فضل النفقة على العيال، حدیث: ۹۹۶۔ نیز دیکھیے: سنن ابی داود: ۱۶۹۲ ومسند احمد: ۲/ ۱۶۰، ۱۹۳، ۱۹٤، ۱۹۵ عن عبداللّٰہ بن عمرو رضی اللہ عنہ۔ 2 سنن ابی داود، کتاب الطلاق، باب من أحق بالولد، حدیث: ۲۲۷٦؛ مسند احمد: ۲/ ۱۸۲؛ السنن الکبریٰ للبیہقی: ۸/ ٤ عن عبداللّٰہ بن عمرو رضی اللہ عنہ۔ 3 الطبقات الکبریٰ لابن سعد: ۳/ ۵۹ عن عمرو بن سعید رضی اللہ عنہ۔ 4 دیکھیے صحیح البخاری، کتاب النفقات، باب عون المرأة زوجها فی ولده، حدیث: ۵۳٦۷؛ صحیح مسلم: ۷۱۵ عن جابر رضی اللہ عنہ۔

5 صحیح البخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللّٰہ تعالیٰ: ﴿اذ قالت الملائکة یٰمریم ان اللّٰہ یبشرك ....﴾، حدیث: ۳٤۳٤؛ صحیح مسلم: ۲۵۲۵ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ۔

Marfat.com

''قریشی عورتیں عرب کی تمام عورتوں میں بچوں پر زیادہ شفیق اور شوہر کے مال و اسباب کی نگرانی کرنے والی ہیں۔''

عبدالرحمٰن بن حارث کہتے ہیں: میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بہتر مربی نہیں دیکھا، ان کے والد حارث کے انتقال کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی ماں فاطمہ بنت ولید سے نکاح کرلیا تھا اور عبدالرحمٰن کو بڑے لطف ومحبت سے پالا تھا۔ [1]

شیماء بنت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا آپ کی رضاعی بہن ہیں، یہ بچپن میں آپ کو بڑے محبت سے کھلایا کرتی تھیں اور تعریف کے اشعار گاتی تھیں، جنگ حنین میں جب گرفتار ہوئیں تو انہوں نے کہا: میں تمہارے پیغمبر کی بہن ہوں، آپ کی آنکھوں میں محبت کے آنسو چھلک پڑے، بیٹھنے کے لیے اپنے دست مبارک سے چادر بچھائی، کچھ اونٹ اور بکریاں مرحمت فرمائیں اور فرمایا کہ اگر چاہو تو میرے گھر چل کر رہو۔

---

[1] الطبقات الکبریٰ لابن سعد: ۵/۵۔

Marfat.com

جسمانی تربیت

اصول حفظانِ صحت

بچپن کے دور میں بچے کی جسمانی تربیت کا مسئلہ سب سے زیادہ توجہ کا مستحق ہے۔ عمر کے اس مرحلہ میں زیادہ تر جسمانی تربیت ہی سے سابقہ رہتا ہے، اس عہد کی مناسب تربیت آیندہ کی صحت مند نشوونما کے لیے اساس کی حیثیت رکھتی ہے، شریعت مطہرہ نے بچے کے حفظانِ صحت کے لیے مختلف پہلوؤں پر حاوی یقینی ضابطے مقرر کیے ہیں، ہم یہاں ایسے اصولوں کا تذکرہ کریں گے جن کا تعلق عہد طفلی یا مدرسہ کے بالکل ابتدائی دور سے ہے۔

خاندانی یا سماجی ذمہ داریوں کی ادائیگی، کارزارِ حیات میں دعوتِ دین کے فریضہ کی انجام دہی یا کسی نوع کے رفاہ خلق کے کام کرنے کے لیے جسمانی صحت کی اشد ضرورت ہوتی ہے۔ اس کے بغیر کاروبارِ جہان ٹھیک طور سے انجام نہیں پاتے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ قوی مومن ضعیف مومن سے بہتر ہے۔❋

اس حدیث پاک سے واضح ہے کہ اخلاقی اور روحانی طاقت کے ساتھ ساتھ اسلام مسلمانوں کو جسمانی اعتبار سے مضبوط اور زور آور دیکھنا چاہتا ہے تاکہ جہاد زندگانی میں وہ پامرد، باعزت اور کامیاب رہ سکیں۔

آج کے بچے کل کے باپ، سماجی کارکن، عالم دین، قائد ورہنما اور حاکم وشہر یار ہوتے ہیں، ہر بچے کو جسے اللہ تعالیٰ زندگی کی بہاریں دکھانا چاہتا ہو، دنیا میں کسی نہ کسی کام کے لیے ضرور پیدا کرتا ہے، اس لیے والدین اور مربی حضرات کی یہ ذمہ داری ہے کہ بچوں کی تربیت میں کوتاہی کا شکار نہ ہوں، عہد طفلی میں ان کی جسمانی تربیت پر پوری توجہ دیں، تاکہ کارگاہِ حیات میں قدم رکھنے کے وقت ان کو مضبوط جسم حاصل ہو اور وہ اپنے فرائض پوری خوبی کے ساتھ انجام دے سکیں۔

❋صحیح مسلم، کتاب القدر، باب الإیمان بالقدر والإذعان له، حدیث: ٢٦٦٤؛ سنن ابن ماجة: ٧٩، ٤١٦٨؛ مسند احمد: ٢/ ٣٦٦، ٣٧٠ عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ۔

Marfat.com

اگلے صفحات میں ہم مخصوص عنوانات کے تحت حفظان صحت کے ایسے اصول بتائیں گے جو بچوں کی جسمانی تربیت کے لیے نہایت ضروری ہیں، کتاب وسنت کے یہ اصول حفظان صحت امت مسلمہ میں چودہ سو سال سے تجربات اور عمل کے معیار سے گزر رہے ہیں، نوع انسانی نے صحت ومرض اور حفظان صحت کے متعلق جتنے تجربات کیے، جتنے علوم وفنون سیکھے اور ایجاد کیے مجموعی طور پر سب ان اسلامی ضوابطِ صحت کی تشریحات ہیں۔

خوشگوار آب وہوا

رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے کہ میں تم میں فصیح تر ہوں اس لیے کہ میرا خاندان قریش اور میری زبان بنی سعد کی ہے۔ [1]

بچپن میں آپ کی پرورش بنی سعد میں ہوئی تھی جو فصاحت وبلاغت میں بہت معروف خاندان تھا اور یہاں کی آب وہوا آپ کے لیے بہت خوشگوار تھی۔ [2]

آنحضرت ﷺ کی ولادت سے قبل اور آپ کے بعد عرب کے شہروں میں رہنے والے شرفاء کا دستور تھا کہ اپنے بچوں کی پرورش دیہاتوں میں کراتے تھے، جس کی ایک اہم غرض یہ بھی تھی کہ دیہات میں پرورش پا کر ان کی اصل قومی خصوصیات برقرار رہیں۔ خلفائے بنوامیہ شاہانہ شان وشوکت کے باوجود اپنے بچوں کی پرورش عرب کے دیہاتوں میں کراتے تھے۔

پاک وصاف پانی صحت کے لیے بہت ضروری چیز ہے اور ناصاف پانی بیماریوں کا گھر ہے، رسول اللہ ﷺ پاک وصاف پانی کا وصف یہ بیان فرماتے ہیں کہ جس کا رنگ بو اور مزہ بدلا نہ ہو۔ [3]

ایسے پانی کے ذریعے ہضم کا نظام ٹھیک رہتا ہے، آنتوں اور جسم کی اندرونی گندگیاں مختلف ذرائع سے خارج ہو جاتی ہیں، سارے بدن میں خون کا دوران قائم رہتا ہے اور جسم کی

---

[1] الطبقات الكبرىٰ لابن سعد: ١/ ١١٣۔

[2] رحمة للعالمين: ١/ ١٤۔

[3] سنن ابن ماجة، كتاب الطهارة، باب الحياض، حديث: ٥٢١ عن ابى أمامة؛ السلسلة الضعيفة: ٦/ ١٥٢، حديث: ٢٦٤٤۔

Marfat.com

حرارت میں اعتدال قائم رہتا ہے۔

پانی ہی کی طرح صاف اور پاک ہوا بھی صحت کے لیے اشد ضروری ہے اور گندی ہوا مضر صحت ہے، رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اپنے اصحاب کے ساتھ باغات کی سیر کے لیے تشریف لے جایا کرتے تھے۔ [1]

ہواؤں کو گندا کرنے کے مختلف ذرائع میں سے منہ سے نکلا ہوا سانس بھی ہے۔ اس لیے رہائشی مکانات میں کھڑکیوں کا انتظام اور سوتے وقت انہیں کھلا رکھنا چاہیے، رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے دور میں صحابہ کرام کے مکانات میں روشندان ہوا کرتے تھے۔

مدینہ ہجرت کرنے کے بعد ابتداء میں وہاں کی آب و ہوا راس نہ آتی تھی اس لیے بہت سے صحابہ علیل ہو جایا کرتے تھے۔ ایسے ہی وقت میں حضرت بلال رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ مکہ کے قدرتی مناظر کو بڑے درد و غم کے ساتھ یاد کیا کرتے تھے، آپ یہ اشعار پڑھا کرتے تھے:

الالیت شعری هل ابیتن لیلة   بوالد و حولی اذخر و جلیل

”کاش مجھے یہ معلوم ہوتا کہ کوئی شب اس وادی میں بسر کر سکوں گا کہ جس میں میرے اردگرد اذخر اور جلیل نامی سبزے ہوں گے۔“

وهل اردن یوما میاه مجنة   وهل یبدون لی شامةو طفیل

”اور کیا کسی روز چشمہ مجنہ کے پانی سے سیراب ہو سکوں گا اور کوہ شامہ و طفیل کا نظارہ نصیب ہوگا۔“ [2]

ایک صحابی بیمار ہوئے تو رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے کہا: اگر آب بطحاء پی لوں تو ٹھیک ہو جاؤں، لیکن ہجرت اس سے مانع ہے، آپ نے فرمایا: ”جاؤ تم ہر جگہ مہاجر ہی رہو گے۔“ [3]

---

[1] سبل الهدى والرشاد فی سیرة خیرالعباد: ۹/ ۳۹۳۔

[2] صحیح البخاری، کتاب فضائل المدینة، باب: ۱۲ حدیث: ۱۸۸۹، ۳۹۲۶، ۵۶۵٤، ۵٦۷۷؛ مسند احمد: ٦/ ۸۲، ۸۳، ۲٦۰ عن عائشة رضی اللہ عنہا۔

[3] معجم الصحابة لابن قانع: ٦/ ۲٤۲۲، حدیث: ۷۲۱ عن شداد بن أسید المعجم الکبیر للطبرانی: ۷/ ۳۲۷۔ ۳۲۸، حدیث: ۷۱۰۹؛ معرفة الصحابة لابی نعیم: ۳/ ۱٤۵۸، حدیث: ۳٦۹۲۔

Marfat.com

ایک مکان میں مختلف اشخاص کا دروازے اور کھڑکیاں بند کر کے سونا مضر صحت ہے، جہاں تک ممکن ہو ہوا کے لیے اور کھڑکیاں کھول کر سونا چاہیے، سونے کے کمرے میں ہیٹر وغیرہ جلا کر نہیں سونا چاہیے کیونکہ کاربن کثرت سے پیدا ہو کر تنفس کے لیے ہوا کو گندا کر دیتا ہے، ہوا کی تجدید کے لیے دن میں روشندان کھلے رکھے جائیں، روزانہ بستر کو ہوا میں ڈال دیا جائے، پانی کو کھارے پن اور جراثیم سے محفوظ رکھا جائے، مصنوعی برف میں کثرت سے نوشادر ہوتا ہے جس سے بہت سے پیٹ کے امراض پیدا ہوتے ہیں۔ [1]

کھانے پینے کے اصول

شیرخوارگی کی مدت کے بعد بچہ کچھ کھانے پینے لگے تو اس کے لیے سب سے پہلے یہ ضروری ہے کہ کھانے پینے کے لیے وقت کی تعیین کریں، اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے کھانے میں گرانی سے بچنے کی ہدایت دی ہے اور ضرورت سے زیادہ کھانے پینے سے منع فرمایا ہے اس لیے کھانا ہضم ہو جانے کا جب یقین ہو جائے تو اس کے بعد پھر کھانا دیا جائے۔

رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: ''حد سے زیادہ بھرے گئے پیٹ سے بدکوئی ظرف نہیں ہے، آدمی کے لیے اتنے نوالے کافی ہیں جو اس کی پیٹھ سیدھی رکھیں، آدمی اگر اس سے زیادہ کھانا چاہے تو اسے یہ اصول اپنانا چاہیے کہ پیٹ کا ایک تہائی حصہ کھانے کے لیے، ایک تہائی پینے کے لیے اور ایک تہائی سانس لینے کے لیے مقرر کرے۔'' [2]

آپ فرماتے ہیں: ''جب کوئی کھائے تو دائیں ہاتھ سے کھائے اور جب پیے تو دائیں ہاتھ سے پیے۔'' [3]

---

[1] علم تدبیر الصحة از ڈاکٹر عبدالحمید بدوی۔

[2] سنن الترمذی، کتاب الزهد، باب ماجاء فی کراهیة کثرة الأكل، حدیث: ۲۳۸۰؛ مسند احمد: ٤/ ۱۳۲؛ شعب الإیمان: ٥/ ۲۸، حدیث: ٥٦٤٨، ٥٦٤٩، ٥٦٥٠ عن مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ۔ [3] صحیح مسلم، کتاب الأشربة، باب آداب الطعام والشراب وأحكامها، حدیث: ۲۰۲۰؛ سنن ابی داود: ۳۷۷٦ عن عبداللہ بن عمر عن جده ابن عمر رضی اللہ عنہ۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ﴾ 1 ''کھاؤ، پیو اور حد سے تجاوز مت کرو۔''

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ''دو نعمتیں ہیں جو بہت سے لوگوں کے لیے قابل رشک ہیں ایک صحت بدن دوسرے فارغ البالی۔'' 2

آپ کا ارشاد ہے: ''جس کا بدن صحت مند ہو، فارغ البالی ہو اور اس کے پاس آئے دن کی روزی ہو تو گویا اسے ساری دنیا مل گئی ہے۔'' 3

آپ فرماتے ہیں: ''قیامت میں بندے سے نعمتوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا، اس سے کہا جائے گا کیا ہم نے تجھے تندرستی نہیں دی تھی؟ اور تجھے ٹھنڈے پانی سے سیراب نہیں کرتے تھے۔'' 4

آپ فرماتے ہیں: ''پانی ایک سانس میں مت پیو جس طرح اونٹ پیتا ہے، بلکہ دو یا تین سانس میں پیو، بسم اللہ سے پینا شروع کرو اور منہ ہٹاتے وقت اللہ کا شکر ادا کرو۔'' 5

رسول اللہ ﷺ نے برتن میں سانس لینے سے منع فرمایا ہے دوسری روایت میں اس میں پھونکنے سے بھی منع فرمایا ہے۔ 6

---

1 ۷/الاعراف: ۳۱۔

2 صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب الصحة والفراغ......، حدیث: ٦٤١٢؛ سنن الترمذی: ٢٣٠٤؛ مسند احمد: ١/ ٢٥٨ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ۔

3 سنن الترمذی،کتاب الزهد،باب فی الوصف من حیزت له الدنی سنن ابن ماجه: ٤١٤١ عن سلمة بن عبیداللّٰه بن محصن الانصاری عن أبیه۔

4 سنن الترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة الهاکم التکاثر، حدیث: ٣٣٥٨ عن أبی هریرة رضی اللہ عنہ والسلسلة الصحیحة: ٢/ ٦٦ حدیث: ٥٣٩۔

5 سنن الترمذی، کتاب الأشربة، باب ماجاء فی التنفس فی الإناء، حدیث: ١٨٨٥؛ شعب الإیمان: ٥/ ١١٦، حدیث: ٦٠١٥؛ المعجم الکبیر للطبرانی: ١١/ ١٦٦، حدیث: ١١٣٧٨ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ۔

6 سنن ابی داود، کتاب الأشربة، باب فی النفخ فی الشراب والتنفس فیه، حدیث: ٣٧٢٨؛ سنن الترمذی: ١٨٨٨ عن ابن عباس، نیز دیکھئے: صحیح مسلم: ٢٦٧ عن ابی قتادة رضی اللہ عنہ۔

Marfat.com

آپ کا ارشاد ہے: ''تم میں سے کوئی کھڑا ہو کر پانی نہ پئے، بھول کر پینے والا اس سے الگ ہے۔'' ❶

آپ کا ارشاد ہے: ''کھانے سے پہلے اور اس کے بعد ہاتھ دھونا کھانے میں برکت کا موجب ہے۔'' ❷

پانی زندگی اور تغذیہ کا بنیادی ذریعہ ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَ جَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ﴾ ❸

''اور ہم نے پانی سے ہر زندہ چیز کو بنایا''

ان اصولوں کے اپنانے سے زندگی، تغذیہ اور صحت بدن میں بالیدگی ہوتی ہے۔

ٹیک لگا کر منہ کے بل لیٹ کر کھانے سے آپ منع فرماتے تھے۔ ❹

کھانے کے بعد برتن کو انگلیوں سے اور انگلیاں منہ سے صاف کر لینی چاہیے۔ ❺

کھانے اور پانی کے برتن کو ڈھک کر رکھنا چاہیے۔ ❻

کھانا کھانے کے بعد یہ دعا پڑھنی چاہیے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَ جَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ۔ ❼

''شکر ہے اس اللہ کا جس نے ہمیں کھلایا اور پلایا اور مسلمانوں میں سے بنایا۔''

---

❶ صحيح مسلم، كتاب الاشربة، باب فى الشرب قائما، حديث: ٢٠٢٦ عن ابى هريرة رضی اللہ عنہ؛ السلسلة الصحيحة: ١/ ١٢٨، حديث: ١٧٧۔ ❷ سنن ابى داود، كتاب الاطعمة، باب فى غسل اليد قبل الطعام، حديث: ٣٧٦١ عن سلمان؛ السلسلة الضعيفة: ١/ ٢٠٠، حديث: ١٦٨۔ ❸ ٢١/الانبياء: ٣٠۔
❹ سنن ابن ماجه، كتاب الأطعمة، باب النهى عن الأكل منبطحا، حديث: ٣٣٧٠؛ سنن ابى داود: ٣٧٧٤ عن سالم عن أبيه؛ السلسلة الصحيحة: ٥/ ٥١٣، حديث: ٢٣٩٤۔ ❺ صحيح مسلم، كتاب الاشربة، باب استحباب لعق الأصابع......، حديث: ٢٠٣٥؛ سنن الترمذى: ١٨٠١؛ مسند احمد: ٢/ ٤١٥ عن ابى هريرة رضی اللہ عنہ۔ ❻ صحيح البخارى، كتاب الاشربة، باب تغطية الإناء، حديث: ٥٦٢٤، ٥٦٢٣، ٣٣١٦ عن جابر۔ ❼ سنن ابى داود، كتاب الاطعمة، باب ما يقول الرجل إذا طعم، حديث: ٣٨٥١ عن ابى ايوب الانصارى۔

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ پانی پیتے وقت تین مرتبہ سانس لیتے تھے اور فرماتے تھے:
((اِنَّهُ أَرْوَىٰ وَأَبْرَأُ وَأَمْرَأُ))

”یہ طریقہ سیرابی، شفا اور سہولت سے ہضم ہونے میں سب سے بہتر ہے۔“ [1]

کھانا کھا کر فوراً سونے سے آپ منع فرماتے تھے۔ [2]

آپ فرماتے ہیں: جب کوئی کھانا کھائے تو کہے: ((اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيهِ وَ اَطْعِمْنَا خَيْرًا مِّنْهُ)) ”اے اللہ! ہمیں اس میں برکت دے اور اس سے جو بہتر ہو وہ کھلا ”اور جب دودھ پیے تو کہے: اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيهِ وَزِدْنَا مِنْهُ ”اے اللہ! ہمیں اس میں برکت دے اور زیادہ عطا کر“۔ ((فَاِنَّهُ لَيْسَ شَيْئٌ يُجْزِئُ مِنَ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ اِلَّا اللَّبَنَ)) ”اس لیے کہ کھانے اور پینے دونوں سے مستغنی کرنے والی چیز صرف دودھ ہے۔“ [3]

مربی بچے کو کھانے پینے کے متعلق ان اصولوں کا خوگر بنائے۔ یہ اصول بچے کی جسمانی صحت کی حفاظت میں اساس کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ اصول رسول ﷺ آپ کے اصحاب، قرون اولی اور بعد کے مسلمانوں اور باشعور انسانوں کے معمول میں داخل رہے ہیں۔

خلاصہ

① بچے کو زیادہ کھانے پینے سے باز رکھیں اور کھانے پینے کے اوقات مقرر کریں، کھانے پر کھانا کھانے سے معدہ، تنفس اور نظام ہضم میں بیماریاں در آتی ہیں۔

② پانی یا دودھ تین سانس میں پینے کی تاکید کریں۔

③ برتن میں سانس لینے اور اس میں پھونکنے سے باز رکھیں۔

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الاشربة، باب كراهة التنفس فی نفس الإناء.....، حديث: ۲۰۲۸ نیز دیکھیے: سنن ابی داود: ۳۷۲۷ عن انس رضی اللہ عنہ۔ [2] علامہ البانی نے اسے موضوع کہا ہے۔ السلسلة الاحاديث الضعيفة: ۱/ ۱۴۷، ح: ۱۱۵۔ [3] سنن ابی داود، کتاب الأشربة، باب ما يقول إذا شرب اللبن، حديث: ۳۷۳۰؛ سنن الترمذی: ۳۴۵۵؛ مسند احمد: ۱/ ۲۲۵ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما۔

Marfat.com

④ پانی وغیرہ بیٹھ کر پینے کی تاکید کریں۔

⑤ کھاتے پیتے وقت بسم اللہ کہیں اور ختم کرتے وقت اللہ کا شکر ادا کریں۔

⑥ لاضرر ولاضرار کے اساسی اصول کے تحت کھانا شروع کرنے سے پہلے ہاتھ دھونے کی تاکید کریں، پھل پکے ہوئے اور انہیں دھو کر کھانے کی عادت ڈلوائیں۔

⑦ آکُلُ کَمَا یَأکُلُ الْعَبْدُ ''میں اس طریقے سے کھانا کھاتا ہوں جیسے بندہ کھاتا ہے۔'' کے نبوی اصول کے مطابق بچے کو بیٹھ کر کھانے پینے کی تاکید کریں۔

⑧ دائیں ہاتھ سے کھانے پینے کی تاکید کریں۔

⑨ کھانا کھا کر فوراً سونے سے روکیں۔

Marfat.com

پابندیٔ غسل

پابندی سے نہانا دھونا حفظانِ صحت کے بنیادی اصولوں میں سے ہے، لازمی طور پر بچے کو اس کا عادی بنانا چاہیے۔ شریعت مطہرہ نے پاکی وصفائی کے متعلق بے مثال تاکیدی احکام دیئے ہیں قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿فِيهِ رِجَالٌ يُّحِبُّونَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوا ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ۝﴾ 1

''اس میں ایسے لوگ ہیں جو طہارت کو پسند کرتے ہیں اور اللہ طہارت کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔''

رسول اللہ ﷺ پنج وقتہ نماز کی مثال غسل سے دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اگر تم میں سے کسی کے گھر کے سامنے نہر بہہ رہی ہو اور وہ شخص روزانہ اس میں پانچ بار غسل کرے تو کیا اس کے بدن پر میل باقی رہے گا؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: نہیں، آپ نے فرمایا: ''یہی حال نماز کا ہے۔'' 2

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اس قدر صفائی پسند تھے کہ اسلام لانے کے بعد روزانہ پابندی سے غسل کرتے تھے۔ 3

حضرت انس رضی اللہ عنہ کے گھر میں غسل کے لیے حمام موجود تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے حمام میں ازار کے ساتھ جانے کا حکم دیا ہے۔ 4

---

1 ۹/التوبة: ۱۰۸۔

2 صحيح البخاري، كتاب مواقيت الصلاة، باب الصلوات الخمس كفارة، حديث: ٥٢٨؛ صحيح مسلم: ٦٦٧ عن ابى هريرة رضي الله عنه۔

3 مسند احمد: ۱/ ٦٧ عن حمران رضي الله عنه۔

4 سنن الترمذي، كتاب الأدب، باب دخول الحمام، حديث: ۲۸۰۱؛ سنن النسائي: ٤٠١؛ صحيح الترغيب والترهيب: ۱/ ۱۸۰، ح: ١٦٦ عن جابر رضي الله عنه۔

Marfat.com

آپ کا ارشاد ہے: ''اللہ تعالیٰ حیادار اور پردہ دار ہے اور پردے کو پسند کرتا ہے، لہٰذا جب کوئی غسل کرے تو پردے سے کرے۔'' ❶

غسل جنابت اور اس کے آداب واصول، جمعہ اور عیدین کا غسل پنج وقتہ نمازوں کے لیے نیا وضو عمر کے اگلے مراحل سے تعلق رکھتے ہیں اور عام غسل پر مستزاد ہیں، لیکن ان تمام باتوں سے شریعت کا مقصود سمجھا جاسکتا ہے کہ اسلام صفائی ستھرائی کو کتنی اہمیت دیتا ہے۔

نظافت وصفائی کی پابندی

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَ اَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَ امْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ﴾ ❷

''جب نماز کا ارادہ کرو تو اپنے منہ اور کہنیوں تک اپنے ہاتھ دھولو اور اپنے سروں کا مسح کرو اور اپنے پاؤں دھوو۔''

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ وَ رَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝ وَ ثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝ وَ الرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝ ﴾ ❸

''اپنے رب کی بڑائی بیان کر اور اپنے کپڑے پاک کر اور ناپاکی کو چھوڑ دے۔''

نیز ارشاد ہے:

﴿ وَ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ۝ ﴾ ❹

''اور اللہ تعالیٰ طہارت کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔''

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ''نظافت وصفائی ایمان کا جز ہے۔'' ❺

---

❶ سنن ابی داود، کتاب الحمام، باب النهی عن التعری، حدیث: ٤٠١٢؛ مصنف عبدالرزاق: ١/ ٢٨٨، حدیث: ١١١١ عن عطاء۔ ❷ ٥/المائدة: ٦۔ ❸ ٧٤/المدثر: ٣۔٥۔ ❹ ٢/البقرة: ٢٢٢۔ ❺ صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب فضل الوضوء، حدیث: ٢٢٣۔

Marfat.com

ایک دفعہ رسول کریم ﷺ نے ایک شخص کو میلے کپڑوں میں دیکھا تو فرمایا: ''کیا یہ شخص اپنے کپڑے بھی نہیں دھوسکتا۔'' [1]

آپ نے فرمایا: ''نظافت ایمان کی طرف لے چلتی ہے اور ایمان صاحب ایمان کو جنت میں لے جاتا ہے۔'' [2]

ایک شخص آپ کے پاس پراگندہ حالت میں آیا، آپ نے اسے بالوں کی اصلاح کا اشارہ کیا، وہ درست کرا کر لوٹا تو فرمایا کہ کیا یہ اس سے بہتر نہیں کہ کوئی پراگندہ سر شیطان کی طرح آئے۔ [3]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مسجد نبوی میں کاروبار کے میلے کپڑے پہن کر نماز پڑھنے آجاتے جس سے پسینے کی بدبو پھیلتی تھی، آپ نے خصوصیت سے جمعہ کے دن غسل کرنے کا شرعی حکم صادر فرمایا۔ [4]

رسول اللہ ﷺ نے راستے اور درخت کے سائے میں پاخانہ پیشاب کرنے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔ [5]

رسول اللہ ﷺ کو در و دیوار پر تھوکنا انتہائی ناپسند تھا۔ آپ اسے چھڑی سے خود کھرچتے تھے اور سخت خفگی کا اظہار فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے مسجد نبوی کی دیوار پر تھوک کا نشان دیکھا تو غصے سے چہرہ سرخ ہوگیا، ایک انصاری عورت نے اسے کھرچ کر

---

[1] سنن ابی داود، کتاب اللباس، باب فی الخلقان وفی غسل الثوب، حدیث: ٤٠٦٢؛ مسند احمد: ٣/ ٣٥٧ عن جابر بن عبداللّٰہ رضی اللہ عنہ۔

[2] دیکھیے: المعجم الاوسط للطبرانی: ٨/ ١٥٣، حدیث: ٧٣٠٧۔

[3] المؤطا للامام مالك: ٤/ ٤٠٤، حدیث: ١٩٠٣ عن عطا بن یسار۔ شعب الایمان للبیهقی: ٥/ ٢٢٥، حدیث: ٦٤٦٢۔

[4] صحیح البخاری، کتاب الجمعة، باب اذا زالت الشمس، حدیث: ٩٠٣، ٢٠٧١؛ صحیح مسلم: ٨٤٧ عن عائشة رضی اللہ عنہا۔

[5] سنن ابی داود، کتاب الطهارة، باب المواضع التی نهی عن البول فیها، حدیث: ٢٥، ٢٦ عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ؛ سنن ابن ماجه: ٣٢٨، ٣٢٩؛ السنن الكبریٰ للبیهقی: ١/ ٩٧ عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ۔

Marfat.com

وہاں خوشبو ملی تو آپ نے مسرت کا اظہار فرمایا۔ 1

آپ اپنی مجلس گرامی اور مسجد نبوی میں خصوصاً جمعہ کے روز خوشبو کی انگیٹھیاں جلانے کا اہتمام فرماتے تھے۔ 2

آپ کو بدبودار چیزیں سخت ناپسند تھیں، آپ کا ارشاد ہے: ''کوئی شخص پیاز اور لہسن کھا کر ہمارے پاس نہ آئے اور نہ ہمارے ساتھ نماز پڑھے۔'' 3

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دس باتیں امور فطرت میں سے ہیں: موچھیں پست کرنا، ڈاڑھی بڑھانا، مسواک کرنا، پانی سے ناک صاف کرنا، ناخن تراشنا، انگلیوں کے گولے دھونا، بغل کے بال اکھیڑنا، زیر ناف بال صاف کرنا، استنجا کرنا اور کلی کرنا۔'' بعض روایت میں دیگر فطری عادات حسنہ کا ذکر بھی ہے مثلاً ختنہ کرنا وغیرہ۔ 4

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ لمبے بال رکھتے تھے، رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ میں بالوں میں کنگھا کیا کروں؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں اس میں کنگھا کرو اور گرد وغبار سے محفوظ رکھو۔'' چنانچہ وہ دن میں دو دو بار بالوں میں تیل لگاتے تھے۔ 5

رسول اللہ ﷺ کو خوشبو بہت پسند تھی سکہ نام کا عطر آپ معمولاً استعمال فرماتے تھے، آپ جس راستے سے گزارتے تھے وہ معطر ہو جاتا تھا، آپ کا ارشاد ہے کہ مرد ایسی خوشبو استعمال کریں جو خوب پھیلے لیکن رنگ ظاہر نہ ہو اور عورتیں ایسی خوشبو استعمال کریں جس کا رنگ ظاہر ہو لیکن خوشبو نہ پھیلے۔ 6

---

1 سنن النسائی، کتاب المساجد، باب تخلیق المساجد، حدیث: ٧٢٩؛ سنن ابن ماجه: ٧٦٢ عن انس رضی اللہ عنہ۔ 2 صحیح مسلم، کتاب الالفاظ من الادب وغیرها، باب استعمال المسك وأنه اطیب الطیب......، حدیث: ٢٢٥٤ عن نافع۔ 3 صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب ماجاء فی الثوم......، حدیث: ٨٥٦، ٨٥٣، ٨٥٤، ٨٥٥، ٥٤٥١، ٥٤٥٢؛ صحیح مسلم: ٥٦٢ عن انس رضی اللہ عنہ۔ 4 صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب خصال الفطرة، حدیث: ٢٦١ عن انس رضی اللہ عنہ؛ سنن ابی داود: ٥٣ عن عائشة رضی اللہ عنہا۔ 5 مؤطا امام مالك: ٤/ ٤٠٢، حدیث: ١٩٠٢ عن ابی قتادة الأنصاری رضی اللہ عنہ۔ 6 سنن الترمذی، کتاب الأدب، باب طیب الرجال والنساء، حدیث: ٢٧٨٧ عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ۔

Marfat.com

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہمارے لیے حد مقرر ہے کہ مونچھیں، ناخن، بغل کے بال اور زیر ناف بال چالیس دن سے زیادہ نہ چھوڑیں۔ [1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر جمعہ کو ناخن تراشتے اور مونچھیں کترواتے لیتے تھے اور بیسویں روز موئے زیر ناف بناتے اور چالیسویں دن بغل کے بال اکھیڑتے تھے۔ [2]

خلاصہ

- ☆ بچے کے کپڑے ہمیشہ صاف ستھرے رکھے جائیں اور انہیں پابندی سے تبدیل کرایا جائے۔
- ☆ سر کے بال پابندی سے بنوائے جائیں۔
- ☆ گھر کو پیشاب پاخانہ کی گندگی سے پاک وصاف رکھا جائے۔
- ☆ بچے کو تھوک اور رینٹ نگلنے سے روکا جائے اور اسے مناسب جگہ تھوکنے اور جھاڑنے کے لیے کہا جائے۔
- ☆ بچے کو خوشبو استعمال کرائی جائے۔
- ☆ بدبودار چیزوں سے بچایا جائے۔
- ☆ چہرہ ناک دھونے کا خوگر کیا جائے۔
- ☆ پابندی سے ناخن تراشے جائیں۔
- ☆ استنجا کے اصول کا خوگر بنایا جائے۔

نیند

نیند بچے کی صحت کے لیے اتنی ہی ضروری ہے جتنا کھانا اور کھیلنا، لیکن جس طرح کھانے پینے اور کھیلنے کے لیے کچھ تربیتی اصول ہیں اسی طرح سونے کے لیے بھی ہیں، ان اصولوں کی

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب خصال الفطرة، حدیث: ۲۵۸؛ سنن النسائی: ١٤ عن انس رضی اللہ عنہ۔ [2] شعب الإيمان: ٣/ ٢٤، حدیث: ٢٧٦٣ عن ابی هريرة رضی اللہ عنہ؛ السلسلة الضعيفة: ٣/ ٢٣٩، حدیث: ١١١٢۔

Marfat.com

پابندی بچوں کی صحت میں معاون ہوگی۔ انسان جب سوجاتا ہے تو اسے مکمل آرام حاصل ہو جاتا ہے، بدن اور عقل دونوں کو سکون مل جاتا ہے، بوڑھوں کے سونے کے لیے کمرہ اور چارپائی الگ ہونی چاہیے۔ باہوش مربی بچوں کو جلد بستر پر پہنچنے اور جلد اٹھنے کی تلقین کرتے ہیں، نیند کے دو بڑے فائدے ہیں: ایک یہ کہ اس سے تمام اعضاء وجوارح کو سکون ملتا ہے اور تھکاوٹ دور ہوتی ہے، دوسرا یہ کہ اس سے غذا ہضم ہوتی ہے۔ دائیں کروٹ پر سونے سے غذا معدے کے اندر اپنے صحیح مقام پر قرار پاجاتی ہے اس لیے کہ معدہ کچھ بائیں جانب مائل ہوتا ہے، کثرت سے بائیں کروٹ پر سونا دل کے لیے مضر ہے، کیونکہ اعضاء کا میلان دل ہی کی طرف ہے اور اس سے مختلف مواد دل کی طرف چڑھنے لگتے ہیں۔ پیٹھ یا چہرے کے بل سونا بدترین نیند ہے، جیسا کہ مسند احمد اور ابن ماجہ کی روایات میں مذکور ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّيْلِ ﴾ 1

''اللہ کی نشانیوں میں سے تمہارا رات کو سونا بھی ہے۔''

نیز ارشاد ہے:

﴿ وَّجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ۝ ﴾ 2

''اور ہم نے نیند کو آرام دہ بنایا۔''

رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ آپ ہمیشہ دائیں کروٹ پر سوتے تھے 3 اور سوتے وقت دائیں ہتھیلی کو دائیں رخسار کے نیچے رکھ لیتے تھے۔ 4

سوتے وقت آپ یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

---

1 ۳۰/الروم: ۲۳۔ 2 ۷۸/نباء: ۹۔

3 صحيح البخارى، كتاب الدعوات، باب النوم على الشق الأيمن، حديث: ٦٣١٥ عن البراء بن عازب رضي الله عنه؛ صحيح مسلم: ٢٧١٤ عن ابى هريرة رضي الله عنه۔

4 سنن النسائى، كتاب الصيام، باب صوم النبى بأبي هو وابي......، حديث: ٢٣٦٩ عن حفصة۔ نیز دیکھیے: صحيح البخارى: ٦٣١٤ عن حذيفة رضي الله عنه۔

Marfat.com

((بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ أَحْيَا وَأَمُوتُ)) 1

نیند سے بیدار ہونے پر یہ دعا پڑھتے تھے۔

((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَحْيَانَا بَعْدَ مَا أَمَاتَنَا وَإِلَيْهِ النُّشُورُ)) 2

سوتے وقت آپ دونوں ہتھیلیاں اکٹھی کرتے اور سورۃ اخلاص، سورۃ الفلق اور سورۃ الناس پڑھ کر ان میں پھونکتے اور سر، چہرہ کے سامنے کے حصے اور پورے بدن پر ملتے۔ 3

رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو پیٹ کے بل سوتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: ''یہ سستی ہے، اسے اللہ پسند نہیں فرماتا۔'' 4

حدیث میں مذکور ہے کہ سونے سے پہلے وضو کر لینا بہتر ہے۔ 5

آپ نے ایک پاؤں کو کھڑا کر کے دوسرا پاؤں اس پر رکھ کر لیٹنے سے منع فرمایا ہے۔ 6 [اس طرح لیٹنا اس صورت میں منع ہے جب ستر کے کھل جانے کا خدشہ ہو]

مدینہ میں ایک شب ایک گھر میں آگ لگ گئی، آپ نے فرمایا: ''جب سونا ہو تو آگ بجھا دیا کرو، نیز دروازے بند کر لینا اور چراغ بجھا دینا چاہیے۔'' 7

---

1 دیکھئے: صحيح البخاری، كتاب الدعوات، باب ما يقول إذا أصبح، حديث: ٦٣٢٤، ٦٣١٢، ٦٣١٤، ٧٣٩٤؛ مسند احمد: ٥/ ٣٨٥ عن حذيفة رضي الله عنه۔

2 صحيح البخاری، كتاب الدعوات، باب ما يقول إذا أصبح، حديث: ٦٣٢٤ عن حذيفة؛ صحيح مسلم: ٢٧١١ عن البراء رضي الله عنه۔

3 صحيح البخاری، كتاب فضائل القرآن، باب فضل المعوذات، ح: ٥٠١٧، ٥٧٤٨، ٦٣١٩؛ سن ابی داود: ٥٠٥٦؛ سنن الترمذی: ٣٤٠٣ عن عائشة رضي الله عنها۔

4 سنن الترمذی، كتاب الاستيذان، باب ما جاء فی كراهيته الاضطجاع على البطن، حديث: ٢٧٦٨؛ مسند احمد: ٢/ ٣٠٤ عن ابی هريرة رضي الله عنه۔

5 صحيح البخاری، كتاب الوضوء، باب فضل من جات على الوضوء، حديث: ٢٤٧، ٦٣١١؛ صحيح مسلم: ٢٧١٠ عن البراء بن عازب رضي الله عنه۔

6 صحيح مسلم، كتاب اللباس، باب النهی عن اشتمال الصماء......، حديث: ٢٠٩٩؛ سنن الترمذی: ٢٧٦٧؛ مسند احمد: ٣/ ٣٤٩ عن جابر رضي الله عنه۔

7 صحيح بخاری، كتاب الاشربة، باب تغطية الإناء، ح: ٥٦٢٤ عن جابر رضي الله عنه؛ سنن الترمذی: ٢٨٥٧ عن ابی هريرة رضي الله عنه؛ مسند احمد: ٣/ ٣٨٨ عن جابر رضي الله عنه۔

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ نے دھوپ میں سونے سے منع فرمایا ہے۔ 1

دن میں سونا مضر ہے اس سے رطوباتی امراض پیدا ہوتے ہیں، رنگ متغیر ہوجاتا ہے، تلی کی بیماری پیدا ہوتی ہے، اعصاب کمزور ہوتے ہیں اور سستی پیدا ہوتی ہے۔ اول دن میں سونا یا عصر کے بعد سونا بھی مضر ہے۔ گرمی کے موسم میں زوالِ شمس کے بعد سونا درست ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے ایک لڑکے کو صبح کو سوتے ہوئے دیکھا تو کہا: کھڑے ہوجاؤ، کیا تم ایسے وقت سوتے ہو جب روزی تقسیم کی جاتی ہے۔

علماء نے کہا ہے کہ دن کا سونا تین طرح کا ہے: بہتر جیسے زوال کے بعد سونا جو نبی ﷺ کی عادت تھی، ضعف جیسے چاشت کے وقت سونا، حماقت جیسے عصر کے بعد سونا، صبح کے وقت سونا بدن کے لیے بہت مضر ہے اس لیے کہ ریاضت اور محنت سے جن فضلات کی تحلیل ضروری تھی وہ جزوبدن بن جاتے ہیں۔

دھوپ میں سونا یا بعض حصہ سائے اور بعض دھوپ میں رکھ کر سونا مضر صحت ہے۔ آپ فرماتے ہیں: ''اگر کوئی دھوپ میں ہو اور سایہ سمٹ جائے جس سے بعض حصہ دھوپ میں اور بعض سایہ میں ہوجائے تو اسے کھڑا ہوجانا چاہیے۔'' 2

مرغ جب بانگ دیتا تو آپ بیدار ہوجاتے، اللہ کی حمد وتکبیر کرتے اور اس کی ثنا ودعا کرتے، پھر مسواک کرتے اور وضو کرنے کے لیے کھڑے ہوتے، پھر نماز میں بکمال خشوع وخضوع مشغول ہوجاتے۔ روح، بدن اور دل کی صحت کے لیے اس سے بہتر طریقہ اور کیا ہوسکتا ہے۔ 3

---

1 دیکھیے: سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فی الجلوس بین الظل والشمس، حدیث: ٤٨٢١؛ السنن الکبریٰ للبیھقی: ٣/ ٢٣٦ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ۔

2 سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فی الجلوس بین الشمس والظل، حدیث: ٤٨٢١؛ السنن الکبریٰ للبیھقی: ٣/ ٢٣٦ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ۔

3 زاد المعاد: ٤/ ٢٤٦۔

Marfat.com

حفظانِ چشم

انسان دنیا میں جتنے علوم حاصل کرتا ہے ان میں سے بیشتر کا حصول آنکھ سے ہوتا ہے، نیز دنیا کے جملہ کاروبار کے لیے اس کی ضرورت سب سے پہلے پڑتی ہے، اس کی اہمیت کا تصور تھوڑے وقفے کے لیے آدمی اپنی آنکھ بند کر کے کر سکتا ہے۔ بچپن میں والدین کی کوتاہیوں کے سبب سے بہت سے بچے آنکھ کے گوناگوں امراض کے شکار ہو جاتے ہیں جس کے سبب وہ علم یا زندگی کے دیگر میدانوں میں کمال حاصل کرنے سے معذور رہ جاتے ہیں اس لیے اس خداداد نعمت کی قدر اور حفاظت اشد ضروری ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ''اثمد تمام سرموں میں بہتر ہے یہ بصارت کو بڑھاتا اور بال اگاتا ہے۔'' [1]

ایک روایت میں ہے: ''یہ بال اگاتا، میل کو صاف کرتا اور بینائی کو روشن کرتا ہے۔'' [2]

آپ کا ارشاد ہے: ''جو شخص سرمہ لگائے اسے طاق عدد کا طریقہ اپنانا چاہیے۔'' [3]

رسول اللہ ﷺ سوتے وقت ہر آنکھ میں تین بار اثمد سرمے کا استعمال فرماتے تھے۔ [4]

آپ نے سوتے وقت مسک آمیز اثمد لگانے کا حکم دیا۔ [5]

---

[1] مسند احمد: ۳/ ٤٧٦ عن عبدالرحمن بن النعمان الانصاری عن أبیه عن جده؛ السنن الکبریٰ للبیهقی: ٤/ ٢٦١ عن ابن عباس۔

[2] مسند احمد: ۳/ ٤٧٦؛ السنن الکبریٰ للبیهقی: ٤/ ٢٦٢ عن عبدالرحمن بن النعمان رضی اللہ عنہ الانصاری عن أبیه عن جده۔

[3] سنن ابی داود، کتاب الطهارة، باب الاستتار فی الخلاء، حدیث: ۳۵؛ سنن ابن ماجه: ٣٤٩٨ عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ۔

[4] سنن ابن ماجه، کتاب الطب، باب من اکتحل وترا، حدیث: ٣٤٩٩؛ السنن الکبریٰ للبیهقی: ٤/ ٢٦٢ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما۔

[5] سنن ابی داود، کتاب الصیام، باب فی الکحل عند النوم للصائم، حدیث: ٢٣٧٧؛ مسند احمد: ۳/ ٤٩٩؛ ارواء الغلیل: ٤/ ٨٥/ ٩٣٦۔

Marfat.com

اگر اس کا نعم البدل دوسرا سرمہ یا ماہر طبیب کی دوا ہے یا ایسے اصول حفظان چشم ہیں جو جائز حدود میں آتے ہیں تو ان کا استعمال کرنا چاہیے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ کہتے ہیں، سوتے وقت سرمہ لگانا، ہریالی کو دیکھنا، نشست گاہ کو صاف ستھرا رکھنا بصارت کو تیز کرتا ہے۔ [1]

اسی طرح بہتے پانی اور پھلوں کو دیکھنے سے نظر تیز ہوتی ہے۔ [2]

گندی چیزیں دیکھنے، باریک تحریر پڑھنے اور زیادہ رونے سے نظر کمزور ہوتی ہے۔ [3]

کھیل کود

کھیلنا کودنا بچوں کا فطری حق ہے، اس کا انہیں موقع دینا چاہیے۔ یہ ان کے حفظانِ صحت کا اہم ذریعہ ہے۔ نہ کھیلنے سے جسم کی قوت اور استعدادات کمزور پڑ جاتی ہیں، کھیلنے سے دماغ اور عضلانی نظام بدن بیدار رہتا ہے، اس سے دورانِ خون صحیح رہتا ہے اور غذا سرعت سے ہضم ہوتی ہے، کاربن اور پانی وغیرہ جسم سے پسینے وغیرہ کے ذریعے خارج ہو کر جسم کی حرارت معتدل ہو جاتی ہے، البتہ کھیل کود کھانے کے فوراً بعد نہیں ہونا چاہیے، اس سے جسم کمزور پڑتا ہے، بڑے بچوں کو اپنے مدرسے اور دیگر ضروری گھریلو کاموں سے فراغت کے بعد کھیلنا چاہیے تاکہ تھکاوٹ کے بعد دوبارہ نشاط پیدا ہو اور پھر سے کام کے لیے مستعد ہو سکیں، کھیل کے لیے کھلے اور ہوادار مقامات ہونے چاہئیں، کھیلنے کے فوراً بعد ٹھنڈا پانی یا کھانا نہیں کھانا چاہیے کیونکہ اس سے نزلہ اور قبض کی بیماری لاحق ہوتی ہے۔

ریاضت جس عضو کی ہو وہ قوی ہوتا ہے، جو شخص کثرت سے کوئی چیز حفظ کرتا ہے اس کی قوت حافظہ مضبوط ہو جاتی ہے، جو شخص کثرت سے غور و فکر کرتا ہے اس کی قوت فکر طاقتور ہو جاتی ہے، اسی طرح ہر عضو کی مخصوص ریاضت ہے، منہ کی ریاضت پڑھتے رہنا ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ آواز میں تدریج اختیار کرے، سننے کی ریاضت تدریج کے ساتھ آوازوں اور گفتگوؤں کا سننا ہے، زبان کی ریاضت گفتگو کرنا ہے، دیکھنے کی ریاضت کثرت سے اشیاء کا

[1] زاد المعاد: ٤/ ٤١٢۔ [2] زاد المعاد: ٤/ ٤٠٩۔ [3] زاد المعاد: ٤/ ٤١٢۔

Marfat.com

دیکھنا ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ زیادہ باریک تحریر، مدہم یا بہت تیز روشنی میں نہ پڑھی جائے۔ اسی طرح آنکھ اور مرئی شے کے درمیان متوازن فاصلہ ہونا چاہیے، اسی طرح چلنے کی ریاضت تدریج کے ساتھ روزانہ چلنا ہے۔ شہسواری، کشتی، مقابلہ وغیرہ عمر کے اگلے مرحلے سے متعلق ہیں اور یہ مختلف امراض جیسے جذام، استسقاء اور قولنج کے لیے اکسیر ہیں کیونکہ ان کھیلوں کا تعلق پورے بدن سے ہے۔

حواس خمسہ کی ریاضت بچوں کو اس توازن سے کرائی جائے کہ وہ بیک وقت جملہ حواس کو استعمال کرنے کی قدرت حاصل کرلیں، جن بچوں کو یہ تربیت نہیں ملتی وہ ہمیشہ ایسے مواقع پر جہاں ایک ہی وقت میں مختلف حواس کو استعمال میں لانے کی ضرورت پڑے حواس باختگی کا شکار رہتے ہیں، ٹیلی گرام وغیرہ محکموں میں کام کرنے والے لوگ اس سلسلے میں بڑی قدرت رکھتے ہیں ان کی قوت سمع، بصر، لمس اور کلام بیک وقت کام کرتی ہے۔

بچپن میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنی سہیلیوں کے ساتھ کھیلتی رہتی تھیں اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہنچ جاتے تو گڑیاں چھپا لیتی تھیں، آپ ان کی سہیلیوں کو بلا کر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ کھیلنے کے لیے کہتے۔[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا گڑیوں سے کھیل رہی تھیں، ایک گھوڑے کے پر لگے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ''عائشہ گھوڑے کے تو پر نہیں ہوتے!'' کہا: حضرت سلیمان علیہ السلام کے گھوڑوں کے تو پر تھے، اس جواب سے آپ کے لب مبارک پر تبسم کھل گیا۔[2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: آیت پاک: ﴿ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَ السَّاعَةُ اَدْهٰى وَ اَمَرُّ ﴾ جب نازل ہوئی تھی تو اس وقت میں کھیل رہی تھی۔[3]

---

[1] صحيح البخاری، كتاب الأدب، باب الانبساط إلى الناس، حديث: ٦١٣٠؛ صحيح مسلم: ٢٤٤٠ عن عائشة رضي الله عنها۔

[2] سنن ابی داود، كتاب الأدب، باب اللعب بالبنات، حديث: ٤٩٣٢؛ السنن الكبرىٰ للبيهقى: ١٠/ ٢١٩ عن عائشة رضي الله عنها۔

[3] صحيح البخاری، كتاب التفسير، باب بل الساعة موعدهم والساعة ادهى وأمر، حديث: ٤٨٧٦، ٤٩٩٣ عن عائشة رضي الله عنها۔

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ نماز کے وقت رکوع میں جاتے تو حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما ٹانگوں میں گھس جاتے۔ آپ ٹانگیں ان کے لیے کشادہ کر دیتے۔ سجدے میں جاتے تو پشت پر چڑھ جاتے اور جب تک وہ نہ اتر جاتے آپ سر نہ اٹھاتے۔ 1

حسن رضی اللہ عنہ کو کھلانے کے لیے آپ کندھوں پر سوار کر کے نکلتے۔ ایک شخص نے ایک بار کہا: کیا اچھی سواری ہے! آپ نے فرمایا: ”سوار بھی کتنا اچھا ہے۔“ 2

آپ خطبہ دے رہے تھے حسنین رضی اللہ عنہما سرخ قمیص پہنے ہوئے ننھے قدموں پر لڑکھڑاتے آپ کی طرف آ رہے تھے۔ آپ نے منبر سے اتر کر انہیں گود میں اٹھالیا اور فرمایا: اللہ نے سچ فرمایا: ﴿ اَنَّمَآ اَمۡوَالُكُمۡ وَ اَوۡلَادُكُمۡ فِتۡنَةٌ ﴾ 3

رسول اللہ ﷺ عبداللہ، عبیداللہ اور کثیر بن عباس رضی اللہ عنہم کو صف میں کھڑا کرتے، پھر فرماتے: جو میرے پاس سب سے پہلے پہنچے گا اسے یہ یہ ملے گا۔ بچے دوڑ کر آپ کے پاس پہنچتے۔ کوئی پیٹھ پر گرتا اور کوئی سینے پر، پھر آپ ان کا بوسہ لیتے اور چمٹا لیتے۔ 4

روشنی

روشنی بچوں کی صحت کے لیے بہت ضروری چیز ہے، دیہات کی کھلی فضائیں جہاں ہوا اور روشنی قدرتی اور صاف شکل میں موجود رہتی ہیں باشندگان دیہات کی عمدہ صحت کا بہترین ذریعہ ہیں جو اہل شہر کو گنجان آبادیوں اور صاف ستھری ہواؤں اور قدرتی روشنی سے محرومی

---

1 مسند البزار: ٦/ ١٤٤، حدیث: ٢١٨٦؛ کشف الأستار: ٣/ ٢٢٨؛ مجمع الزوائد: ٩/ ١٧٥ عن عبداللّٰه بن الزبیر؛ الاصابة: ١/ ٤٩٣، حدیث: ١٧١٥۔
2 سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب ان الحسن والحسین سید اشباب أهل الجنة، حدیث: ٣٧٨٤ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ؛ السلسلة الضعیفة: ١٤/ ٢٣٤، حدیث: ٦٥٩٥۔ 3 سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب حلمه ووضعه الحسن والحسین بین یدیه، ح: ٣٧٧٤؛ نسائی: ١٤١٤؛ مسند احمد: ٥/ ٣٥٤ عن ابی بریدة رضی اللہ عنہ۔ 4 مسند احمد: ١/ ٢١٤؛ السلسلة الضعیفة: ١٤/ ١١٥، حدیث: ٦٥٤٧ عن عبداللّٰه بن الحارث رضی اللہ عنہ۔

Marfat.com

کے سبب حاصل نہیں اس لیے مکانات میں دھوپ کی گزرگاہ رکھنی چاہیے، بستر اور دیگر سامان دھوپ میں سکھا لینا چاہیے، عدم روشنی کے سبب گھر میں سیلن اور سیلن سے جراثیم پیدا ہوتے ہیں اس لیے چونا چھڑک کر یا لوبان سلگا کر انہیں ختم کر دینا چاہیے۔

روشنی کے کچھ تو قدرتی ذرائع ہیں جیسے سورج، چاند اور ستارے اور کچھ مصنوعی ہیں، جیسے چراغ اور بجلی وغیرہ، قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کا تذکرہ اپنی خصوصی نعمت کے بطور کیا ہے جو اس نے عام انسانوں کو عطا کی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَآءً وَّ الْقَمَرَ نُوْرًا وَّ قَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَ الْحِسَابَ﴾ [1]

''وہی ہے جس نے سورج کو ضیاء اور چاند کو نور بنایا اور اس کی منزلیں مقرر کیں تاکہ اس سے سالوں اور تاریخوں کے حساب جان لو۔''

نیز ارشاد فرمایا:

﴿وَّ جَعَلَ الْقَمَرَ فِیْهِنَّ نُوْرًا وَّ جَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ۝﴾ [2]

''اور ان میں سے چاند کو نور اور سورج کو چراغ بنایا۔''

نیز ارشاد فرمایا:

﴿وَ مَا یَسْتَوِی الْاَعْمٰی وَ الْبَصِیْرُ ۝ وَ لَا الظُّلُمٰتُ وَ لَا النُّوْرُ ۝ وَ لَا الظِّلُّ وَ لَا الْحَرُوْرُ ۝﴾ [3]

''نابینا اور آنکھوں والا برابر نہیں ہو سکتے اور نہ تاریکیاں اور روشنی یکساں ہو سکتی ہیں اور نہ ٹھنڈا سایہ اور تیز دھوپ ایک جیسے ہو سکتے ہیں۔''

نیز ارشاد فرمایا:

﴿مَنْ اِلٰهٌ غَیْرُ اللّٰهِ یَاْتِیْكُمْ بِضِیَآءٍ ؕ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ ۝﴾ [4]

''اللہ کے سوا وہ کون معبود ہے جو تمہیں روشنی لا دے، کیا تم سنتے نہیں ہو۔''

---

[1] ۱۰/یونس: ۵۔ [2] ۷۱/نوح: ۱۶۔
[3] ۳۵/فاطر: ۱۹، ۲۱۔ [4] ۲۸/القصص: ۷۱۔

Marfat.com

یعنی روشنی کا خالق صرف اللہ ہی ہے۔ انسان اس میں تصرف کر کے اس سے مختلف اہم کام انجام دیتا ہے۔

نیز ارشاد فرمایا:

﴿ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ ؕ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّ لَا غَرْبِيَّةٍ ۙ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَ لَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ؕ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ؕ يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ﴾ [1]

''اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے، اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق میں چراغ رکھا ہو، چراغ ایک فانوس میں ہو، فانوس ایسا ہو جیسے موتی کی طرح چمکتا ہوا تارا، وہ چراغ زیتون کے ایسے مبارک درخت سے روشن کیا جاتا ہو جو نہ شرقی ہو نہ غربی، اس کا تیل معلوم ہوتا ہو کہ ابھی روشن ہو جائے گا خواہ اسے آگ نہ چھوئے، اس طرح نور بلائے نور ہے، اللہ جس کو چاہتا ہے اپنے نور کی ہدایت دیتا ہے۔''

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ''وضو ضیاء ہے۔'' [2]

آپ نے دو دو بار کے طریق پر وضو کیا اور فرمایا: ''یہ نور بالائے نور ہے۔'' [3]

فرنسو یون کہتا ہے:

''پانی میں غسل کرنا اچھا ہے، ہوا میں غسل کرنا بہتر ہے اور روشنی میں غسل کرنا بہترین ہے۔'' ایک بچے کو ننگے بدن روشنی میں ڈال دیجیے تو آپ دیکھیں گے کہ وہ خوش ہو کر ہوا میں اپنے ہاتھ پاؤں چلانے لگے گا، پروفیسر رولیہ سوئیٹزرلینڈ بیان کرتا ہے کہ جن مدارس میں دھوپ کا گزر ہوتا ہے ان میں روشنی

---

[1] ۲۴/النور: ۳۵۔ [2] سنن الدارمی: ۶۷۹ عن ابی مالک الاشعری رضی اللہ عنہ۔ [3] مشکاۃ المصابیح بتحقیق الالبانی: ۱/ ۱۳۲، حدیث: ۴۲۳ نور علی نور والے الفاظ میں کلام ہے۔ جبکہ نور علی نور کے علاوہ دیکھیے صحیح البخاری: ۱۵۸ عن عبداللہ بن زید؛ سنن ابی داود: ۱۳۶؛ سنن الترمذی: ۴۳ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ۔

Marfat.com

کے سبب بچوں کی کمزوری طاقت اور بیماری صحت سے بدل جاتی ہے'' روشنی بچوں کی صحت کے لیے بہت ضروری ہے موسم ربیع و بہار میں دیکھئے کہ سورج کی روشنی کس طرح تمام اشجار و نباتات کو موسم خزاں سے نکال کر سنہرے اور سبز پتوں اور خوش رنگ پھولوں اور پھلوں سے بھر دیتی ہے اور جو پودے روشنی اور دھوپ سے محروم رہتے ہیں وہ پیلے پڑ جاتے ہیں اور ان کی نشوونما رک جاتی ہے، اور آج کے دور میں تو روشنی کے ذریعہ مختلف اندرونی بیماریوں کا پتہ لگایا جاتا ہے اور اس کے ذریعہ علاج کیا جاتا ہے۔'' [1]

چھینک اور جمائی

چھینک قدرت کی طرف سے ایک اضطراری عمل ہے، اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے ہمارے ارادے کے بغیر ہمارے جسم کے مختلف اعضاء کو چستی و توانائی عطا کرتا ہے۔ شریعت اسلامی نے اس کے متعلق کچھ آداب بتائے ہیں ۔ مربی کو چاہیے کہ بچوں کو وہ آداب سکھائے۔ چھینک کے برخلاف جمائی اس بات کی علامت ہے کہ جسم میں گرانی اور حواس میں کدورت پائی جاتی ہے اس لیے اسے دور کرنا چاہیے۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ''اللہ تعالیٰ کو چھینک پسند ہے اور جمائی ناپسند ہے، جمائی شیطان کی طرف سے ہے، جمائی لیتے وقت جب آدمی ہا! کہتا ہے تو شیطان خوشی سے ہنستا ہے۔'' [2]

آپ کا ارشاد ہے: ''چھینکنے والا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہے، سننے والا اس کے جواب میں یَرْحَمُکَ اللّٰہُ کہے، جس کے جواب میں چھینکنے والا یَھْدِیْکُمُ اللّٰہُ وَ یُصْلِحُ بَالَکُمْ کہے۔'' [3]

---

[1] التعليم والصحة از ڈاکٹر عبدالحمید بك۔

[2] صحيح البخارى، كتاب الادب، باب ما يستحب العطاس وما يكره من التثاؤب، حديث: ٦٢٢٣، ٦٢٢٦ عن ابى هريرة رضي الله عنه۔

[3] صحيح البخارى، كتاب الادب، باب اذا اعطس كيف يشمت؟ حديث: ٦٢٢٤ عن ابى ايوب رضي الله عنه۔

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ''جب کسی کو جمائی آئے تو منہ پر ہاتھ رکھ لے۔'' [1]
چھینکتے وقت آپ کا دستور تھا کہ منہ پر ہاتھ یا کپڑا رکھ لیتے۔ [2]

رسول اللہ ﷺ ڈکار لینا بھی ناپسند فرماتے تھے۔ ایک دفعہ ایک شخص نے آپ کے پاس ڈکار لی تو آپ نے فرمایا: ''جو لوگ دنیا میں زیادہ پیٹ بھر کر کھاتے ہیں وہ آخرت میں سب سے زیادہ بھوکے رہیں گے۔'' [3]

خلاصہ

☆ چھینک پسندیدہ چیز ہے، دماغی صحت کے لیے فطری اضطراری دوا ہے، اس سے دماغ سبک اور قوت فہم کی صفائی ہوتی ہے۔

☆ جمائی ناپسندیدہ چیز ہے یہ گرانی اور حواس کی کدورت کی پیداوار ہے، اس سے سستی غفلت اور سوءِ فہم پیدا ہوتا ہے۔ اور نشاط ختم ہوتا ہے۔

☆ مربی چھینک کے وقت بچے کو نبوی دعاؤں کا عادی بنائے۔

☆ مربی بچے کو جمائی کے وقت منہ پر ہاتھ رکھنے کا خوگر کرے۔

☆ چھینکتے وقت منہ پر کپڑا رکھنے کی عادت ڈلوائی جائے اس سے رینٹ، تھوک کے چھینٹوں اور آواز کی تیزی سے حفاظت ہوگی۔

☆ بسیار خواری کے نتیجے میں مجلس میں ڈکار لینے سے بچنا چاہیے۔

---

[1] مسند احمد: ۳/ ۹۳ عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ۔

[2] سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فی العطاس، حدیث: ۵۰۲۹؛ سنن الترمذی: ۲۷۴۵ عن ابی ھریرة رضی اللہ عنہ؛ الجامع الصغیر وزیادتہ: ۱/ ۸۸۹، حدیث: ۸۸۸۶۔

[3] سنن الترمذی، کتاب صفة القیامة، باب أکثرھم شبعا فی الدنیا، حدیث: ۲۴۷۸؛ سنن ابن ماجة: ۳۳۵۰؛ السلسلة الصحیحة: ۱/ ۶۱، حدیث: ۳۴۳ عن ابن عمر رضی اللہ عنہ۔

Marfat.com

مسواک

منہ اور دانتوں کی گندگی گونا گوں بیماریوں کی جڑ ہے اسی لیے مربی اول نے مسواک کو سنت قرار دیا ہے ہمیں اپنے بچوں کو اس کا پابند بنانا چاہیے۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے اگر میری امت کے لیے گراں نہ ہوتا تو میں ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا، ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ مسجد میں بیٹھتے ہیں، مسواک کان پر رکھے ہوئے ہیں، جیسے کاتب اپنا قلم رکھتا ہے اور جب نماز کا وقت آتا ہے تو مسواک کرتے ہیں۔ [1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب مسواک کرتے تو مجھے مسواک دھونے کے لیے دیتے۔ [2]

رسول اللہ ﷺ رات یا دن میں جب بھی سو کر بیدار ہوتے تو وضو سے پہلے مسواک کرتے تھے۔ [3]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مسواک امور فطرت میں سے ہے۔'' [4]

ایک بار کچھ مسلمان آپ کے پاس آئے جن کے دانت مسواک نہ کرنے کے سبب پیلے پڑ گئے تھے آپ نے فرمایا: ''تمہارے دانت زرد کیوں ہیں؟ مسواک کیا کرو۔'' [5]

---

[1] سنن ابی داود، کتاب الطهارة، باب السواك، حديث: ٤٧؛ السنن الكبرىٰ للبيهقي: ١/ ٣٧ عن زيد بن خالد الجهني رضی اللہ عنہ۔ [2] سنن ابی داود، كتاب الطهارة، باب غسل السواك، حديث: ٥٢؛ السنن الكبرىٰ للبيهقي: ١/ ٣٩ عن عائشة رضی اللہ عنہا۔ [3] سنن ابی داود، كتبا الطهارة، باب السواك لمن قام بالليل، حديث: ٥٧؛ السنن الكبرىٰ للبيهقي: ١/ ٣٩ عن عائشة رضی اللہ عنہا۔ [4] صحيح مسلم، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة، حديث: ٢٦١؛ سنن ابی داود: ٥٣؛ سنن الترمذي: ٢٧٥٧ عن عائشة رضی اللہ عنہا۔ [5] مسند احمد: ١/ ٢١٤ عن تمام بن العباس السلسلة الضعيفة، ح: ١٧٤٨ محدث البانی رحمہ اللہ نے اس کے پہلے حصے کو ضعیف قرار دیا ہے۔ جبکہ دوسرا حصہ متعدد صحابہ کرام سے صحیح سند کے ساتھ مروی ہے۔ دیکھیے: صحيح سنن ابی داود، حديث: ٣٦، ٣٧۔

Marfat.com

نمازوں کے لیے وضو میں کلی کرنا سنت رسول ہے جس سے مقصد منہ اور دانتوں کی تطہیر ہے، دانتوں اور منہ کے تعفن سے دل کے بعض امراض، بدبو اور حلق اور زبان کی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں، کلی کی سنت سے شریعت انسان کو ان امراض سے محفوظ رکھنا چاہتی ہے، اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ان جیسے امور میں شریعت نے انسانی صحت کو مدنظر رکھا ہے۔ [1]

امام شافعی کہتے ہیں، بے کار نہ بولنے، علماء کی صحبت اختیار کرنے اور مسواک کرنے سے عقل میں اضافہ ہوتا ہے۔

خلاصہ

☆ مسواک سنت نبوی ہے اسے بالالتزام بچوں سے کرایا جائے۔

☆ مسواک کرنے سے پہلے اسے دھولینا چاہیے۔

☆ جب بھی سو کر اٹھیں یا پانچوں نمازوں کے وقت مسواک ضرور کریں۔

☆ مسواک انسان کی فطری ضرورت ہے، اس کی پابندی بڑے بڑے خطرناک اور مہلک امراض سے نجات دیتی ہے۔

موزوں غذا

اپنی وسعت کے مطابق جائز طریقے سے مربی بچے کو ایسی غذا مہیا کرے جو اس کی صحت اور نشوونما میں معاون ہو، نامناسب غذا سے جسم میں مختلف بیماریوں کے لیے زمین ہموار ہوتی ہے جو آگے چل کر میدان عمل میں اسے سست گام یا ناکارہ بنا سکتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اہل جنت کی ضیافت میں زمین کو ایک روٹی بنادیا جائے گا جسے اللہ تعالیٰ اپنے ہاتھ میں لے گا یہ اہل جنت کی ضیافت میں ہوگا۔ [2]

---

[1] الطب النبوی از ڈاکٹر صلاح الدین کثرید۔

[2] صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب یقبض اللّٰه الارض یوم القیامة، حدیث: ٦٥٢٠؛ صحیح مسلم: ٢٧٩٢ عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ۔

Marfat.com

آپ فرماتے ہیں قرآن پڑھنے والے مومن کی مثال نارنگی جیسی ہے جس کا ذائقہ خوشگوار اور خوشبو جانفزا ہے۔ 1

آپ ککڑی کھجور کے ساتھ کھاتے تھے، فرماتے اس کی حرارت اس کی برودت کو زائل کرے گی اور اس کی برودت اس کی حرارت کو توڑ دے گی۔ 2

آپ فرماتے ہیں عائشہ رضی اللہ عنہا کو تمام عورتوں پر فضیلت حاصل ہے جیسے ثرید کو تمام کھانوں پر۔ 3

آپ کے پاس پنیر کا ٹکڑا آیا آپ نے چھری منگائی بسم اللہ کہہ کر اسے کاٹا۔ 4

آپ فرماتے ہیں تیل کھاؤ اور اسے لگاؤ کیونکہ یہ مبارک درخت ہے۔ 5

ایک صحابی کہتے ہیں آپ ہمارے پاس تشریف لائے، ہم نے آپ کو مکھن اور کھجور پیش کیا یہ دونوں چیزیں آپ کو بہت پسند تھیں۔ 6

آپ نے فرمایا: ''ہمارے لیے دو مردے اور دو خون حلال ہیں، ایک مچھلی اور ٹڈی دوسرے کلیجہ اور تلی۔ 7

---

1 صحیح البخاری، کتاب فضائل القرآن، باب فضل القرآن علی سائر الکلام، حدیث: ۵۰۲۰؛ صحیح مسلم: ۷۹۷ عن ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ۔

2 سنن ابی داود، کتاب الاطعمة، باب فی الجمع بین اللونین، حدیث: ۳۸۳۶؛ السنن الکبریٰ للبیهقی: ۷/ ۲۸۱؛ السلسلة الصحیحة: ۱/ ۸۶، حدیث: ۵۷ عن عائشه رضی اللہ عنہا۔

3 صحیح البخاری، کتاب الاطعمة، باب الثرید، حدیث: ۵۴۱۹؛ صحیح مسلم: ۲۴۴۶ عن انس رضی اللہ عنہ۔

4 سنن ابی داود، کتاب الاطعمة، باب فی اکل الجبن، حدیث: ۳۸۱۹ عن ابن عمر رضی اللہ عنہ؛ السنن الکبریٰ للبیهقی: ۱۰/ ۶ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ۔

5 سنن الترمذی، کتاب الاطعمة، باب ما جاء فی اکل الزیت، حدیث: ۱۸۵۱؛ سنن ابن ماجه: ۳۳۱۹ عن عمر بن الخطاب۔

6 سنن ابی داود، کتاب الاشربة، باب فی الخلیطین، حدیث: ۳۷۰۸ عن صفیة بنت عطیة؛ سنن ابن ماجه: ۳۳۹۸ عن عائشة رضی اللہ عنہا۔

7 سنن ابن ماجه، کتاب الاطعمة، باب الکبد والطحال، حدیث: ۳۳۱۴؛ مسند احمد: ۲/ ۹۷؛ السنن الکبریٰ للبیهقی: ۱/ ۲۵۴ عن ابن عمر رضی اللہ عنہ۔

Marfat.com

ایک یہودی نے آپ کی دعوت کی جس میں جو کی روٹی اور چربی پیش کی۔ 1

قرآن میں گیارہ جگہوں میں انگور کا ذکر ہے، روایت میں ہے کہ آپ کو انگور اور ککڑی بہت مرغوب تھی، حضرت ابن عباس کہتے ہیں میں نے آپ کو انگور توڑ توڑ کر کھاتے دیکھا ہے۔ 2

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَ اَمۡدَدۡنٰهُمۡ بِفَاكِهَةٍ وَّ لَحۡمٍ مِّمَّا يَشۡتَهُوۡنَ ﴾ 3

''اور ہم نے میووں اور پسندیدہ گوشت سے انہیں نوازا۔''

آپ ارشاد فرماتے ہیں: ''اہل دنیا اور اہل جنت کے کھانوں کا سردار گوشت ہے۔'' 4

آپ نے دودھ استعمال فرمایا، پھر پانی منگا کر کلی کی اور فرمایا اس میں چکناہٹ ہے۔ 5

آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ جب ہنڈیا پکاؤ تو اس میں کثرت سے کدو ڈالو اس لیے کہ یہ مفرح ہے۔ 6

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَّ طَلۡحٍ مَّنۡضُوۡدٍ ﴾ 7

''اور تہہ بتہ کیلا۔''

---

1 مسند احمد: ۳/ ۲۱۰، ۲۷۰ عن انس رضی اللہ عنہ۔

2 زاد المعاد: ٤/ ٣٤٠ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ۔

3 ٥٢/الطور: ٢٢۔

4 سنن ابن ماجه، کتاب الاطعمة، باب اللحم، حدیث: ٣٣٠٥؛ السلسلة الضعيفة: ٨/ ١٩٩، حدیث: ٣٧٢٤ عن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ۔

5 صحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب هل يمضمض من اللبن، حدیث: ٢١١؛ صحیح مسلم: ٣٥٨ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ۔

6 زاد المعاد: ٤/ ٤٠٤ عن عائشة رضی اللہ عنہا۔

7 ٥٦/الواقعة: ٢٩۔

Marfat.com

آپ نے فرمایا: ''دوشفا بخش چیزوں کولازم پکڑلو: شہداور قرآن۔'' 1

قرآن میں شہد کے متعلق مذکور ہے: ﴿فِيهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ﴾ ''اس میں تمام لوگوں کے لیے شفا ہے۔'' 2

رسول اللہ ﷺ کسی ایک قسم کی غذا کے عادی نہیں تھے بلکہ میسر آنے والی تمام حلال اور مفید غذائیں استعمال فرماتے تھے، الگ الگ مزاج کی چیزوں کو معتدل بنا کر کھاتے تھے۔ 3

آپ نے دودھ اور مچھلی، دودھ اور کھٹی چیز، دوگرم غذاؤں دوسرد غذاؤں اور دولیس دار، دو قابض، دو سہل، دوسخت اور دو نرم غذاؤں کو اکٹھا کر کے کبھی نہیں کھایا۔ اسی طرح آپ نے قابض اور سہل زود ہضم اور دیر ہضم، بھن ہوئی اور پکی ہوئی، تازہ اور باسی دودھ اور انڈا گوشت اور دودھ کو اکٹھا کر کے کبھی نہیں کھایا آپ زیادہ گرم کھانا کبھی نہیں کھاتے اور نہ ہی باسی جس میں بو آجائے اور چٹپٹا کھانا آپ استعمال فرماتے۔ 4

اللہ تعالیٰ نے دودھ میں صحت ونشو ونما کے تمام اجزاء شامل کر دیئے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: کھانے اور پینے دونوں طرح کی چیزوں سے مستغنی کرنے والی غذا صرف دودھ ہے، روٹی، گھی، تیل، پھلوں، سبزیوں، مچھلی، انڈا اور گوشت وغیرہ میں بھی بڑی غذائیت اور صحت بخش اجزاء ہیں اس لیے مربی روزانہ وسعت کے مطابق انہیں بچے کی غذا میں شامل کرے۔ 5

امام شافعی کہتے ہیں چار چیزیں جسم کو مضبوط کرتی ہیں' گوشت کھانا، خوشبو سونگھنا، بغیر جماع کے زیادہ غسل کرنا، اور کتان پہننا، اور چار چیزیں جسم کو کمزور کرتی ہیں، کثرت جماع، کثرت غم، نہار منہ زیادہ پانی پینا، کثرت سے کھٹی چیز کھانا۔ 6

---

1 سنن ابن ماجه، كتاب الطب، باب العسل، حديث: ٣٤٥٢؛ السلسلة الضعيفة: ٤/ ٢٣، حديث: 1514 عن عبدالله رضي الله عنه۔

2 ١٦/النحل: ٦٩۔ 3 زاد المعاد: ١/ ٦٦۔

4 زاد المعاد: ٤/ ٢٢٣۔ 5 زاد المعاد: ٤/ ٣٨٤۔

6 زاد المعاد: ٤/ ٤٠٨، ٤٠٩۔

Marfat.com

چار چیزیں جسم کو مریض بنا دیتی ہیں زیادہ بولنا، زیادہ سونا، زیادہ کھانا اور زیادہ جماع کرنا۔ 1

چار چیزیں فہم وقوت ادراک میں اضافہ کرتی ہیں دل کا فراغ، کم خوری، غذاؤں کا توازن اور جسم کے فضلات کا خارج کرنا۔ 2

گدی کے بل سونا، کثرت سے کھٹی چیز کھانا، کثرت سے پیاز کھانا، تنہائی، فکر، زیادہ شکر استعمال کرنا، زیادہ ہنسنا وغیرہ عقل کو کمزور کرتی ہیں۔ 3

مامون کا طبیب کہتا ہے: چار باتیں جو نگہداشت رکھے اسے صرف موت کی بیماری لگ سکتی ہے، جب تک معدے میں کھانا ہے دوسرا کھانا نہ کھائے، ایسا کھانا نہ کھائے جسے دانت پیسنے سے عاجز ہوں اور جسے معدہ ہضم نہ کرسکے، کثرت سے جماع سے بچے کہ یہ نورِ حیات بجھا دیتا ہے اور گرمی میں قے سے معدہ کی صفائی کردے۔ 4

بیک وقت مچھلی اور انڈا کھانے سے کوڑھ یا برص کی بیماری کا اندیشہ رہتا ہے۔ مچھلی کھانے کے بعد ٹھنڈے پانی سے غسل کرنا فالج کا موجب ہوتا ہے۔ 5

جو صحت چاہے وہ غذا نفیس کھائے، بھوک پیاس لگنے پر کھائے پیئے، پانی کم پیئے، دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد آرام کرے، شام کا کھانا کھانے کے بعد چہل قدمی کرے۔ 6

بیماریوں سے حفاظت

شریعت اسلام نے طلب شفاء اور بیماریوں سے بچاؤ پر کافی زور دیا ہے، آنحضرت ﷺ کی اس سلسلے میں بہت سی ہدایات ہیں، البتہ اس سلسلہ میں شفا دہندہ اور بیماریوں سے بچانے والا دعا اور دوا کو نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ ہی کو ماننا لازم ہے، ان چیزوں کو تو اللہ نے ایک ذریعہ بنایا ہے، یہ بجائے خود شفاء کی طاقت نہیں رکھتی ہیں۔

---

1 زاد المعاد: ٤/ ٤٠١۔ 2 زاد المعاد: ٤/ ٤١٣۔
3 زاد المعاد: ٤/ ٣١٤۔ 4 زاد المعاد: ٤/ ٤٠٩۔
5 زاد المعاد: ٤/ ٤٠٦۔ 6 زاد المعاد: ٤/ ٤٠٧۔

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ”ہر مرض کی دوا ہے، اور جب دوا بیماری کے لیے ٹھیک بیٹھ جاتی ہے تو اللہ کے حکم سے مریض شفایاب ہوجاتا ہے۔“ [1]

کچھ دیہاتی آپ کے پاس آئے کہا! اے اللہ کے رسول کیا ہم دوا کر سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ”اللہ کے بندو! ہاں دوا کرو، اللہ عزوجل نے جو بیماری پیدا کی ہے اس کے لیے شفاء بھی بنائی ہے، البتہ ایک بیماری ہے جس کے لیے شفاء نہیں۔“ بولے کون سی؟ فرمایا: ”بڑھاپا۔“ [2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: دعا اور دوا اور دشمنوں سے حفاظت کے ذرائع جو ہم استعمال کرتے ہیں کیا یہ اللہ کی لکھی ہوئی تقدیر بدل سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ”یہ سب اللہ کی تقدیر سے ہیں۔“ [3]

آپ فرماتے ہیں: ”ہر بیماری کے لیے اللہ نے شفاء بھی رکھی ہے، جاننے والے نے جان لیا اور نہ جاننے والے نے نہیں جانا۔“ [4]

کھانے پینے میں شریعت نے جن چیزوں کو حلال اور طیب قرار نہیں دیا ہے بطور دوا بھی ان کا استعمال ٹھیک نہیں ہے، مسکر اور نشہ آور چیزوں کو دوا کے طور پر استعمال کرنے سے روکا گیا ہے آپ فرماتے ہیں: ”اللہ نے جن چیزوں کو تم پر حرام کیا ہے ان میں شفاء نہیں رکھی ہے، اللہ نے بیماری اور دوا دونوں پیدا کی ہے اور ہر بیماری کے لیے دوا بنائی ہے، اس لیے دوا

---

[1] صحيح مسلم، كتاب السلام، باب لكل داء دواء واستحباب التداوي، حديث: ٢٢٠٤؛ مسند احمد: ٣/ ٣٣٥؛ السنن الكبرىٰ للبيهقي: ٩/ ٣٤٣ عن جابر رضی اللہ عنہ۔

[2] سنن ابی داود، كتاب الطب، باب الرجل يتداوى، ح: ٣٨٥٥؛ سنن الترمذي: ٢٠٣٨؛ سنن ابن ماجه: ٣٤٣٦؛ مسند احمد: ٤/ ٢٧٨ عن اسامة بن شريك۔

[3] سنن الترمذي، كتاب الطب، باب ماجاء في الرقى والأدوية، ح: ٢٠٦٥؛ سنن ابن ماجه: ٣٤٣٧ عن ابی خرامة عن أبيه۔

[4] مسند احمد: ١/ ٣٧٧؛ السلسلة الصحيحة: ١/ ١٩١، حديث: ٤٥٢؛ عن عبدالله بن مسعود رضی اللہ عنہ۔

Marfat.com

کرواور حرام چیز سے بچو۔" 1

دعا اور دم کا استعمال رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے، لیکن تعویذ اور شرکیہ گنڈے اور تمائم کا استعمال ٹھیک نہیں ہے، ان کا استعمال کرنے والے خود ان چیزوں کو یا اللہ کے سوا دیگر شخصیات کو موثر مانتے ہیں۔ 2

لباس

اسلامی تربیت میں لباس کے دو مقصد ہیں ایک جسمانی کہ بدن ہر طرح کی تکلیف اور سردی گرمی سے محفوظ رہے اور دوسرا مقصد اخلاقی ہے کہ ایسے تمام اعضاء ڈھکے رہیں جنہیں شریعت نے ستر قرار دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَ رِيْشًا ۭ وَ لِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ﴾ 3

"اے بنی آدم ہم نے تمہارے لیے لباس پیدا کیا جو تمہاری شرمگاہیں ڈھانپتا ہے اور وجہ زینت ہے اور پرہیزگاری کا لباس سب سے بہتر ہے۔"

نیز ارشاد فرمایا:

﴿يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ﴾ 4

"اے بنی آدم نماز کے وقت اپنی سجاوٹ کا لباس پہنا کرو۔"

نیز ارشاد ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ۝﴾ 5

---

1 صحيح البخاری، كتاب الاشربة، باب شراب الحلواء والعسل، حديث قبل رقم: ٥٦١٤؛ السنن الكبرىٰ للبيهقی: ١٠/ ٥؛ السلسلة الصحيحة: ٤/ ١٧٤، حديث: ١٦٣٣ عن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ مرفوعا۔

2 صحيح البخاری، كتاب المغازی، باب مرض النبی ﷺ، حديث: ٤٤٣٩؛ صحيح مسلم: ٢١٩٢ عن عائشة رضی اللہ عنہا۔

3 ٧/الاعراف: ٢٦۔ 4 ٧/الاعراف: ٣١۔ 5 ٢٥/الفرقان: ٦٧۔

Marfat.com

''اور وہ لوگ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی میں اڑاتے ہیں اور نہ بخل کرتے ہیں ان کی روش اس کے درمیان ہوتی ہے۔''

آپ کا ارشاد گرامی ہے: ''کھاؤ، پیو، پہنو اور صدقہ کرو بغیر اسراف اور غرور کے۔'' [1]

آپ نے فرمایا: ''صفائی اختیار کرو اس لیے کہ اسلام پاکیزہ مذہب ہے۔'' [2]

کچھ صحابہ سفر سے آئے تو آپ نے تاکید فرمائی آپ لوگ اپنے بھائیوں میں آئے ہیں لہٰذا اپنی جائے سکونت اور لباس کو درست کر لیجیے اس طرح رہیے گویا لوگوں میں آپ ممتاز ہیں، اللہ تعالیٰ حد سے تجاوز کرنے کو پسند نہیں کرتا۔'' [3]

ایک شخص معمولی کپڑوں میں آیا آپ نے فرمایا: ''تم صاحب مال ہو؟'' اس نے کہا: جی ہاں۔ فرمایا: ''کیسا مال ہے؟ کہا: اللہ نے مجھے ہر طرح کا مال دیا ہے، فرمایا: ''اگر ایسا ہے تو اللہ کی نعمت کا اثر اور اس کی اچھائی ظاہر کی جانی چاہیے۔'' [4]

آپ نے ایک بار ریشم کو دائیں ہاتھ میں لیا اور سونا بائیں ہاتھ میں لے کر فرمایا: ''دونوں میری امت کے مردوں پر حرام ہیں اور عورتوں کے لیے حلال ہیں۔'' [5]

---

[1] صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب قول اللّٰہ تعالٰی قبل من حرم زینة اللّٰہ التی...... قبل رقم: ٥٧٨٣؛ سنن النسائی: ٢٥٦٠؛ مسند احمد: ٢/ ١٨١ عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده رضی اللہ عنہ۔

[2] صحیح مسلم، کتاب الطھارة، باب فضل الوضوء، حدیث: ٢٢٣؛ السنن الکبریٰ للبیهقی: ١/ ٤٢؛ مسند احمد: ٥/ ٣٤٢ عن ابی مالك الاشعری رضی اللہ عنہ۔

[3] سنن ابی داود، کتاب اللباس، باب ما جاء فی إسبال الإزار، حدیث: ٤٠٨٩ عن ابن الحنظلیة۔

[4] سنن النسائی، کتاب الزینة، باب الجلاجل، حدیث: ٥٢٢٥، ٥٢٢٦ عن ابی الاحوص عن ابیه نیز دیکھیے: سنن الترمذی: ٢٨١٩ عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده۔

[5] سنن ابی داود، کتاب اللباس، باب فی الحریر للنساء، حدیث: ٤٠٥٧؛ سنن النسائی: ٥١٤٧، ٥١٥٠؛ مسند احمد: ١/ ١١٥ عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔

Marfat.com

آپ نے فرمایا: "جو شخص لباس شہرت پہنے گا قیامت میں اللہ اسے لباس ذلت پہنائے گا۔" 1

آپ نے فرمایا: جو شخص ناز وتکبر سے اپنے کپڑے گھسیٹ کر چلے گا قیامت میں اللہ اس کی طرف نہیں دیکھے گا۔ 2

ایک شخص نے ابن عمر سے پوچھا: میں کیسا کپڑا پہنوں؟ کہا جس سے کم عقل لوگ تمہیں حقیر نہ سمجھیں اور دانش مند لوگ عیب نہ لگائیں۔ 3

رسول اللہ ﷺ کو تمام لباسوں میں قمیص سب سے زیادہ پسند تھی۔ 4

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں آپ کو حبرہ چادر بہت پسند تھی۔ 5

ایک بار حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پیوند لگی چادر اور گاڑھے کا تہ بند نکالا اور کہا آپ کا انتقال انہیں دونوں کپڑوں میں ہوا۔ 6

آپ نے بائیں ہاتھ سے کھانے ایک جوتا پہن کر چلنے اور ایک کپڑے میں سرین کے بل اس حال میں بیٹھنے سے کہ شرمگاہ کھلی ہو منع فرمایا ہے۔ 7

---

1 سنن ابی داود، کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة، حدیث: ٤٠٢٩؛ سنن ابن ماجه: ٣٦٠٦۔ ٣٦٠٨ عن ابن عمر رضی اللہ عنہ۔

2 صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب قول الله تعالٰی قل من حرم زينة الله التی اخرج لعباده، حدیث: ٥٧٨٣؛ صحیح مسلم: ٢٠٨٥ عن ابن عمر رضی اللہ عنہ۔

3 سنن ابی داود، کتاب اللباس، باب ماجاء فی القمیص، ح: ٤٠٢٥، ٤٠٢٦؛ سنن الترمذی: ١٧٦٢، ١٧٦٣، ١٧٦٤؛ سنن ابن ماجة: ٣٥٧٥ عن ام سلمة رضی اللہ عنہا۔

4 سنن ابی داود، کتاب اللباس، باب ماجاء فی القمیص، حدیث: ٤٠٢٥، ٤٠٢٦ عن ام سلمة رضی اللہ عنہا۔

5 صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب البرود والحبر والشملة، حدیث: ٥٨١٢، ٥٨١٣؛ صحیح مسلم: ٢٠٧٩ عن انس رضی اللہ عنہ۔

6 صحیح البخاری، کتاب الخمس، باب ما ذكر من درع النبی ﷺ وعصاه وسيفه......، حدیث: ٣١٠٨؛ صحیح مسلم: ٢٠٨٠ عن ابی برده رضی اللہ عنہ۔

7 صحیح مسلم، کتاب اللباس والزينة، باب النهی عن اشتمال الصماء......، حدیث: ٢٠٩٩؛ مسند احمد: ٣/ ٣٤٤ عن جابر رضی اللہ عنہ۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَ طَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ﴾ 1

''تو جب ان دونوں نے درخت کو چکھا ان کے ستر ان کے لیے کھل گئے تو اپنے اوپر درخت کے پتے جوڑنے لگے۔''

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ستر کا چھپانا انسان کی فطرت میں داخل ہے کہ آدم وحوا جنت میں ستر کھل جانے کے بعد پتوں سے اسے ڈھانکنے لگے۔ مردوں کا ستر ناف سے گھٹنے تک اور عورتوں کا سر سے ٹخنوں اور ہاتھ کے گٹوں تک ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ایسی عورتوں پر جو مردوں جیسے لباس اور طور طریقے اختیار کریں یا ایسے مردوں پر جو عورتوں جیسے لباس اور طور طریقے اختیار کریں لعنت فرمائی ہے۔ 2

آپ نے فرمایا: ''کتنی کپڑے پہننے والی عورتیں ہیں جو فی الواقع ننگی ہوتی ہیں۔'' 3

شوخ رنگ کے کپڑے جیسے سرخ یا زعفرانی پہننا مردوں کے لیے جائز نہیں۔ 4

رسول اللہ نے سرخ دھاریوں اور سبز رنگ کی چادر نیز سبز رنگ کا تہبند استعمال فرمایا ہے، مردوں کے لیے خصوصیت سے سفید رنگ کے کپڑے پسند فرمائے ہیں۔ 5

---

1 ۷/الاعراف:۲۲۔ 2 صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب المتشبهين، بالنساء والمتشبهات بالرجال، حديث: ۵۸۸۵؛ سنن ابی داود: ۴۰۹۷، ۴۰۹۸؛ سنن ابن ماجه: ۱۹۰۴ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ۔ 3 صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب ما كان النبی ﷺ يتجوز من اللباس والبسط حديث: ۵۸۴۴؛ سنن الترمذی: ۲۱۹۶ عن ام سلمة رضی اللہ عنہا۔ [illegible] میں دنیا کا ذکر نہیں بلکہ قیامت کا ذکر ہے۔ 4 صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب الثوب الأحمر، حديث: ۵۸۴۸ عن البراء بن عازب رضی اللہ عنہ۔ 5 سنن ابی داود، کتاب الطب، باب فی الكحل، حديث: ۳۸۷۸؛ سنن الترمذی: ۹۹۴؛ مسند احمد: ۱/ ۲۴۷ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ۔

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ جب لباس زیب تن فرماتے تو یہ دعا پڑھتے تھے:

((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي كَسَانِي هٰذَا وَ رَزَقَنِيهِ مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِّنِّي وَلَا قُوَّةٍ)) [1]

''سب تعریف اس اللہ کے لیے ہے جس نے مجھے یہ پہنایا اور اپنے احسان سے بغیر میری قوت وطاقت کے اس کی روزی کی۔''

خلاصہ

☆ بچوں کو ایسا لباس پہنایا جائے جس سے آرام، ستر پوشی اور زینت حاصل ہو۔
☆ اسراف اور غرور کے لاس سے بچایا جائے۔
☆ لباس صاف ستھرا رکھا جائے۔
☆ لڑکوں اور لڑکیوں کے لباس میں فرق کیا جائے۔
☆ کپڑے بہت باریک نہ ہوں۔
☆ سرخ اور زعفرانی رنگ کے اور ریشمی کپڑوں سے لڑکوں کو بچایا جائے۔
☆ کپڑے پہننے کے وقت کی مسنون دعا یاد کرادی جائے۔

فرحت وشادمانی

بچوں کو خوش رکھنا ان کا حق ہے اور ان کی صحت کے لیے بہت ضروری ہے، جو لوگ ہر وقت غم اور فکر میں مبتلا رہتے ہیں ان کی صحت خراب رہتی ہے اور زندگی کے فرائض انجام نہیں دے پاتے اسی لیے دنیا کے غم وآلام سے نجات کے لیے مسلمانوں کو صبر جمیل اور اللہ کی ذات پر توکل کی تعلیم دی گئی ہے یہ دونوں طاقتیں مومن کو ہر مصیبت میں سکون واطمینان کی نعمت سے بہرہ ور رکھتی ہیں۔

حضرت ربیع بنت معوذ کا نکاح تھا آپ تشریف لا کر ان کے پاس بیٹھے کچھ بچیاں

---

[1] سنن ابی داود، كتاب اللباس، باب ما يقول إذا لبس ثوبا جديدًا، حديث: ٤٠٢٣؛ عن سهل بن معاذ بن انس عن ابيه۔

Marfat.com

ان کے خاندان کے شہداء بدر کی تعریف میں دف بجا کر اشعار گانے لگیں اس موقع پر ایک بچی نے یہ مصرع گایا۔ وَ فِينَا نَبِيٌّ يَعْلَمُ مَا فِي غَدٍ ہم میں ایک ایسا نبی ہے جو کل کی بات جانتا ہے۔ تو آپ نے فرمایا: ''اسے رہنے دو جو تم گا رہی تھیں وہی گاؤ۔'' [1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک انصاری سے اپنے رشتے کی ایک عورت کا نکاح کرایا رخصتی کے وقت آپ نے فرمایا: ''عائشہ تمہارے ساتھ گیت نہیں تھا انصار کو تو گیت پسند ہے۔'' [2]

ان روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ شادی بیاہ کے موقع پر جائز حدود میں گیت اور دف کی اجازت ہے۔

غزوۂ تبوک سے واپسی پر ثنیہ الوداع پہاڑی تک جا کر لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کیا ان میں بچے بھی تھے۔ [3]

عید کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوجی کھیل پسند فرماتے تھے مسجد نبوی میں ایک دفعہ حبشی لوگ عید کے دن فوجی کھیل رہے تھے آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دکھایا اور حبشیوں کی ہمت افزائی کی۔ [4]

ایک دفعہ آپ سفر سے واپس ہوئے تو اونٹ یا گائے ذبح کیا اور لوگوں کی دعوت کی۔ [5]

---

[1] صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب ضرب الدف فی النکاح والولیمة، حدیث: ۵۱۴۷؛ سنن ابی داود: ۴۹۲۲؛ سنن الترمذی: ۱۰۹۰ عن ربیع بن معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہا۔ [2] صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب النسوة اللاتی یهدین المراة إلی زوجها ودعائهن بالبركة، حدیث: ۵۱۶۲؛ السنن الکبریٰ للبیهقی: ۷/ ۲۸۸ عن عائشة رضی اللہ عنہا۔ [3] صحیح البخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب استقبال الغزاة، حدیث: ۳۰۸۳، ۴۴۲۶، ۴۴۲۷؛ سنن ابی داود: ۲۷۷۹؛ سنن الترمذی: ۱۷۱۸ عن السائب بن یزید رضی اللہ عنہ۔ [4] صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب قصة الحبش وقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم ((یا بنی ارفدة))، حدیث: ۳۵۳۰ عن عائشة رضی اللہ عنہا۔ [5] صحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب الطعام عند القدوم، حدیث: ۳۰۸۹؛ سنن ابی داود: ۳۷۴۷؛ السنن الکبریٰ للبیهقی: ۵/ ۳۹۹ عن جابر بن عبداللّٰہ۔

Marfat.com

شادی بیاہ کے وقت اقرباء اور دوستوں کی دعوت کرنا سنت ہے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ولیمہ کی دعوت کرو خواہ ایک بکری ہی ذبح کر کے کرو۔ 1

کسی عزیز یا دوست کو شادی بیاہ میں تحفے کے بطور کچھ بھیجا بھی جا سکتا ہے۔ 2

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں تمہارے لیے بہتر خوشی کے دن عید الفطر اور عید الاضحیٰ ہیں۔ 3

ان دونوں دنوں میں اچھے سے اچھا لباس زیب تن کرنا خوشبو لگانا اور جائز گیت گانا، بہادری کے کھیل کھیلنا آپ نے پسند فرمایا البتہ فخر وغرور کی مسرت آپ کو ناپسند ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا آتَاكُمْ ۗ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ۝﴾ 4

''اور اس پر نہ اتراؤ جو تم کو اس نے دیا اور اللہ کسی اترانے والے کو محبوب نہیں رکھتا۔''

رسول اللہ ﷺ عبد اللہ، عبید اللہ اور کثیر بن عباس کو صف میں کھڑا کرتے پھر فرماتے جو میرے پاس سب سے پہلے پہنچے گا اسے یہ ملے گا، بچے دوڑ کر آپ کے پاس آتے کوئی پیٹھ پر گرتا اور کوئی سینہ پر پھر آپ انکا بوسہ لیتے اور چمٹا لیتے۔ 5

اسی طرح بچوں کی دائمی فرحت ومسرت کے لیے آپ مختلف طریقے اپناتے تھے۔

---

1 صحيح البخاری، كتاب النكاح، باب الوليمة ولو بشاة، حديث: ٥١٦٧؛ صحيح مسلم: ١٤٢٧ عن عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ۔

2 سنن النسائی، كتاب النكاح، باب الهدية لمن عرس، حديث: ٣٣٨٩ عن انس رضی اللہ عنہ۔

3 سنن النسائی، كتاب العيدين، حديث: ١٥٥٧ عن انس رضی اللہ عنہ؛ السلسلة الصحيحة: ٥/ ٣٤، حديث: ٢٠٢١۔

4 ٥٧/الحديد: ٢٣۔

5 مسند احمد: ١/ ٢١٤؛ السلسلة الضعيفة: ١٤/ ١١٥، حديث: ٦٥٤٧ عن عبدالله بن الحرث رضی اللہ عنہ۔

Marfat.com

ایمانی، اخلاقی اور نفسیاتی تربیت

ہر بچے کی فطرت اسلام ہے

اسلام ساری کائنات کا، تمام انسانوں کا مذہب ہے، یہ اللہ تعالیٰ کے وضع کردہ فطری قوانین کا مجموعہ ہے۔ ﴿ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ ﴾ ''دین اللہ کے یہاں صرف اسلام ہے۔'' آنحضرت ﷺ اپنی حدیث پاک میں اس کی توضیح فرماتے ہیں: ((مَا مِنْ مَوْلُوْدٍ اِلَّا یُوْلَدُ عَلَی الْفِطْرَةِ فَاَبَوَاهُ یُهَوِّدَانِهٖ اَوْ یُنَصِّرَانِهٖ اَوْ یُمَجِّسَانِهٖ كَمَا تَنْتَجُ الْبَهِیْمَةُ بَهِیْمَةً جَمْعَاءَ هَلْ تُحِسُّوْنَ فِیْهَا مِنْ جَدْعَاءَ؟)) [1] ثُمَّ یَقُوْلُ: ﴿ فِطْرَتَ اللّٰہِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا ؕ لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰہِ ؕ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ ﴾ (۳۰/الروم: ۳۰) ''ہر بچہ اسلام کی فطرت پر پیدا ہوتا ہے لیکن بعد میں اس کے والدین اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں جس طرح چوپائے کا بچہ چوپایہ ہی پیدا ہوتا ہے۔ کیا تم اس میں کوئی کمی دیکھتے ہو؟'' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ استشہاد فرماتے ہیں: اللہ کی بنائی ہوئی (انسانی) سرشت جس پر اللہ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے، اللہ کی بناوٹ میں تبدیلی ٹھیک نہیں، یہی مضبوط طریقہ ہے لیکن بہت سے لوگ نہیں جانتے۔

ایک حدیث میں لفظ فطرت کے بجائے لفظ ملت آیا ہے۔ ایک حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ((اِنِّیْ خَلَقْتُ عِبَادِیْ حُنَفَاءَ كُلَّهُمْ فَاجْتَالَتْهُمُ الشَّیَاطِیْنُ عَنْ دِیْنِهِمْ)) [2] ''میں نے اپنے تمام بندوں کو دین توحید پر پیدا کیا ہے لیکن بعد میں شیاطین نے ان کو ان کے اس دین سے پھیر دیا۔'' ایک روایت میں ''حنفاء مسلمین'' کا لفظ بھی ہے۔ بچے کی سرشت اور فطرت میں سلامتی وصفا اور دین وملت کی

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الجنائز، باب إذا أسلم الصبي......: ١٣٥٨؛ صحيح مسلم: ٢٦٥٨ عن ابى هريرة رضي الله عنه۔ [2] صحيح مسلم، كتاب الجنة ونعيمها، باب الصفات التى يعرف بها......:٢٨٦٥؛ مسند احمد: ٤/ ١٦٢؛ السلسلة الصحيحة: ٧/ ١٥٩١، حديث: ٣٥٩٩ عن عياض بن حمار المجاشعي رضي الله عنه۔

Marfat.com

استعداد اور قدرتی خاصہ موجود ہے یہ طبعی اور قدرتی اسلام ہے، بچہ جس ماحول میں پرورش پاتا اور پروان چڑھتا ہے اگر وہ اس فطرت سے ہم آہنگ ہے تو وہ کامل انسان، پیغمبروں کے مشن کا علم بردار، خاتم النّبیین حضرت محمد ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کا سچا پیرو ہوگا اگر ماحول اس فطرت سے میل نہیں کھاتا تو اس پر بگاڑ کی سیاہیاں جمنے لگتی ہیں اور آہستہ آہستہ اس فطرت کے برخلاف بچہ غلط راستے اور مذاہب کا پیرو ہو جاتا ہے، لہٰذا مربی کا اولین فریضہ ہے کہ بچے کی اس فطرت کو نکھارے، اسے اس کی عمر کے لحاظ سے ان اصولوں کا خوگر بنائے جن کے مجموعے کا نام اللہ نے اسلام رکھا ہے، یہی اصول اور یہی دین بچے کی اس فطرت سے ہم آہنگ ہے اس لیے کہ اس فطرت اور اس کے خاصے کا خالق اللہ ہے اور دین اسلام کا خالق بھی وہی ہے اور انسانوں کو اسی کی تابعداری کے لیے پیدا کیا ہے۔

Marfat.com

مربی کے اوصاف

بچے کی تربیت سے متعلق ساری ذمہ داریاں مربی اسی وقت پوری کر سکتا ہے جب کہ وہ خود بچے کے لیے ایک پرکشش نمونہ ہو۔ وہ اپنی ذات کو اس قدر مثالی بنائے کہ بچہ غیر شعوری طور پر اس سے وابستہ رہنے میں مسرت محسوس کرے اور آہستہ آہستہ ان اصولوں کا خوگر ہو جائے جو مربی کا مقصد ہے اور جس سے دنیا اور آخرت میں مربی اور بچے دونوں کی سعادت اور کامرانی وابستہ ہے، ہم ذیل میں وہ اصول درج کر رہے ہیں جن کی پابندی مربی کے لیے ضروری ہے۔

① تقویٰ شعاری

مربی کا اس روحانی صفت سے متصف ہونا شرط اول ہے، یعنی وہ اپنی زندگی کے مقصد، ذکر وفکر، رہن سہن اور عبادت ومعاملات اور دنیا کے تمام کاموں میں کھلے چھپے ہر طور پر اللہ کا خوف رکھے، صالح اعمال شرعی کے ذریعے اللہ کی خوشنودی حاصل کرے اور اس کے عذاب سے بچے، اللہ تعالیٰ نے متعدد آیات میں اس صفت سے متصف ہونے کی تاکید کی ہے۔

ارشاد ہے:

﴿ يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۝ ﴾[1]

”اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور درست بات کہا کرو۔“

نیز ارشاد ہے:

﴿ يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ لْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ﴾[2]

”اے ایمان لانے والو! اللہ سے ڈرو اور ہر شخص کو سوچتے رہنا چاہیے کہ کل کے لیے اس نے آگے کیا بھیجا۔“

---

[1] ۳۳/الاحزاب: ۷۰۔ [2] ۵۹/الحشر: ۱۸۔

Marfat.com

نیز فرمایا:

﴿ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۙ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ﴾ [1]

''اور جو شخص اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کے لیے راہ نکال دے گا اور اللہ اسے ایسی جگہ سے رزق دے گا جہاں سے اسے گمان بھی نہ ہوگا۔''

آپ کا ارشاد ہے: ''اللہ سے ڈرو جہاں کہیں بھی رہو اور بدی کے بدلے نیکی کرو یہ اسے ختم کردے گی اور لوگوں سے حسن اخلاق کا معاملہ کرو۔'' [2]

· آپ نے فرمایا اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان عدل کرو جس طرح تمہیں پسند ہے کہ وہ تمہارے ساتھ بھلائی کریں۔ [3]

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ۝ ﴾ [4]

''کسی انسان کا یہ کام نہیں کہ اللہ اس کو کتاب، علم اور نبوت دے پھر وہ لوگوں سے کہنے لگے کہ اللہ کے علاوہ میرے بھی بندے بنو، ہاں تم کتاب اللہ کو پڑھو اور پڑھاؤ اور اللہ والے بنو۔''

② اخلاص

تربیت کے جملہ امور خواہ ان کا تعلق بچے کے کھانے پینے اور جسمانی صحت سے ہو یا کسی کام کے کرنے یا روکنے یا سزا دینے سے ہو سب میں مربی کا خلوص شرط لازم ہے، یہ

---

[1] ٦٥/الطلاق: ٢-٣۔

[2] سنن الترمذی، کتاب البر والصلة، باب ما جاء فی معاشرة الناس، حدیث: ١٩٨٧؛ مسند احمد: ٥/ ١٥٣، ١٥٨ عن ابی ذر رضی اللہ عنہ۔

[3] صحیح ابن حبان: ٧/ ٢٨١، حدیث: ٥٠٨٢؛ السنن الکبریٰ للبیهقی: ٦/ ١٧٨ عن النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ، صحیح الجامع: ١/ ٢٣٩؛ حدیث: ١٠٤٦؛ عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ۔ [4] ٣/آل عمران: ٧٩۔

Marfat.com

ایمان کی اساس اور اسلام کا مقصد ہے، اس کے بغیر کوئی عمل قابل قبول نہیں، اس کے بغیر بچے کی تربیت ناکام ہوگی، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا﴾ [1]

''پس جو کوئی اپنے پروردگار کی ملاقات کا امیدوار ہے وہ نیک عمل کرے اور اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائے۔''

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ''اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور آدمی کو ایسا ہی ملے گا جیسی اس نے نیت کی ہے۔'' [2]

آپ کا ارشاد ہے: ''اللہ تعالیٰ ان اعمال کے سوا جو خالص اسی کے لیے ہوں کوئی عمل قبول نہیں کرے گا۔'' [3]

بچے کی تربیت میں مربی اپنے ارادے، کام اور بات کو اللہ کے لیے خالص کر دے، دنیا میں تربیت کے نیک ثمرات اسی سے حاصل ہوں گے، اور آخرت میں اللہ تعالیٰ اس کے اعمال کو اخلاص کی بنیاد پر قبول فرمائے گا۔

③ علم

شریعت اسلام نے بچے کی تربیت کے مکمل اصول دیئے ہیں، مربی کو ان اصولوں سے باخبر ہونا ضروری ہے، دنیا میں ہر کام کے متعلق اسلام کے احکامات کا مخصوص مزاج ہے، اس لیے اسلام کے مخصوص مزاج سے آگاہ رہنے کے لیے مربی کو اسلام کا جامع تصور رکھنا ضروری ہے، وہ رہن سہن اور معاشرت کے اسلامی اصولوں سے آگاہ ہو، حلال وحرام کو سمجھتا

---

[1] ١٨/الكهف: ١١٠۔

[2] صحيح البخاري، كتاب بدء الوحي، باب كيف كان بدء الوحي الى رسول الله ﷺ......، حديث: ١، ٥٤، ٢٥٢٩، ٣٨٩٨؛ سنن ابي داود: ٢٢٠١؛ سنن ابن ماجه: ٤٢٢٧ عن عمر رضي الله عنه۔

[3] سنن النسائي، كتاب الجهاد، باب من غزا يلتمس الأجر والذكر، حديث: ٣١٤٢؛ صحيح الترغيب والترهيب: ٢/ ١١٥، حديث: ١٣٣١ عن ابي امامة۔

Marfat.com

ہو، اسلام کے اخلاقی اصولوں سے باخبر ہو، دیگر مذاہب ونظریات کی کمزوری اوران کے تربیتی اصولوں کے نقص سے واقف ہو، تاکہ ایک دانشمند مربی کی طرح پورے یقین، علم اوراعتقاد کے ساتھ بچے کی تربیت اسلامی ہدایات واصول تربیت پر کر سکے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ﴾ 1

"کہہ کہ بھلا علم والے اور بے علم برابر ہیں؟"

نیز ارشاد فرمایا:

﴿ يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ﴾ 2

"اللہ تم ایمانداروں اور علم والوں کے درجے بلند کرے گا۔"

آپ کا ارشاد ہے: "علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔" 3

④ صداقت

مربی بچے کو جو بات سکھانی چاہے وہ اس کے قول وفعل کے مطابق ہو، نیز مربی کا قول و فعل باہم تضاد سے خالی ہو، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ ۝ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ ۝ ﴾ 4

"اے ایمان لانے والو! ایسی بات کیوں کہتے ہو جس پر عمل نہیں کرتے یہ بات کہ تم لوگ جو کہو اس پر عمل نہ کرو اللہ کے نزدیک بڑے غضب کی بات ہے۔"

رسول اللہ ﷺ نے کسی حال میں صداقت شعاری کو ترک نہیں فرمایا، اس کے قائل قیصر روم، ابوجہل، ابوسفیان، روٴسائے قریش، نضر بن حارث آپ کے اقرباء اور تمام صحابہ تھے۔ 5

---

1 ٣٩/الزمر:٩۔ 2 ٥٨/المجادلة: ١١۔٢٦١۔ 3 سنن ابن ماجه، المقدمة، باب فضل العلماء والحث على طلب العلم، ح: ٢٢٤؛ صحيح الترغيب والترهيب: ١/ ١٤٠، حديث: ٧٢ عن انس رضی اللہ عنہ۔ 4 ٦١/الصف: ٢، ٣۔

5 صحيح البخاري، كتاب بدء الوحي، باب كيف كان بدء الوحي الى رسول الله ﷺ وقول الله جل ذكره، حديث: ٧؛ صحيح مسلم: ١٧٧٣ عن ابى سفيان بن حرب رضی اللہ عنہ۔

Marfat.com

اسی صفت نے تمام عربوں کو آپ کی نبوت کا قائل اور آپ کا گرویدہ بنایا اور ہمیں آپ کی تابعداری کا شرف حاصل ہوا۔

⑤ حلم و عفو

یہ ایک عظیم اخلاقی صفت ہے جو انسان کو معیاری بلندی بخشتی ہے، مربی اس صفت سے بچے کو خود سے مربوط رکھ سکے گا اور اسے تربیتی اصولوں کا خوگر کر سکے گا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝﴾ [1]

"اور غصہ دبا لیتے ہیں اور لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں احسان کرنے والے اللہ کو بھاتے ہیں۔"

نیز فرمایا:

﴿اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَ بَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ۝﴾ [2]

"اسے بھلے طریقے سے دفع کرو اس طرح وہ شخص کہ تمہارے اور اس کے درمیان دشمنی ہے ایسا ہو جائے گا گویا گرم جوش دوست ہے۔"

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: "زور آور وہ نہیں ہے جو کشتی میں کسی کو پچھاڑ دے بلکہ زور آور وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے نفس پر ضبط رکھے۔" [3]

آپ فرماتے ہیں: "آسانی کرو سختی مت کرو، خوشخبری دو متنفر مت کرو۔" [4]

آپ کا ارشاد ہے: "اللہ تعالیٰ نرمی برتنے والا ہے اور تمام کاموں میں نرمی کو پسند کرتا ہے۔" [5]

---

[1] ٣/آل عمران: ١٣٤۔ [2] حٰمٓ السجدة:٣٤۔ [3] صحيح البخاری، كتاب الادب، باب الحذر من الغضب، حديث:٤ / ٦١؛ صحيح مسلم: ٢٦٠٩ عن ابی هريرة رضی اللہ عنہ۔ [4] صحيح البخاری، كتاب العلم، باب ماكان النبی ﷺ يجولهم بالموعظة والعلم كی لا ينفروا، حديث: ٦٩، ٦١٢٥؛ صحيح مسلم: ١٧٣٤ عن انس رضی اللہ عنہ۔ [5] صحيح البخاری، كتاب استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم، باب إذا عرض الذی، حديث: ٦٩٢٧؛ صحيح مسلم: ٢٥٩٣ عن عائشة رضی اللہ عنہا۔

Marfat.com

بچے کی تربیت کے کسی مرحلے میں اگر مربی ڈانٹ ڈپٹ یا سزا کو ضروری سمجھتا ہو تو شریعت کی طرف سے جائز حدود میں اسے اختیار ہے، اس میں غصہ بجھانے کا جذبہ نہیں بلکہ اصلاح کا جذبہ کارفرما ہونا ضروری ہے، اس طرح یہ سختی نرمی کا نعم البدل ہے۔

⑥ عدل و مساوات

مربی کو بچوں میں عدل و مساوات کا قائم رکھنا نہایت ضروری ہے۔ یہ اسلامی تعلیمات کا خمیر ہے اور دنیاوی زندگی میں اللہ کا مطلوب ہے، یہ اخلاقی صفت بچے کی مربی اور اسلامی تعلیمات سے گہری وابستگی کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ ۚ وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ ۚ وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ﴾ [1]

”اور جیسا تجھے حکم ہے پختہ رہو اور ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کرو اور کہو میں اس کتاب پر ایمان لایا جو اللہ نے اتاری ہے اور مجھے حکم ہوا ہے کہ میں تم لوگوں میں عدل کروں۔“

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ”جس معلم کو امت کے تین بچے تعلیم کے لیے ملے اور وہ ان میں مسکین بچے کو، غنی بچے کے ساتھ اور غنی کو مسکین کے ساتھ برابر نہ کرے قیامت میں اس کا حشر خیانت کرنے والوں کے ساتھ ہوگا۔“ [2]

⑦ بچے کی نفسیات کا علم

بچہ تربیت کے جس مرحلے میں ہو اس مرحلے میں بچے کی نفسی خصوصیات اور اس کی عقل اور فطری استعداد کا علم مربی کے لیے نہایت اہم ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: لوگوں سے ان کے علم کے مطابق بات کرو، کیا تم یہ پسند کرو گے کہ اللہ اور رسول کو جھٹلا دیا جائے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ لوگوں کو وہ مقام دیں جس کے وہ مستحق ہیں۔ [3]

---

[1] الشوریٰ:۱۵ [2] آداب العلمین لابن سحنون۔ [3] سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فی تنزیل الناس منازلهم، حدیث: ٤٨٤٢؛ عن عائشة رضي الله عنها؛ السلسلة الضعيفة: ٤/ ٣٦٨، حديث: ١٨٩٤۔

Marfat.com

اس طرح بچے کی فطری خصوصیات اور طبعی میلان کی رعایت کرتے ہوئے جائز حدود میں مربی اسے تربیت دے۔

⑧ احساس ذمہ داری

بچے کی جسمانی، نفسیاتی، ایمانی، اخلاقی، عقلی اور اجتماعی تربیت کے لیے مربی کو اپنی عظیم ذمہ داری کا ہر وقت احساس رکھنا ضروری ہے، ورنہ اس کی غفلت بچے کے لیے مضر ہوگی اور اس کو غلط راستے پر ڈال دے گی، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا ﴾[1]

”اے ایمان لانے والو خود کو اور اپنے اہل وعیال کو آگ سے بچاؤ۔“

﴿ وَقِفُوهُمْ إِنَّهُمْ مَسْئُولُونَ ۝ ﴾[2]

”اور روک لو، ان سے پوچھا جائے گا۔“

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ”مرد راعی ہے، اس سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا اور عورت راعی ہے اس سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔“[3]

آپ فرماتے ہیں: ”اپنی اولاد اور اہل کو علم وادب سے آراستہ کرو۔“[4]

”کسی باپ کا بچے کو عمدہ آداب سے آراستہ کرنے سے بہتر طریقہ اور کوئی نہیں ہے۔“[5]

---

[1] ٦/التحریم: ٦۔ [2] ٣٧/الصافات: ٢٤۔

[3] صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب قوا انفسکم واھلیکم نارًا، حدیث: ٥١٨٨؛ صحیح مسلم: ١٨٢٩ عن ابن عمر رضی اللہ عنہما۔

[4] دیکھیے: مصنف عبدالرزاق: ١١/ ١٣٢، ح: ٢٠١٢٢ عن اسماعیل بن امیۃ۔

[5] سنن الترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب آداب الولد، حدیث: ١٩٥٢؛ مسند احمد: ٤/ ٧٨؛ السنن الکبریٰ للبیھقی: ٢/ ١٨، ٣/ ٧٠٨٤ عن ایوب بن موسی عن أبیہ عن جدہ، ھو عمرو بن سعید بن العاص۔ امام ترمذی اور محدث البانی نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔ السلسلۃ الضعیفۃ: ٣/ ٢٤٩، حدیث: ١١٢١۔

Marfat.com

اسلامی معاشرہ

انسان اپنے ماحول اور معاشرے کی پیداوار ہوتا ہے، معاشرہ کے طور طریقے، رسم و رواج، عقائد اور بود و باش کا بچوں کی تربیت میں گہرا ہاتھ ہوتا ہے، معاشرے میں مختلف ادارے سرگرم عمل ہوتے ہیں۔ سیاسی، معاشی، مذہبی اور رفاہی انجمنیں کام کرتی ہیں۔ سینما، ریڈیو، ٹیلیویژن اور جرائد و مجلّات جیسے وسائل کی گہما گہمی ہوتی ہے۔ بچہ ان تمام چیزوں سے متاثر ہوتا ہے، اس کی اصلاح یا بگاڑ کا دارومدار ان اداروں اور انجمنوں کے اچھے برے ہونے پر ہے، ان ہی تمام چیزوں کے مجموعۂ عمل کو معاشرہ کہتے ہیں، شریعت اسلام نے معاشرے کو صحیح نہج پر قائم رکھنے اور اس سے بہتر کام لینے اور بچوں کے لیے مفید بنانے کی خاطر کچھ اصول مقرر کیے ہیں۔ مربی، معلم، حکومت، دیگر ذمہ دار افراد اور معاشرے کا ہر رکن اسے بہتر معیار پر قائم رکھنے کا ذمہ دار ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝﴾[1]

”تم میں سے ایک جماعت موجود رہے جو لوگوں کو بھلائی کی طرف بلائے اور نیک کام بتلائے اور برے کاموں سے روکے اور یہی لوگ بااعزاز و اکرام نجات پائیں گے۔“

نیز ارشاد ہے:

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ﴾[2]

”تم نیک جماعت ہو جو لوگوں کے لیے پیدا کیے گئے ہو، نیک کاموں کا حکم کرتے ہو اور برے کاموں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔“

---

[1] ۳/آل عمران: ۱۰٤۔ [2] ۳/آل عمران: ۱۱۰۔

Marfat.com

① اس سے یہ اصول ثابت ہوا کہ معاشرہ اور اس کی رائے عامہ ہمیشہ بھلائیوں کو غالب کرنے اور برائیوں کو مٹانے کے لیے بیدار رہے، اور بچوں کی معصوم فطرت کو برائیوں سے گردآلود نہ ہونے دے، انہیں ہر موقع پر ایمان اور آداب اسلام کی باتیں سکھائے۔

② معاشرے کے تمام بچوں کو ذمہ دار حضرات اپنے بچے تصور کریں اور ان سے اپنے بچوں جیسا محبت اور پیار کا برتاؤ کریں۔

صعب بن حکم کہتے ہیں: میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، وہ مجھے ''میرے بھتیجے'' کہہ کر پکارنے لگے پھر میرے بتانے سے انہیں معلوم ہوا کہ میرے باپ کو اسلام کی نعمت حاصل نہیں ہوئی تھی تو وہ مجھے میرے بیٹے، میرے بیٹے کہنے لگے۔ [1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں آپ کا خادم تھا اور بغیر طلب اجازت کے گھر میں آتا جاتا تھا۔ ایک بار آپ نے فرمایا: ''تم میرے بیٹے جیسے ہو، ہوسکتا ہے تمہارے بعد کوئی بات پیش آئے اس لیے گھر میں اجازت ہی سے داخل ہوا کرو۔'' [2]

ابوصعصعہ کہتے ہیں کہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے مجھے ''میرے بیٹے'' کہہ کر پکارا۔ [3]

اسی طرح بچے اپنے سے بڑوں اور بزرگوں کو ''چچا'' کہہ کر پکاریں جیسا کہ فرمان خداوندی ﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ﴾ [4] ''مومن ایک دوسرے کے بھائی ہیں'' اور احادیث بالا سے معلوم ہوتا ہے۔

③ معاشرے کے افراد میں آپسی تعاون ضروری ہے، ایسے معاشرے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''ایک جسم'' سے تعبیر فرمایا ہے اس تعاون کی صفت سے ایک بڑے معاشرے کو خاندان اور کنبے میں تبدیل کیا جاسکتا ہے اور اسے بھلائیوں کا خوگر کیا جاسکتا ہے، ظاہر ہے ایسا معاشرہ

---

[1] مصنف ابن ابی شیبة، کتاب الادب، باب فی الرجل یقول لابن غیره: یابنی، حدیث: ۱۳/ ۵۲۳، حدیث: ۲۷۰۸۵، الادب المفرد: ۱/ ۲۸۱، حدیث: ۸۰۶ ـ [2] مسند احمد: ۳/ ۲۰۹، السلسلة الصحیحة: ۶/ ۱۱۱۱، حدیث: ۲۹۵۷ عن انس رضی اللہ عنہ ـ [3] الادب المفرد: ۱/ ۲۸۱، حدیث: ۸۰۸ عن ابن ابی صعصعة عن ابیه ـ [4] ۴۹/الحجرات: ۱۰ ـ

Marfat.com

بچوں کے لیے کتنا خوشگوار اور بہترین تربیت گاہ ہوگا۔ [1]

آپ فرماتے ہیں ”تم مومنوں کو آپسی رحم و محبت میں ایک جسم کی مانند دیکھتے ہو کہ جب ایک عضو کو تکلیف پہنچے تو سارا بدن بے خوابی اور تپ میں مبتلا ہو جاتا ہے۔“ [2]

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى ۪ وَ لَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ ۪ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ۝﴾ [3]

”اور نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ و ظلم پر تعاون نہ دو، اللہ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ بڑے سخت عذاب والا ہے۔“

اس آیت میں واضح بیان ہے کہ نیکی اور بھلائی کے کاموں میں معاشرے کے افراد میں باہم تعاون ہونا چاہیے اور برائی کے کاموں پر تعاون نہیں ہونا چاہیے۔

آپ فرماتے ہیں: ”مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرے اور نہ اسے عیب لگائے، جو اپنے مسلمان بھائی کی ضرورت پوری کرے گا اللہ اس کی ضرورت پوری کرے گا، جو شخص کسی مسلمان کی مصیبت کو دور کرے گا قیامت میں اللہ اس کی کشائش کرے گا اور جو کسی مسلمان کو کپڑا پہنائے گا قیامت میں اسے اللہ پہنائے گا۔“ [4]

④ بچوں کی تربیت باہم ”اللہ کے لیے محبت“ کے فطری اصول پر دی جائے، اجتماعی جذبات میں اس نوع کی محبت کلیدی حیثیت رکھتی ہے، اسی محبت کے ذریعے بچہ بڑا ہو کر پورے معاشرے سے بے لوث محبت کا عادی بنے گا اور معاشرے کے ہر فرد مومن کو اپنا بھائی تصور کرے گا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس شخص میں تین خصلتیں ہوں ان کے ذریعے وہ ایمان کی حلاوت پالے گا۔ (1) اللہ اور اس کا رسول اس کے لیے دنیا کی ہر چیز سے بڑھ کر محبوب ہوں۔ (2) کسی سے محبت کرے تو صرف اللہ کے لیے کرے۔ (3) کفر کی طرف لوٹنے کو

---

[1] صحيح البخاری، كتاب الادب، باب رحمة الناس والبهائم، حديث: ٦٠١١؛ صحيح مسلم: ٢٥٨٦ عن النعمان بن بشير رضي الله عنه۔ [2] ايضا۔ [3] ٥/المائدة: ٢۔

[4] صحيح البخاری، كتاب المظالم، باب لا يظلم المسلم المسلم ولا يسلمه، حديث: ٢٤٤٢؛ صحيح مسلم: ٢٥٨٠ عن ابن عمر رضي الله عنه۔

Marfat.com

جبکہ اللہ نے اسے اس سے نکال دیا ہے، ایسے ناپسند کرے جیسے جہنم میں پھینکا جانا ناپسند ہے۔" [1]

آپ نے فرمایا: "اللہ کے کچھ بندے ہیں جو اگرچہ نبی نہیں ہیں لیکن انبیاء اور شہداء ان پر رشک کریں گے۔" پوچھا گیا: وہ کون ہیں؟ ۔ آپ نے فرمایا: "جو بغیر قرابت ونسب کے اللہ کے لیے باہم محبت رکھتے ہیں اور ان کے چہرے پرنور ہوں گے اور وہ نور کے منبروں پر ہوں گے، جب لوگ دہشت زدہ ہوں گے تو وہ بے خوف ہوں گے، جب لوگ رنجیدہ ہوں گے تو وہ مطمئن ہوں گے۔" پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿ اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○ ﴾ "سنو اللہ کے دوستوں کے لیے نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے۔" [2]

⑤ کسی غلطی پر معاشرہ اجتماعی خفگی، محرومی اور بائیکاٹ کے تادیبی ذرائع بھی بتدریج اختیار کر سکتا ہے۔ ایک شخص نے آپ سے پڑوسی کی اذیت رسانی کی شکایت کی آپ ﷺ نے فرمایا: "اپنا سامان نکال کر راستے پر ڈال دو۔" چنانچہ لوگ اکٹھے ہوئے تو اسے بہت برا بھلا کہا جس سے متاثر ہو کر اس نے پڑوسی سے کہا: تم اپنے گھر چلو میں تمہیں کبھی اذیت نہیں دوں گا۔ [3]

غزوۂ تبوک میں عام مسلمانوں کے ساتھ جو تین صحابہ شریک جنگ نہیں ہوئے تھے اللہ کے حکم سے آپ نے ان سے بائیکاٹ کا حکم دیا اللہ نے اس کا اثر یوں بیان فرمایا ہے:

﴿ حَتّٰۤى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَ ضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَ ظَنُّوْۤا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّاۤ اِلَيْهِ ؕ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ﴾ [4]

"جس وقت زمین باوجود فراخی کے ان پر تنگ ہوگئی اور وہ سمجھے کہ اللہ سے بھاگ کر اسی کے پاس پناہ ہے پھر ان پر توجہ کی۔"

⑥ معاشرے کو صحیح معیار پر رکھنے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ بچوں کے لیے اچھے ہم جولی منتخب کیے جائیں، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: "صرف مومن کو دوست بناؤ، اور تمہارا کھانا صالح شخص ہی کھائے۔" [5]

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب حلاوة الإيمان، حديث: ١٦، ٢١، ٦٩٤١؛ صحيح مسلم: ٤٣ عن انس رضي الله عنه۔ [2] سنن ابی داود، كتاب البيوع، باب في الرهن، حديث: ٣٥٢٧ [3] الأدب المفرد: ١٠/ ٥٣، حديث: ١٢٤ عن ابى هريرة رضي الله عنه [4] ٩/التوبة: ١١٨۔ [5] سنن ابى داود، حديث: ٤٨٣٢۔

Marfat.com

مربی بچے کو اپنے سے مربوط رکھے

ہمہ جہتی تربیت میں مربی اسی وقت کامیاب ہوسکتا ہے جب بچہ مسرت اور خاطر جمعی سے اس سے گہری وابستگی رکھے، علماء تربیت ونفسیات کا یہ متفقہ اصول ہے، اس مقصد کے لیے مربی کو چاہیے کہ چند ضروری اصول اپنائے۔

① ہمیشہ مربی بچے سے خندہ روئی کے ساتھ ملے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ''کسی مسلمان کے لیے تمہارا تبسم صدقہ ہے۔'' 1

② ہدیے اور تحفے سے بچے کی ہمت افزائی کرے، آپ فرماتے ہیں: ''آپس میں ہدیہ دو یہ باہم محبت کا ذریعہ ہے۔'' 2

③ بچے کو اس کی اہمیت کا احساس دلائے اور یہ باور کرائے کہ اس پر شفقت کی نظر ہے، آپ کا ارشاد ہے: ''جو مسلمانوں کو اہمیت نہ دے وہ ان میں سے نہیں ہے۔'' 3

④ حسن خلق اور لطف ومہربانی کا برتاؤ کرے آپ فرماتے ہیں: ''وہ مومن صاحب ایمان کامل ہے جو اخلاق میں بہتر اور اپنے اہل وعیال پر زیادہ مہربان ہے۔'' 4

⑤ بچے کی جائز رغبت کو حتی الامکان پوری کرے، آپ کا ارشاد ہے: ''اللہ اس باپ پر رحم کرے جو بھلائی پر اپنے بچے کو تعاون دے۔'' 5

⑥ بچے کے ساتھ کھیل وتفریح میں شریک ہو حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے ایک بار رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ چار پیر پر چل رہے ہیں، آپ کی پیٹھ پر حسن اور حسین رضی اللہ عنہما سوار ہیں آپ فرما رہے ہیں تم دونوں کا اونٹ کتنا اچھا ہے اور تم دونوں کتنے اچھے سوار ہو۔'' 6

---

1 سنن الترمذی، کتاب البر والصلة، باب ماجاء فی طلاقة الوجه وحسن البشر، حدیث: ۱۹۷۰ 2 الادب المفرد، حدیث: ۵۹۴۔ 3 مستدرک الحاکم: ٤/ ۳۱۷ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے موضوع کہا ہے۔ السلسلة الضعیفة: حدیث: ۳۰۹۔ ۳۱۲۔ 4 سنن الترمذی، کتاب الایمان، باب فی استکمال الایمان والزیادہ والنقصان، حدیث: ۲٦۱۲ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ 5 مصنف ابن ابی شیبة: ۱۳/ ۸۳، حدیث: ۲۵۹۲٤ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ السلسلة الضعیفة: حدیث: ۱۹٤٦۔ 6 المعجم الکبیر للطبرانی: ۳/ ۲۵، حدیث: ۲٦٦۱ یہ حدیث انتہائی ضعیف ہے۔ السلسلة الضعیفة: ٦/ ۱۷٦، حدیث: ۲٦٦۱

Marfat.com

سب سے پہلے بچے کو کلمہ توحید سکھائیے

اللہ کی ذات وصفات پر ایمان وہ بیج ہے جس سے ایک مومن کی زندگی کا وہ تناور درخت نکلتا ہے جو پھل پر پھل لاتا ہے اور جس کا ذائقہ انتہائی خوشگوار ہوتا ہے اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے سب سے پہلے بچوں کو کلمہ لا الہ الا اللہ سکھلانے کا حکم دیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِفْتَحُوا عَلَى صِبْيَانِكُمْ أَوَّلَ كَلِمَةٍ بِلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ)) [1]

''سب سے پہلے اپنے بچوں کو لا الہ الا اللہ سکھاؤ۔''

بچے کی فطرت کو اسلام پر قائم ودائم رکھنے کے لیے آپ ﷺ کا یہ فرمان بہترین تربیتی اصول ہے یہ کلمہ بچے کے دل ودماغ میں رچ بس کر اس کی زبان پر جاری ہو کر اس کی زندگی کا رخ متعین کرنے میں معاون ہوگا۔

معروف فلسفی کانٹ کہتا ہے: تین طرح کے اعتقادات کے بغیر اخلاق کا تصور نہیں ہو سکتا: (۱) وجود ذات باری تعالیٰ (۲) دوامی روح (۳) موت کے بعد حساب وکتاب۔

آپ ﷺ فرماتے ہیں: ''جس نے لا الہ الا اللہ کہا وہ جنت میں داخل ہوگا۔'' [2]

دوسری روایت میں ہے: ''لوگو! لا الہ الا اللہ کہو، کامیاب ہو جاؤ گے، اسلام کی بنیاد جن پانچ ستونوں پر قائم ہے ان میں اولین ستون یہی کلمہ ہے، اس کلمہ کے اقرار کے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں کہلا سکتا۔'' [3]

---

[1] شعب الایمان للبیهقی، حدیث: ۸٦٤٩ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے باطل کہا ہے۔ السلسلة الضعيفة: ۱۳/ ۳٤۰، حديث: ٦١٤٦ـ [2] سنن الترمذی، كتاب الإيمان، باب ما جاء فی من يموت......، حديث: ۲٦۳۸ ـ [3] معجم الصحابة: ۲/ ۳۹۷، حديث: ۷٦۱ عن ربيعة بن عباد الديلمی؛ مسند احمد: ٤/ ۳٦ عن شيخ من بنی مالك بن كنانة رضی اللہ عنہ۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ اَفَغَیْرَ دِیْنِ اللّٰہِ یَبْغُوْنَ وَ لَہٗۤ اَسْلَمَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ طَوْعًا وَّ کَرْھًا وَّ اِلَیْہِ یُرْجَعُوْنَ ○ ﴾ [1]

''کیا یہ لوگ اللہ کے دین کے سوا دوسرا طریقہ تلاش کرتے ہیں حالانکہ آسمانوں اور زمین کی تمام چیزیں چار ونا چار اسی کے تابع ہیں اور اسی کی طرف سب کو لوٹنا ہے۔''

یعنی ساری کائنات اور کائنات کی ہر چیز اللہ کے اس دین کی تابع فرمان ہے اور اس دین کا خلاصہ اور بنیاد لا الہ الا اللہ ہے۔

کائنات کی ہر چیز کی طرح بچے بھی فطرتاً دین اسلام کے تابع ہوتے ہیں، مربی اول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے بچے کو سب سے پہلے اس کلمہ کے سکھانے کی جو تلقین کی ہے وہ اسی غرض پر مبنی ہے کہ انسان اپنی عملی، اختیاری اور عقلی زندگی میں اس کلمہ پر ثابت قدم رہ کر تمام کائنات کے ساتھ اپنی فطرت سے ہم آہنگ رہے۔ اولادِ آدم نے اس فطرت اور اس دین سے ہٹ کر دنیا میں ہزارہا برس سے مختلف طور طریقے اور مذاہب ونظریات ایجاد کر کے خود کو بھی مشکلات اور تباہیوں میں گرفتار کیا اور دیگر ابنائے نوع کو بھی۔ اسی لیے شاعر مشرق کہتے ہیں:

چوں می گریم مسلمانم بلرزم
کہ دانم مشکلات لا الہ را

''جب میں کہتا ہوں کہ میں مسلمان ہوں تو لرز جاتا ہوں اس لیے کہ لا الہ الا اللہ کہنے کی مشکلات کو جانتا ہوں۔''

مربی اس تربیتی اصول کے ذریعہ بچے کو فطرت کا اولین سبق اور کائنات کا رمز سکھاتا ہے، اس کلمہ کے پڑھنے والوں، خود بچے کی شخصیت اور تمام اولاد آدم کی راہ میں جو مشکلات حائل ہیں انہیں دور کرنے کا افتتاح کرتا ہے۔ اور یہ درست ہے کہ تمام مشکلات کا علاج اسی کلمہ کی پیروی میں ہے۔

---

[1] ۳/آل عمران: ۸۲۔

Marfat.com

برطانیہ کا عظیم ماہر تعلیم سیر برسی نن انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا کے ایک مقالے میں لکھتا ہے: تربیت کی تعریف میں لوگوں کے مختلف خیالات ہیں لیکن جو اساسی فکر ان تمام خیالات پر حاوی ہے وہ یہ ہے کہ کسی قوم کے والدین یا مربی جس نظریہ حیات پر ایمان رکھتے ہیں اپنی آنے والی نسل کو اسی کی اساس پر پروان چڑھائیں، مدرسہ کا فریضہ یہ ہے کہ روحانی قوی کو بچے پر اثر انداز ہونے کا موقع عطا کرے، یہی روحانی قوی ہیں جن کا نظریہ حیات سے واسطہ ہوتا ہے اور یہ بچے کی ایسی تربیت کرتے ہیں جس سے وہ قومی زندگی کی حفاظت کرے اور اسے آگے بڑھائے۔

جان ڈیوی جس کا موجودہ امریکی نظام تعلیم پر سب سے زیادہ اثر ہے اپنی کتاب ''الدیمقراطیہ والتربیہ'' میں لکھتا ہے: قوم کی زندگی تجدید پر منحصر ہے اور عمل تجدید متنوع طریقوں سے چھوٹے بچوں کی ایسی تعلیم پر منحصر ہے جو ناخواندہ افراد میں سے ایسا صالح ورثہ تیار کرے جو ان کے وسائل اور نظریہ حیات کا حامل ہو اور ان کو ان کی زندگی سے مناہج اور عقائد کے قالب میں ڈھال دے۔

پروفیسر کلارک کہتا ہے: تربیت کی توضیح میں جو کچھ کہا گیا ہو لیکن جس بات سے مفر نہیں وہ یہ ہے کہ جس نظریہ حیات پر ایمان ہو اور جس پر قوم کی زندگی قائم ہو تربیت اس کی حفاظت کی جدوجہد کرتی ہے، اس کے دوام اور آنے والی نسلوں تک اسے منتقل کرنے کی سعی کرتی ہے۔

امریکی عالم ڈاکٹر کونانٹ اپنی کتاب ''التربیۃ والحریۃ'' میں لکھتا ہے: تربیتی اعمال لین دین اور بیع وشراء یا سامان تجارت نہیں ہیں کہ انہیں درآمد برآمد کیا جائے، ہم تاریخ کے ایسے دور سے گزر رہے ہیں جس میں ہم نے نفع سے زیادہ نقصان اٹھایا ہے جس کا واحد سبب یہ ہے کہ انگریزی اور یورپین نظریہ تعلیم کو ہم نے امریکی ممالک میں درآمد کیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے جو ہدایت اور علم دے کر مجھے مبعوث کیا اس کی مثال بارش کی طرح ہے جو زمین پر برسی، زرخیز زمین نے پانی کو قبول کیا جس سے سبزے اور چارے کثرت سے اُگے، خشک زمینوں نے پانی کو روک لیا جس سے اللہ نے خلق کو فائدہ پہنچایا کہ لوگوں نے پیا اور پلایا اور زراعت کی بعض زمینیں چٹیل تھیں جو نہ پانی کو

Marfat.com

روک سکیں اور نہ سبزے اگا سکیں، یہ اس شخص کی مثال ہے جس نے اللہ کے دین کی سمجھ حاصل کی اور اللہ نے مجھے جو چیز دے کر بھیجی تھی اس نے اسے نفع پہنچایا، پس اس نے اس پر عمل کیا اور لوگوں کو سکھایا نیز اس شخص کی مثال ہے جس نے کوئی توجہ نہیں دی اور اللہ نے جس ہدایت کے ساتھ مجھے بھیجا تھا اسے قبول نہیں کیا۔" 1

تیمن اور تسمیہ

رسول اللہ ﷺ ہر باشرف کام دائیں ہاتھ یا دائیں سمت سے انجام دیتے تھے، آپ فرماتے ہیں: "کوئی ہر گز بائیں ہاتھ سے نہ کھائے پیے اس سے شیطان کھاتا پیتا ہے۔" 2

آپ فرماتے ہیں: "جب کوئی جوتا پہنے تو دائیں اور نکالے تو بائیں سے شروع کرے۔" 3

آپ مسجد میں داخل ہوتے تو دایاں پیر پہلے داخل کرتے، مجلس میں کوئی چیز دائیں سمت سے تقسیم فرماتے، ناک دائیں ہاتھ سے جھاڑتے اور صاف کرتے تھے۔ 4

آپ کا فرمان ہے: "جو کام بسم اللہ سے نہ شروع کیا جائے وہ ناقص رہتا ہے۔" 5

یہ دونوں باتیں اسلام کا شعار ہیں اس لیے بچے کو مربی ان کا خوگر بنائے، اس سے ہر کام میں اسلامی آداب کا رنگ و نور پیدا ہوگا۔

کہانیاں سنانا

بچے کو اسلامی آداب و اطوار اور پسندیدہ عادات کا خوگر کرنے کے لیے ہمیشہ اس کے عادات و اطوار پر نظر رکھنا ضروری ہے، نیز اسے آہستہ آہستہ اسلامی آداب کی تلقین کرتے

---

1 صحيح البخاري، كتاب العلم، باب فضل من علم وعلّم، حديث: ٧٩؛ صحيح مسلم: ٢٢٨٢ عن ابى موسىٰ رضی اللہ عنہ۔ 2 صحيح مسلم، كتاب الأشربة، باب آداب الطعام والشراب وأحكامها، حديث: ٢٠٢٠ عن ابن عمر رضی اللہ عنہ 3 صحيح البخاري، كتاب اللباس، باب ينزع نعله اليسرى، حديث: ٥٨٥٦؛ صحيح مسلم: ٢٠٩٧ عن ابى هريرة رضی اللہ عنہ۔ 4 صحيح البخاري، كتاب المساقاة، باب من رأى صدقة الماء وهبته، حديث: ٢٣٥٢؛ صحيح مسلم: ٢٠٢٩ عن انس رضی اللہ عنہ۔ 5 علامہ البانی نے اسے سخت ضعیف کہا ہے۔ ارواء الغليل: ١/ ٢٩، ح: ١۔

Marfat.com

رہنا لازم ہے، اسلامی آداب کو خوشگوار طریقے پر بچے کے دل و دماغ میں راسخ کرنے کا بہترین ذریعہ قصہ گوئی ہے، یعنی بچے کو چھوٹے چھوٹے جملوں میں شستہ الفاظ کے ساتھ ایمانی، اخلاقی اور معاشرتی کہانیاں سنانا۔قرآن پاک کا ایک بڑا حصہ قصوں پر مشتمل ہے جس سے اولین مسلمانوں کی تربیت کی گئی تھی، آنحضرت ﷺ قصے کے پیرائے میں صحابہ کرام کو بڑی بڑی باتیں بتاتے تھے۔بچپن میں بچے کی قوت تخیل انتہائی تیز ہوتی ہے، اس عمر میں جنوں اور پریوں کے طلسماتی قصے اگر اسے سنائے جائیں تو وہ ان پر یقین کر لے گا اور وہ اس کے دل و دماغ پر نقش ہو جائیں گے۔اس عمر میں وہ قصہ سننے کا بڑا شوقین ہوتا ہے، مربی بچے کی اس فطری قوت کو صحیح طور پر استعمال کرے اور اسے انبیاء، صلحاء اور غازیوں کے قصے سنائے تاکہ بچہ توہم پرست نہیں بلکہ ایمان و یقین کا شیدائی ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَ كُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ﴾ [1]

''اور رسولوں کے قصوں سے وہ واقعات ہم تجھ کو سناتے ہیں جس کے ذریعہ ہم تیرے دل کو مضبوط رکھتے ہیں۔''

ایک جگہ فرمایا:

﴿ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴾ [2]

''ان کو قصے سناؤ شاید کہ وہ غور و فکر کریں۔''

بطور مثال قرآن نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا قصہ اس طرح بیان کیا ہے:

﴿ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ۞ اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۞ اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۞ فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى ۞ وَ اَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى ۞ فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى ۞ فَكَذَّبَ وَ عَصٰى ۞ ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى ۞ فَحَشَرَ فَنَادٰى ۞ فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ۞ فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَ الْاُوْلٰى ۞ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ۝ ﴾ [3]

---

[1] ١١/ہود: ١٢٠۔ [1] ٧/الاعراف: ١٧٦۔ [2] النزعت: ١٥ ٢٦۔

Marfat.com

''کیا تمہیں موسیٰ کی خبر پہنچی ہے؟ جب اس کے پروردگار نے مقدس وادی طویٰ میں اسے بلایا (حکم دیا) کہ فرعون کے پاس جاؤ، وہ سرکش ہوگیا ہے، اس سے کہو کہ کیا تجھے اس بات کی رغبت ہے کہ تو پاک وصاف ہوجائے اور میں تجھے (خدا کے بتانے سے) تیرے رب کی طرف ہدایت کروں تو ڈرے، پس اس (موسیٰ علیہ السلام) نے (فرعون) کو بڑی نشانی دکھائی (معجزات دکھائے) پھر بھی اس نے تکذیب کی اور نافرمانی ہی کی، پھر پیٹھ پھیر کر (اپنی سی) کوشش کرنے لگا پھر اس نے اپنے لوگوں کو جمع کیا اور بلند آواز سے کہا کہ میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں پس اللہ نے اسے آخرت اور دنیا دونوں کے عذاب میں گرفتار کیا بے شبہ اس قصہ میں ڈرنے والوں کے لیے بڑی عبرت ہے۔''

مربی اس قصے کو قصے کے پیرائے میں چھوٹے چھوٹے جملوں میں بچے کو آسان زبان میں سنائے یہ لازم ہے کہ اس کے بیان میں توحید کی عظمت، شرک کی تباہی اور عبرت کا پہلو بطور روح کارفرما ہے۔ اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام اور نمرود، حضرت ابراہیم، ہاجرہ، اور حضرت اسماعیل، حضرت عیسیٰ، حضرت ایوب وسلیمان و داؤد، حضرت یوسف علیہم السلام وغیرہ انبیاء کے قصے سنائے جائیں۔ اسی طرح اسلامی تاریخ کے مجاہدین اور صلحاء کے کارنامے اور قصے بھی بتائے جائیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاجرہ اور اسماعیل کا قصہ بیان فرمایا ہے:

اسے ہم بچوں کی زبان میں اس طرح کہہ سکتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کے پیغمبر تھے۔

وہ اپنی بیوی ہاجرہ کو مکہ لے کر گئے! مکہ جہاں حج کرنے جاتے ہیں۔

ساتھ میں اسماعیل بھی تھے جو دودھ پیتے بچے تھے۔

انہیں بیت اللہ کے پاس ٹھہرایا۔ بیت اللہ جو دنیا کی سب سے بڑی مسجد ہے۔

مکہ میں اس وقت کوئی نہیں رہتا تھا۔

نہ وہاں پانی تھا۔

Marfat.com

ان کے پاس کھانے پینے کے لیے کچھ کھجوریں اور تھوڑا پانی تھا۔

ماں بیٹے کو وہاں ٹھہرا کر حضرت ابراہیم وہاں سے چل دیئے۔

حضرت ہاجرہ نے کہا: اے ابراہیم! آپ کہاں جا رہے ہیں؟ ہمیں آپ نے اس میدان میں چھوڑا ہے جہاں نہ کوئی مددگار ہے اور نہ کوئی سامان زندگی۔

انہوں نے کئی بار یہی کہا۔

لیکن حضرت ابراہیم نے کوئی توجہ نہ کی۔

ہاجرہ نے کہا: کیا اللہ نے آپ کو ایسا ہی حکم دیا ہے؟

ابراہیم نے کہا: ہاں۔

ہاجرہ نے کہا: پھر تو اللہ ہمیں ضائع نہیں کرے گا۔

چنانچہ ماں بیٹے وہاں رہنے لگے۔

جب پانی ختم ہو گیا تو دونوں پیاسے ہوئے۔

پیاس سے بچے کی بے قراری ہاجرہ کے لیے بڑی تکلیف دہ تھی۔

وہ صفا پہاڑی پر چڑھیں کہ شاید کوئی نظر آجائے لیکن کوئی نہ تھا۔

پھر وہ مروہ پہاڑی پر چڑھیں کہ شاید یہاں کوئی نظر آجائے لیکن کوئی نہ تھا۔

اسی طرح بے قراری میں سات بار دونوں پہاڑیوں پر چڑھیں۔

اتنے میں ایک فرشتے نے آواز دی۔

وہ قریب آئیں۔

فرشتے نے وہاں ایڑ ماری جہاں اب زمزم کا کنواں ہے۔ اور پانی کا سوتا جاری ہو گیا۔

چنانچہ ہاجرہ نے بچے کو پلایا اور خود پیا۔

ہاجرہ نے پانی کا حوض بنانا شروع کیا۔

فرشتے نے کہا: ضائع ہونے کا اندیشہ مت کرو۔

یہاں یہ بچہ اور اس کا باپ بیت اللہ کی تعمیر کریں گے۔

......☆......☆......☆......

Marfat.com

بنی اسرائیل میں تین آدمی تھے۔ایک کو برص کی بیماری تھی، دوسرا گنجا تھا، تیسرا نابینا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ بھیج کر تینوں کا امتحان لیا، پہلے آدمی کے پاس فرشتہ آیا اور اس سے

پوچھا: تمہیں کیا چیز محبوب ہے؟

ابرص: دلکش رنگ، خوبصورت جلد اور اس بیماری کی دوری جس کے سبب لوگ مجھ سے دور بھاگتے ہیں، فرشتہ نے اسے ہاتھ پھیرا تو بیماری چلی گئی اور رنگ خوبصورت ہوگیا۔

فرشتہ: کیسا مال تمہیں محبوب ہے؟

ابراص: اونٹ۔اللہ نے اسے ایک حاملہ اونٹنی دے دی۔

فرشتہ: اللہ تجھے برکت دے۔

فرشتہ پھر گنجے آدمی کے پاس آیا اور پوچھا: تمہیں کیا چیز محبوب ہے؟

گنجا: خوبصورت بال اور اس بیماری کی دوری جس کے سبب لوگ مجھ سے نفرت کرتے ہیں، فرشتے نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا، تو اسے خوبصورت بال حاصل ہوگئے۔

فرشتہ: تمہیں کیسا مال محبوب ہے؟

گنجا: گائے، اسے ایک حاملہ گائے دے دی۔

فرشتہ: اللہ تجھے برکت دے۔

فرشتہ پھر نابینا کے پاس آیا اور اس سے پوچھا: تمہیں کیا چیز محبوب ہے؟

نابینا: اللہ مجھے بینائی دے دے کہ میں لوگوں کو دیکھ سکوں، فرشتے نے ہاتھ پھیرا تو وہ بینا ہو گیا۔

فرشتہ: تمہیں کیسا مال پسند ہے؟

نابینا: بکری، اسے ایک حاملہ بکری دے دی۔

اس طرح تینوں کے پاس اونٹ، گائے اور بکری کے بڑے بڑے گلے ہوگئے۔فرشتہ کچھ دنوں کے بعد پھر آیا اور ابرص سے کہا: میں ایک مسکین آدمی ہوں، سامان سفر ختم ہے، میں اس اللہ کے نام سے جس نے تمہیں دلکش رنگ اور کثیر مال دیا ہے تم سے ایک اونٹ کا سوال کرتا ہوں جس سے اپنا سفر پورا کرسکوں۔

Marfat.com

ابرص: بہت سے حقوق والے ہیں!

فرشتہ: شاید میں تمہیں جانتا ہوں، کیا تمہیں سفید داغ کی بیماری نہیں تھی؟ کیا تم فقیر نہیں تھے کہ اللہ نے تمہیں حسن و جمال اور کثیر مال دیا۔

ابرص: یہ مال مجھے باپ دادا سے ملا ہے۔

فرشتہ: اگر تم جھوٹے ہو تو اللہ تمہیں پہلی حالت پر لوٹا دے۔

فرشتہ پھر گنجے کے پاس آیا اور اس سے کہا: میں مسکین آدمی ہوں، سامانِ سفر ختم ہے، میں اس اللہ کے نام سے جس نے تمہیں دلکش بال اور بہت سا مال دیا ہے، تم سے ایک گائے کا سوال کرتا ہوں جس سے میں اپنا سفر پورا کرسکوں۔

گنجا: بہت سے حقوق والے ہیں۔

فرشتہ: شاید میں تمہیں جانتا ہوں، کیا تم گنجے اور فقیر نہیں تھے کہ اللہ نے تمہیں خوبصورت بال اور کثیر مال عطا کیا؟

گنجا: یہ مال مجھے باپ دادے سے ملا ہے۔

فرشتہ: اگر تم جھوٹے ہو تو اللہ تمہیں پہلی حالت پر لوٹا دے۔

فرشتہ پھر نابینا کے پاس آیا اور اس سے کہا: میں مسکین آدمی ہوں، سامانِ سفر ختم ہے، میں اس اللہ کے نام سے جس نے تمہیں بینائی دی تم سے ایک بکری کا سوال کرتا ہوں جس سے میں اپنا سفر پورا کرسکوں۔

نابینا: میں نابینا تھا، اللہ نے مجھے بینائی دی، تم جتنا چاہو لے لو اور جو چاہو چھوڑ دو، بخدا تم اللہ کے لیے جو کچھ بھی لو گے میں تمہیں نہیں روکوں گا۔

فرشتہ: تم اپنا مال اپنے پاس رکھو، میں نے تمہارا امتحان لیا ہے، اللہ تعالیٰ تم سے بہت خوش ہوا، اور تمہارے پہلے دو ساتھیوں پر ناراض ہوا۔ [1]

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الانبیاء، باب حدیث ابرص و اعمی و اقراع بنی اسرائیل، حدیث: ٣٤٦٤؛ صحیح مسلم: ٢٩٦٤، عن ابی ہریرہ‎ؓ۔

Marfat.com

خوشگوار تجربات وابستہ کیجئے

مربی بچے کو اس کی عمر کے لحاظ سے جس بات کی تربیت دینا چاہتا ہو اس سے متعلق یہ دھیان رکھنا اشد ضروری ہے کہ بچے کے ذہن ودماغ پر اس کا خوشگوار اثر ہو، پیدائش ہی سے بچہ مختلف حالات اور تجربات سے گزرتا ہے اگر تلخ تجربات ہوں تو عمر کے کسی بھی مرحلے میں اسی طرح کے حالات پر وہ تلخی واضح طور پر ظاہر ہو جاتی ہے اور اگر تجربات خوشگوار ہوں تو آیندہ ایسے حالات سے خوشگواری رونما ہوتی ہے۔ ننھے بچے کو ایک شخص پیار سے گود لینے کے بجائے اگر بار بار ڈانٹ دے تو اسے دیکھ کر رونے لگتا ہے، غصہ ور والدین کی اولاد گھر چھوڑ کر فرار ہو جاتی ہے، یہ ان کے متعلق بچے کے تلخ تجربات کا نتیجہ ہے۔ کھلونے سے بچے کو عشق ہوتا ہے لیکن اگر کھلونا دیتے ہوئے پیچھے سے ڈراونی آوازیں نکالیں تو بچہ کھلونے سے دور بھاگے گا۔ جن معاشروں میں بچوں کو الحاد سکھایا جاتا ہے، سکول میں ان سے استاد کہتا ہے: بچو! آنکھیں بند کرلو! کہو: اے خدا ہمیں مٹھائی دو پھر آنکھیں کھولتے ہیں تو مٹھائی موجود نہیں ملتی، اس کے بعد جس شخصیت کے بارے میں خوشگوار تجربات وابستہ کرنا ہوتا ہے اس کے متعلق اسی طرح کرایا جاتا ہے اور مٹھائی ان کے دامن میں ڈال دی جاتی ہے جسے آنکھ کھولنے پر موجود پاتا ہے۔ اس سے انہیں ایک تجربہ دیا جاتا ہے کہ خدا کچھ نہیں دے سکتا، بلکہ فلاں شخصیت انہیں سب کچھ دے سکتی ہے۔

مربی سخت گیری سے نہ تو بچے کو کچھ سکھا سکتا ہے اور نہ اسے خود سے قریب کر سکتا ہے، اس کے لیے ضروری ہے کہ بچے کو آپ یہ تجربہ دیں کہ آپ اس سے بے انتہا محبت کرتے ہیں اور اس کے بھی خواہ ہیں، جو بات سکھانی ہے محبت اور پیار کی فضا میں سکھلائیے، کسی تربیتی اصول پر بچہ اگر عمل کرنے میں کوتاہی برتتا ہے تو اسے مہلت دیجئے، تشدد برتنے سے بچے کے متنفر ہو جانے کا غالب اندیشہ رہتا ہے۔ کسی تربیتی اصول کے انجام دینے پر بچے کو انعام سے نوازیئے اس کی بھلی عادتوں پر شاباش دیجئے، اس کی اچھائی کا مناسب چرچا کیجئے۔ یہ انعام اور شاباش بچے کے لیے ایک خوشگوار تجربہ ہے جو اسے آگے چل کر ان بھلائیوں پر پوری

Marfat.com

فرحت کے ساتھ قائم رکھے گا۔ایک بچے سے کسی نے بھلا برتاؤ کیا، شعر پڑھنے، تقریر کرنے یا کسی مضمون میں اچھا نمبر لانے پر اسے انعام سے نوازا گیا تو اس کے نتیجے میں اسے ان چیزوں سے دلچسپی ہو جاتی ہے یہ اس کے بچپن کا ایک خوشگوار تجربہ ہے جسے بڑی مٹھاس سے وہ عمر کی بعد کی منزلوں میں یاد کرتا اور خوش ہوتا ہے۔اگر بچہ کسی مضمون میں کم نمبر لائے یا اس میں محنت نہ کرے تو مار پیٹ اور ڈانٹ پھٹکار کے بجائے تدریج سے حکمت اور محبت کے ساتھ اس مضمون میں دلچسپی پیدا کرائیے۔رسول اللہ ﷺ نے پوری ایک امت کی تربیت اسی نہج پر کی تھی، آپ کی رحلت کے بعد صحابہ کرام اور ان کی اولاد کو آپ کی ذات سے اور آپ کی تعلیمات سے جو عشق رہا اس کا سبب یہی انداز تربیت تھا، یا آج بھی جو محبت آپ ﷺ سے یا آپ کی تعلیمات سے دنیا کو ہے اس کا بڑا سبب یہی انداز تربیت ہے۔

Marfat.com

پیشاب اور پاخانے کے آداب

پیشاب پاخانہ کے آداب اور اصول تربیت اسلام کے امتیازی اصول ہیں جو کسی مذہب میں نہیں پائے جاتے، مسلمانوں کے لیے اس جیسے اصول اللہ کے خصوصی انعامات ہیں جن پر عمل پیرا ہونے سے ان میں تہذیبی اور تمدنی طور پر امتیازی شان پیدا ہوسکتی ہے اس لیے مربی حضرات اپنے زیر تربیت بچوں کو ابتدا ہی سے ان آداب سے آراستہ کریں۔

بیت الخلا میں داخل ہوتے وقت بایاں پیر داخل کرے اور نکلتے وقت دایاں پیر نکالے یہ اسلام کا ادب تیمن ہے۔

بیت الخلا میں جاتے وقت یہ دعا پڑھی جائے: اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوذُبِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ۔ 1

آپ فرماتے ہیں: ''جب قضائے حاجت کے لیے جاؤ تو قبلہ کی طرف نہ منہ کرو اور نہ پیٹھ۔'' 2

اور آپ کا ارشاد ہے: ''دو قابل ملامت باتوں سے بچو: ایک عام راستے میں پاخانہ کرنا دوسرے سائے میں۔'' 3

رسول اللہ ﷺ پیشاب کے لیے بیٹھے تھے ایک شخص گزرا اس نے آپ کو سلام کیا آپ نے سلام کا جواب نہیں دیا۔ 4

آپ نے فرمایا: ''پیشاب سے بچو اس لیے کہ قبر کا عام عذاب اسی کے سبب سے ہے۔''

---

1 صحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب ما یقول عند الخلاء، حدیث: ١٤٢؛ صحیح مسلم: ٣٧٥، عن انس رضی اللہ عنہ۔ 2 صحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب لا تستقبل القبلة ببول...... حدیث: ١٤٤، ٣٩٤؛ صحیح مسلم: ٢٦٤، عن ابی ایوب الانصاری۔ 3 صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب النهی عن التخلی فی الطریق والظلال، حدیث: ٢٦٩؛ مسند احمد: ٢/٣٧٢ عن ابی هریره رضی اللہ عنہ۔ 4 سنن ابی داود، کتاب الطهارة، باب فی الرجل یرد السلام...... حدیث: ١٦، ١٧؛ سنن ابن ماجه: ٣٥١، ٣٥٢، ٣٥٣، عن ابن عمر رضی اللہ عنہ۔

Marfat.com

حدیث میں آیا ہے کہ جب کوئی پیشاب کرے تو دائیں ہاتھ سے شرمگاہ کو نہ پکڑے، نہ دائیں ہاتھ سے استنجا کرے اور نہ برتن میں سانس لے۔ [1]

بیت الخلا سے نکلتے وقت یہ دعا پڑھے: غُفْرَانَکَ۔ [2]

جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، آپ نے قضاء حاجت کی، مجھ سے پانی طلب کیا جسے لے کر آپ نے ہاتھ کو زمین پر ملا۔ [3]

ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنا اور پھر اس میں نہانا درست نہیں ہے، بلکہ جو لوگ ناپاک ہوں انہیں ایسے پانی میں غسل کرنے سے پرہیز کرنا چاہیے۔ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا ٹھیک نہیں ہے۔ نیز غسل خانے کے اندر پیشاب کرنا منع ہے۔ [4]

خلاصہ

① بچے کو بتایا جائے کہ داخل ہوتے وقت بایاں اور نکلتے وقت دایاں پیر آگے کرے۔

② مربی بچے کو بیت الخلا میں جاتے وقت کی دعا سکھلائے۔

③ پیشاب پاخانے کے وقت قبلے کو سامنے یا پیچھے نہ کرے۔

④ راستے، سائے اور لوگوں کے بیٹھنے کی جگہوں میں قضائے حاجت نہ کرے۔

⑤ قضائے حاجت کے وقت بات چیت نہ کرے اور نہ سلام اور اس کا جواب دے۔

⑥ پیشاب سے اپنے بدن اور کپڑوں کو بچائے۔

⑦ دائیں ہاتھ سے آب دست نہ لے اور نہ استنجا کرے۔

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب النهی عن الاستنجا و بالیمین، حدیث: ١٥٤؛ صحیح مسلم: ٢٦٧، عن ابی قتادہ رضی اللہ عنہ۔ [2] سنن ابی داود، کتاب الطهارة، باب مایقول الرجل اذا خرج من الخلاء، حدیث: ٣٠؛ سنن الترمذی: ٧؛ سنن ابن ماجه: ٣٠٠، عن عائشه۔ [3] سنن ابی داود، کتاب الطهارة، باب الرجل یدلك یده بالارضی اذا استنجی، حدیث: ٤٥؛ مسند احمد: ٤٥٤/٢؛ السنن الکبریٰ للبیقی: ١٠٦/١، عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ۔ [4] صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب النهی عن البول فی الماء الرکد، حدیث: ٢٨١، ٢٨٢، عن جابر رضی اللہ عنہ؛ سنن النسائی: ٣٩٩؛ مسند احمد: ٢٨٨/٢ عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ۔

Marfat.com

⑧ مربی بچے کو بیت الخلا سے نکلنے کے وقت کی دعا سکھلائے۔

⑨ قضائے حاجت کے بعد دونوں ہاتھ پانی اور صابن سے دھولے۔

⑩ ٹھہرے ہوئے پانی جیسے تالاب اور گڑھے وغیرہ میں پیشاب یا پاخانہ کرنے سے باز رہے۔

⑪ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے میں بے ستری ہوتی ہے، چھینٹے پڑ سکتے ہیں اور شائستگی کے بھی خلاف ہے، اس لیے اس سے بچنا چاہیے۔

⑫ غسل خانہ میں پیشاب کرنے سے پرہیز کرے کیونکہ غسل کے وقت پیشاب یا پیشاب کی جگہ سے چھینٹیں اوپر پڑ کر جسم کو ناپاک کریں گے۔

Marfat.com

سلام وکلام

بچپن کی عمر کے مرحلہ میں بچے کو کنبے کے افراد کے علاوہ دیگر افرادِ معاشرہ سے ملنے جلنے کے ابتدائی تجربات ہونے لگتے ہیں، ایسے موقع پر اسلام نے ہر گفتگو سے قبل سلام کرنے کی تربیت دی ہے اور گفتگو کے آداب سکھائے ہیں مربی کو چاہیے کہ ملتے جلتے وقت بچے کو ان آداب کی تربیت دے کر اس کی عادات میں شامل کر دے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں سلام کی تاکید فرمائی ہے:

﴿ وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ ﴾ [1]

''جب تمہیں سلام کیا جائے تو اس کا جواب اس سے بہتر طریقے سے دو۔''

رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ارشاد فرماتے ہیں: ''جب تک تم صاحب ایمان نہ ہو جنت میں داخل نہیں ہو سکتے، اور جب تک تم آپس میں محبت نہ کرو صاحب ایمان نہیں ہو سکتے، میں تمہیں ایک ایسا طریقہ کیوں نہ بتا دوں کہ اسے اختیار کرنے کے بعد تم آپس میں محبت کرنے لگو، یعنی آپس میں سلام کو خوب پھیلاؤ۔'' [2]

ایک شخص نے آپ سے پوچھا کیسا سلام بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا: ''جانے اَن جانے سب سے سلام کرنا۔'' [4]

آپ کا ارشاد ہے: ''اللہ کی رحمت و مغفرت کا زیادہ مستحق وہ ہے جو سلام میں پہل کرے۔'' [4]

---

[1] ٤/النساء: ٨٦۔ [2] صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان أنه لا یدخل الجنة...... حدیث: ٥٤؛ سنن ابی داود: ٥١٩٣؛ مسند احمد: ٤٤٢/٢، عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ۔ [3] صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب إطعام الطعام من الإسلام حدیث: ١٢، ٢٨، ٦٢٣٦؛ صحیح مسلم: ٣٩، عن عبداللّٰه بن عمرو رضی اللہ عنہ۔ [4] سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فی فضل من بدأ بالسلام، حدیث: ٥١٩٧، عن ابی امامة؛ السلسلة الصحیحة: ٧/ ١١٤٢ حدیث: ٣٣٨٢۔

Marfat.com

آپ نے فرمایا: ''چھوٹا بڑے کوسلام کرے اور گزرنے والا بیٹھے ہوئے کواور تھوڑے لوگ زیادہ لوگوں کوسلام کریں اور سوار پیدل چلنے والے کوسلام کرے۔'' 1

رسول اللہ ﷺ گزر رہے تھے وہاں کچھ بچے کھیل رہے تھے آپ نے انہیں سلام کیا۔ 2

آپ نے فرمایا: ''جب اہل کتاب تم سے سلام کریں تو صرف ''وعلیکم'' کہو اور یہود و نصاریٰ سے سلام کی ابتدا نہ کرو۔'' 3

اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: ہم عورتیں بیٹھی ہوئی تھیں آپ کا ادھر سے گزر ہوا آپ نے ہم کوسلام کیا۔ 4

آپ کا ارشاد ہے: ''جب دو مسلمان ملیں اور مصافحہ کر کے آپس میں حمد و استغفار کریں تو جدا ہونے سے پہلے ہی ان کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔'' 5

رسول اللہ ﷺ خلط ملط گفتگونہیں کرتے تھے۔ آپ جب بھی گفتگو کرتے تو ٹھہر ٹھہر کر اور ایک ایک بات کو الگ الگ کر کے کہتے تھے کہ سننے والوں کو یاد ہو جاتیں۔ 6

آپ کی گفتگو فصیح، شیریں، پرتاثیر، خوشگوار، واضح اور غیر سریع ہوتی تھی آپ ہمیشہ ایسی گفتگو کرتے جس میں بہتری ہوتی جو بات ناپسند ہوتی اس کی ناخوشگواری آپ کے چہرے سے

---

1 صحیح البخاری، کتاب الاستیذان، باب تسلیم القلیل علی الکثیر، حدیث: ٦٢٣١؛ سنن ابی داود: ٥١٩٨، عن ابی هرهرة رضی اللہ عنہ۔ 2 سنن ابی داود، کتاب الأدب، باب فی السلام علی الصبیان، حدیث: ٥٢٠٢؛ السنن النسائی الکبری: ٩/ ١٣١، حدیث: ١٠٠٨٩، ١٠٠٩٠، عن انس رضی اللہ عنہ۔ 3 صحیح البخاری، کتاب الاستیذان، باب کیف الرد علی أهل الزمة بالسلام، حدیث: ٦٢٥٨؛ صحیح مسلم: ٢١٦٣، عن انس رضی اللہ عنہ۔ 4 سنن ابی داود، کتاب الأدب، باب فی السلام علی النساء، حدیث: ٥٢٠٤، عن اسماء بنت یزید۔ 5 سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فی المصافحة، حدیث: ٥٢١٢؛ سنن الترمذی: ٢٧٢٧؛ مسند احمد: ٤/ ٢٨٩، ٣٠٣، عن البراء بن عازب رضی اللہ عنہ۔ 6 سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب "قول عائشه رضی اللہ عنہا: کان یتکلم بکلام یبینه فصل......" حدیث: ٣٦٣٩؛ مسند احمد: ٦/ ٢٥٧، عن عائشة رضی اللہ عنہا۔

Marfat.com

عیاں ہوجاتی ،فحش گوئی اور مخلول سے آپ کی زبان مبارک کبھی آلودہ نہیں ہوئی۔

کسی سے گفتگو کی جائے تو اس میں نرمی کا اسلوب اختیار کیا جائے، اللہ کو یہ طریقہ بہت پسند ہے، اس نے اپنے پیغمبر حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کو فرعون کے پاس بھیجتے ہوئے ہدایت کی کہ ﴿فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّیِّنًا﴾ [1] ''پس تم دونوں اس سے نرم گفتگو کرنا۔''

بچوں کو ہمیشہ اچھی، سچی اور درست بات کہنے کی عادت ڈلوانی چاہیے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا﴾ [2]

''اور لوگوں سے اچھی بات کہا کرو۔''

ایک جگہ فرمایا:

﴿وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا ۙ یُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ﴾ [3]

''اور درست بات کہا کرو، اللہ تمہارے اعمال کو درست کردے گا۔''

ایک جگہ فرمایا:

﴿قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّ مَغْفِرَةٌ خَیْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ یَّتْبَعُهَآ اَذًی﴾ [4]

''بھلی بات کہنی اور معاف کردینا اس صدقہ سے بڑھ کر ہے جس کے پیچھے ایذاء رسانی ہو۔''

بے موقع بلند آہنگی سے بات کرنا منع ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ؕ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِیْرِ ۝﴾ [5]

''اپنی آواز کو پست رکھو کہ تمام آوازوں میں بری آواز گدھوں کی ہے۔''

بچوں کو فضول گفتاری سے باز رکھا جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۝﴾ [6]

''اور جو لغو اور بیہودہ باتوں سے اعراض کرتے ہیں۔''

---

[1] ۲۰/طٰہٰ: ٤٤۔ [2] ۲/البقرۃ: ۸۳۔ [3] ۳۳/الاحزاب: ۷۰، ۷۱۔

[4] ۲/البقرۃ: ۲٦۳۔ [5] ۳۱/لقمان: ۱۹۔ [6] ۲۳/المومنون: ۳۔

Marfat.com

حدیث میں مذکور ہے کہ ایسا شخص امت کے بدترین لوگوں میں سے ہے۔ 1

ایک حدیث میں آپ ﷺ فرماتے ہیں: ''جس کا اللہ اور یوم آخرت پر ایمان ہو اسے چاہیے کہ بھلی بات کہے یا خاموش رہے۔'' 2

آپ ﷺ نے فرمایا: ''آدمی کے اسلام کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ جس چیز سے اس کو واسطہ نہ ہو ادھر رخ نہ کرے۔'' 3

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ بڑی تیزی سے حدیث بیان کرنی شروع کی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ٹوکا اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ اس تیزی کے ساتھ گفتگو نہیں فرماتے تھے، بلکہ ٹھہر ٹھہر کر ارشاد فرماتے کہ گننے والا ہر لفظ کو گن لے۔ 4

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا کلام الگ الگ ہوتا تھا کہ جسے سننے والا سمجھ لیتا تھا۔ 5

آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ ''مجھے مختصر کلام کا حکم دیا گیا ہے اس لیے کہ اختصار بہتر طریقہ ہے۔'' 6

آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ ''جو شخص لوگوں کو اپنا گرویدہ بنانے کے لیے گفتگو کے اسلوب میں ردوبدل کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت میں اس کا فدیہ اور اس کی توبہ قبول نہیں کرے گا۔'' 7

---

1 سنن الترمذی، کتاب البروالصلة، باب ماجاء فی معالي الأخلاق، حدیث: ٢٠١٨، عن جابر رضی اللہ عنہ۔ 2 صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب إكرام الضيف...... حدیث: ٦١٣٦، ٦١٣٨؛ صحیح مسلم: ٤٧، عن ابی هريرة رضی اللہ عنہ۔ 3 سنن الترمذی، کتاب الزهد، باب من حسن اسلام المرء...... حدیث: ٢٣١٧، ٢٣١٨؛ مسند احمد: ١/ ٢٠١، عن ابی هريرة رضی اللہ عنہ۔ 4 سنن ابي داود، كتاب العلم، باب فی سرد الحديث، ح: ٣٦٥٤، ٣٦٥٥، عن عائشه۔ 5 سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب ((قول عائشه كان يتكلم بكلام يبنيه فصل...)) حدیث: ٣٦٣٩، عن عائشه رضی اللہ عنہا۔ 6 سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب ماجاء في التشدق فی الكلام ح: ٥٠٠٨، عن عمرو بن العاص۔ 7 سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب ماجاء فی التشدق فی الكلام، حدیث: ٥٠٠٦ عن ابي هريرة رضی اللہ عنہ۔

Marfat.com

گفتگو کے دوران جب کئی افراد ہوں تو ایک ہی شخص کی طرف توجہ نہ ہو بلکہ وقفہ وقفہ سے سب کی طرف توجہ کی جائے تاکہ کسی کو بے توجہی کی شکایت نہ ہو۔ [1]

کسی گفتگو کی خوبی یہ ہے کہ اس کا اندازِ بیان اور طریقہ حدادب میں ہو اور جو بات کہی جا رہی ہو وہ بھی درست ہو، آپ ﷺ فرماتے ہیں: ''اسی بات سے اللہ کی رضا حاصل ہوتی اور اسی سے اس کی ناراضی حاصل ہوتی ہے۔'' [2]

آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص زبان کی حفاظت کرے وہ جنت میں داخل ہوگا۔'' [3]

جو لوگ بات چیت کے ان حدود کی پروانہ کرتے ہوں اللہ تعالیٰ نے انہیں جاہل کے لفظ سے یاد فرمایا ہے، ارشاد ہے:

﴿وَّ اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا﴾ [4]

''اور جب ناسمجھ لوگ ان سے مخاطب ہوں تو سلام کر کے گزر جائیں۔''

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ایسی گفتگو کرنے والوں کے ساتھ بیٹھنا ٹھیک نہیں بلکہ حد ادب کا تقاضا ہے کہ بھلے طریقے سے سلامتی کی دعا کر کے گزر جایا جائے۔

---

[1] الأدب المفرد، باب اذا حديث الرجل القوم لا يقبل على واحد رقم: ١٣٠٤، عن حبيب بن ابى ثابت۔ [2] صحيح البخارى، كتاب الرقاق، باب حفظ اللسان، حديث: ٦٤٧٨، عن أبي هريرة؛ سنن الترمذي: ٢٣١٩، عن بلال بن الحارث المزنى؛ مسند احمد: ٢/ ٣٣٤، عن ابى هريرة۔ [3] صحيح البخارى، كتاب الرقاق، باب حفظ للسان، حديث: ٦٤٧٤؛ مسند احمد: ٥/ ٣٣٣، عن سهل بن سعد رضی اللہ عنہ۔ [4] ٢٥/ الفرقان: ٦٣

Marfat.com

خلاصہ

☆ مربی بچے کو سلام کا عادی بنائے، یہ جلب محبت کا شرعی عمل تسخیر ہے۔
☆ سلام کا جواب اس سے بہتر طریقے پر دینے کا خوگر کیا جائے۔
☆ جانے، اَن جانے سب سے سلام کرنے کی تاکید کی جائے۔
☆ سلام میں پہل کرنے کی ہمت افزائی کی جائے۔
☆ کس وقت کون کس کو سلام کرے اس کے اصول بتائے جائیں۔
☆ مرد، عورت، بچے سب سے سلام کیا جائے۔
☆ مصافحے کا ڈھنگ بتایا جائے۔
☆ واضح، خوشگوار اور شیریں گفتگو کا طریقہ سکھایا جائے۔
☆ بھلی اور بامعنی بات کہنے کا عادی کیا جائے۔
☆ فحش گفتاری اور بھونڈے مذاق سے روکا جائے۔
☆ گفتگو میں نرمی کا اسلوب اختیار کیا جائے۔
☆ زیادہ بلند آواز سے گفتگو کرنے سے روکا جائے۔
☆ فضول گفتگو کرنے سے منع کیا جائے۔
☆ ٹھہر ٹھہر کر گفتگو کرنے کی عادت ڈلوائی جائے۔
☆ اندازِ گفتگو اور اس کا طریقہ حد ادب میں رکھنے کی پابندی کرائی جائے۔
☆ اگر کوئی غیر ادبی گفتگو کرتا ہو تو بچے کو اس کی ہم نشینی سے دور رکھا جائے۔

Marfat.com

ملنا جلنا

پانچ چھ سال کی عمر میں بچے کا تعلق زیادہ تر اپنے گھر اور قریب ترین ماحول سے ہوتا ہے، اس کے معاشرتی تعلقات کی دنیا بہت محدود ہوتی ہے، عمر کے بڑھنے کے ساتھ یہ دائرہ وسیع ہوتا جاتا ہے اور ملنے جلنے، بولنے چالنے، چلنے پھرنے، سختی نرمی اور دکھ سکھ کا تجربہ ہونے لگتا ہے اور ان چیزوں کے متعلق اس کے احساسات میں حرکت ونمو شروع ہو جاتی ہے، اس لیے مربی بچے کو ہم جولیوں، عزیزوں اور رشتہ داروں سے ملنے جلنے کے مواقع بہم پہنچائے، اس سے اس کی معاشرتی تربیت ہوگی، رشتوں کی نوعیت اور اہمیت کا اسے احساس و شعور پیدا ہوگا اور سلوک و برتاؤ کے نئے نئے مسرت انگیز حالات سے اس کی ذہنی اور جسمانی دنیا میں تازگی اور وسعت ونمو پیدا ہوگی۔

ملاقات کے وقت مسلمانوں کا شعار السلام علیکم کہنا ہے، یہ امن وسلامتی کا پیغام مرد، عورت، بوڑھے، بچے سب کے لیے یکساں ہے، رسول اللہ ﷺ نے اس شعار پر عمل کی کثرت سے تاکید فرمائی ہے، آپ نے فرمایا: ''سلام کی تکمیل مصافحہ سے ہوتی ہے۔'' [1]

آپ فرماتے ہیں: ''جو شخص کسی بیمار کی عیادت کرنے یا اپنے کسی مسلمان بھائی سے ملاقات کے لیے گیا تو ایک ندا کرنے والا کہتا ہے: تمہاری آمد مبارک ہے، تم نے بہشت میں اپنے لیے ایک مکان بنالیا ہے۔'' [2]

ایک دفعہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی خدمت میں آئے تو آپ نے ان سے معانقہ کیا اور بوسہ لیا۔ [3]

---

[1] سنن الترمذی، کتاب الإستیذان، باب ماجاء فی المصافحة، ح:٢٧٣٠، عن البراء؛ شعب الإیمان: ٦/ ٤٧٢،ح: ٨٩٤٩، عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ؛ الادب المفرد: ٩٦٨ عن البراء۔ [2] سنن الترمذی، کتاب البروالصلة، باب زیارة الإخوان، حدیث: ٢٠٠٨؛ سنن ابن ماجه: ١٤٤٣، عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ۔ [3] سنن الترمذی، کتاب الاستیذان، باب المعانقة والقبلة، حدیث: ٢٧٣٢؛ شرح معانی الآثار للطحاوی: ٤/ ٢٨١ عن عائشة رضی اللہ عنہا۔

Marfat.com

ملاقات کے وقت مسرت اور شادمانی کا اظہار کرنا چاہیے، آپ ﷺ فرماتے ہیں:
''مسلمان بھائی کے لیے تمہارا مسکرانا صدقہ ہے۔'' [1]

رسول اللہ ﷺ سے جب آپ کی بیٹی حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا ملنے آتیں تو آپ کھڑے ہو جاتے، ان کا ہاتھ چومتے اور اپنی جگہ پر بٹھاتے، اسی طرح آپ جب ان سے ملنے تشریف لے جاتے تو وہ بھی ایسا ہی کرتی تھیں۔ [2]

ایسے موقع پر مرحبا وخوش آمدید کے کلمات استعمال کرنا چاہیے۔

رسول اللہ ﷺ کا دستور تھا کہ جب کسی کے مکان پر جاتے تو دروازے کے دائیں یا بائیں کھڑے ہو کر اجازت طلب فرماتے، آپ نے سامنے کھڑے ہونے یا گھر میں تاک جھانک سے سخت منع فرمایا ہے۔ [3]

اس حکم سے چھوٹے بچے اور لونڈی غلام مستثنیٰ ہیں البتہ نمازِ عشاء سے صبح تک اور دوپہر کو قیلولہ کے وقت انہیں بھی اجازت طلب کرنی چاہیے۔

آپ ﷺ فرماتے ہیں: ''جو شخص ہمارے چھوٹے پر شفقت نہ کرے اور ہمارے بڑے کی عزت نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔'' [4]

اس لیے ملتے جلتے وقت بڑوں کو بچوں کے ساتھ شفقت اور رحم کا برتاؤ کرنا چاہیے، یہیں سے ان کے دلوں میں بڑوں کے لیے عزت وتوقیر کا جذبہ نشوونما پاتا ہے۔

---

[1] سنن الترمذی، کتاب البروالصلة، باب ماجاء فی صنائع المعروف، حدیث: ١٩٥٦؛ شعب الإيمان: ٣/ ٢٣٠، حديث: ٣٣٧٧، عن ابی ذر رضی اللہ عنہ۔ [2] صحيح البخاری، کتاب الأدب، باب قول الرجل مرحبا، حدیث، قبل رقم: ٦١٧٦، عن عائشة و سنن الترمذي: ٢٧٣٤، ٢٧٣٥، عن ام هاني۔ [3] الأدب المفرد، باب كفى يقوم عند الباب، حدیث: ٨٧٠١، نیز دیکھیے: سنن ابی داود: ٥١٨٦؛ مسند احمد: ٤/ ١٨٩ عن عبدالله بن بسر رضی اللہ عنہ۔ [4] سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب في الرحمة، حديث: ٤٩٤٣، عن عبدالله بن السرح؛ سنن الترمذی: ١٩١٩، ١٩٢١، عن انس؛ مسند احمد: ٢/ ٢٢٢ عن عبدالله بن عمرو۔

Marfat.com

عادتوں سے تربیت

بچوں کی تربیت میں عادت کی بڑی اہمیت ہے، اس کے تحت آدمی کسی کام کے کرنے پر مجبور سا ہو جاتا ہے، اس کے ذریعے کوئی کام بڑی سہولت، تیزی اور کم وقت میں انجام پاتا ہے اور کام میں بڑی صفائی ہوتی ہے۔ عادتیں فطرت ثانیہ کہلاتی ہیں، اگر بچہ غلط باتوں کا عادی ہو جائے تو بڑی مشکل سے ترک کرتا ہے، اس لیے ابتدا ہی سے ہر موقع کے اچھے آداب اور طریقے بچوں کے معمول میں داخل کیے جائیں تاکہ ان کی بنیاد پر تربیت اسلامی کے تفصیلی آداب وضوابط پر آگے چل کر عمل پیرا ہونے میں آسانی ہو، مثال کے طور پر بچوں کے شب و روز کے معمول میں درج ذیل آداب واحوال داخل کیجیے:

☆ کھانے پینے کے اصولوں پر عمل کرائیے۔
☆ پابندی سے نہلائیے۔
☆ نظافت وصفائی کے تمام اصولوں پر باقاعدہ عمل کرائیے۔
☆ وقت سے سونے اور بیدار ہونے کا خوگر بنائیے۔
☆ آنکھوں اور دیگر اعضاء کی حفاظت سکھلائیے۔
☆ کھیل کود کا وقت اور ضابطہ بنائیے۔
☆ مسواک کرنے کا عادی بنائیے۔
☆ موزوں لباس اور ان کی صفائی کا خیال رکھیے۔
☆ ہمیشہ خوش رکھیے۔
☆ خود سے مربوط رکھیے۔
☆ کلمہ توحید سکھائیے اور اس کے اعادے کی عادت ڈالیے۔
☆ پیشاب پاخانہ کے آداب بتائیے۔
☆ سلام وکلام، ملنے جلنے، بڑوں کے ادب ولحاظ کے طریقے سکھلائیے۔

Marfat.com

☆ دوسروں پر رحم کرنا، ان سے اللہ کے لیے محبت کرنا، ان کے کام آنا، ان کی کوتاہیوں سے درگزر کرنا بچوں کے شعور واحساس میں داخل کیجیے۔

☆ بچے نماز کے قابل ہو جائیں تو انہیں وضو اور نماز کے طریقے بتائیے۔

☆ مختلف اوقات کی دعائیں یاد کرائیے۔

☆ بڑے ہو جائیں تو خدمت خلق کا خوگر کیجیے......وغیرہ وغیرہ۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ''کسی باپ کے لیے اس کے بچے کے حق میں ''اچھے آداب سکھانے'' سے بہتر کوئی راستہ نہیں ہے۔'' [1]

آپ ﷺ فرماتے ہیں: ''اپنے بچوں اور اہل خانہ کو بھلائیاں سکھلاؤ اور انہیں ادب دو۔'' [2]

عقبہ بن ابی سفیان نے جب اپنے بچے کو اتالیق کے حوالے کیا تو اس سے کہا: میرے بچے کی اصلاح کی ابتدا اس بات سے کرو کہ اپنی اصلاح کر لو اس لیے کہ بچوں کی آنکھیں تمہاری آنکھ سے مربوط ہیں، ان کے نزدیک وہی اچھا ہے جو تم اچھا سمجھو اور وہ چیز بری ہے جسے تم برا سمجھو۔ بچوں کو حکما کی سیرت، ادباء کے اخلاق سکھاؤ، ان کے لیے طبیب کی طرح رہو جو بیماری سمجھنے سے پہلے دوا نہ دے۔

رسول اللہ نے مربیوں کو حکم فرمایا کہ اپنے بچوں کو حلال وحرام کے احکام سکھائیں۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں: ''اپنے بچوں کو احکامات پر عمل پیرا ہونے کا حکم دو اور جن باتوں سے روکا گیا ہے ان سے بچنے کی تاکید کرو یہ ان بچوں کے لیے اور تمہارے لیے جہنم سے بچنے کا ذریعہ ہے۔ [3]

---

[1] سنن الترمذی، کتاب البروالصلة، باب ماجاء فی أدب الوالد، حدیث: ۱۹۵۲، محدث البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ [2] دیکھیے: مصنف عبدالرزاق: ۱۱/ ۱۳۲، ح: ۲۰۱۲۲، عن رجل من أصحاب النبي (هو معاذ بن جبل) [3] تفسیر الطبری، سورۃ التحریم: ٦۔ نوٹ: یہ عبداللہ بن عباس کی تفسیر نہیں ہے مرفوع حدیث نہیں۔

Marfat.com

آپ ﷺ فرماتے ہیں: ''اپنے بچوں کو تین صفات کی تربیت دو: اپنے نبی کی محبت، نبی کے اہل بیت کی محبت اور قرآن پاک کی تلاوت۔'' [1]

بچے اگر حد بلوغت کو پہنچتے ہوں تو انہیں اسلامی عقائد سے مربوط رکھنے کی سعی کیجیے اور جملہ تفصیلی اوامر و نواہی کی پابندی کرائیے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ [2] ''رسول جو تمہیں دیں اسے لے لو اور جس سے روک دیں اس سے رک جاؤ۔'' گویا زندگی کے سارے امور و معاملات فرمان نبوی کے مطابق انجام دیئے جائیں۔

امام غزالی رحمہ اللہ کہتے ہیں: بچہ اپنے والدین کے پاس امانت ہے، اس کا پاک دل ایک لطیف جوہر ہے، اگر اسے شر کی عادت گئی اور چوپایوں کی طرح بے لگام چھوڑ دیا گیا تو بدبخت و برباد ہو جاتا ہے۔ اس کی حفاظت کا طریقہ یہ ہے کہ اسے ادب سکھایا جائے، اس کو مہذب بنایا جائے اور اسے عمدہ اخلاق سکھائے جائیں۔

ابن خلدون نے لڑکے کی استعداد و قابلیت اور بگاڑ کے بعد اصلاح کی صلاحیت کے متعلق اپنی تاریخ کے مقدمہ میں امام غزالی رحمہ اللہ ہی کے مطابق اپنا نقطۂ نظر بیان کیا ہے، بلکہ مشرق و مغرب کے بیشتر فلاسفہ کی یہی رائے ہے۔

---

[1] اتحاف الخيرة المهرة: ٨/ ١٨٥، حديث: ٧٧٥٣؛ السلسلة الضعيفة: ٥/ ١٨١، حديث: ٢١٦٢۔ [2] ٥٩/الحشر: ٧۔

Marfat.com

بڑوں کا ادب

بچوں کی اجتماعی تربیت کے لیے کہ وہ معاشرے میں خوش اخلاق اور بلند سیرت ہوں، ذاتی مفادات کو اجتماعی مفاد پر قربان کریں، دوسروں کے لیے محبت، اخلاص اور تعاون وایثار کا پیکر ہوں، کچھ اجتماعی حقوق ہیں جن کی ادائیگی کی تربیت بچوں کو دی جائے تا کہ معاشرے میں انہیں آگے چل کر مناسب مقام مل سکے۔ اس سلسلے میں سب سے اول ضرورت ہے کہ بچوں کو بڑوں کا ادب کرنا سکھایا جائے۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ''جو جوان کسی عمر رسیدہ شخص کی عزت کرے گا اللہ تعالیٰ اس عمر کو پہنچنے پر دوسرے سے اس کی عزت کروائے گا۔'' [1]

آپ فرماتے ہیں: ''وہ ہم میں سے نہیں ہے جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کا حق نہ پہچانے۔'' [2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک سائل آیا۔ انھوں نے اسے روٹی کا ایک ٹکڑا عطا کیا، پھر دوسرا آدمی آیا جو اچھے کپڑوں اور اچھی ہیئت میں تھا، اسے بٹھایا اور کھانا پیش کیا، لوگوں نے اس کے متعلق ان سے دریافت کیا تو کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ''لوگوں سے ان کے مرتبے کے مطابق پیش آؤ۔'' [3]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ضیافت کے وقت آپ ﷺ سے ابتدا کرتے، پھر وہ جو آپ کے دائیں ہوتے تھے، ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نماز کے وقت آپ ہمارے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر فرماتے برابر ہو جاؤ کج مت ہو ورنہ تمہارے دل کج ہو جائیں گے اور میرے

---

[1] سنن الترمذی، کتاب البر والصلة، باب ماجاء فی ءجلال الکبیر حدیث: ۲۰۲۲، عن انس رضی اللہ عنہ محدث البانی رحمہ اللہ نے اسے منکر قرار دیا ہے؛ السلسلة الضعیفة: ۱/ ۳۱۷، حدیث: ۳۰۴۔ [2] سنن ابی داؤد، کتاب الأدب، باب فی الرحمة، حدیث: ۴۹۴۳ عن ابن السرح؛ سنن الترمذی: ۱۹۱۹، ۱۹۲۰، ۱۹۲۱، عن انس رضی اللہ عنہ۔ [3] سنن ابي داود، کتاب الأب، باب فی تنزیل الناس منازلهم حدیث: ۴۸۴۲، عن عائشة رضی اللہ عنہا۔

Marfat.com

قریب عقل وفہم والے لوگ یعنی بالغ مرد رہیں، پھر جوان سے عمر میں قریب ہوں۔ [1]

آپ نے فرمایا: ”تین قسم کے لوگوں کی بے ادبی صرف منافق کرسکتا ہے، مومن پیر، عالم اور عادل خلیفہ۔“ [2]

ابوسعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ایک لڑکا تھا، میں آپ کی باتیں یاد کیا کرتا تھا اور خاموش رہتا تھا۔ اس لیے کہ وہاں ایسے حضرات ہوتے تھے جو عمر میں مجھ سے بڑے تھے۔

ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ایک درخت ہے جس پر (پت جھڑ) نہیں آتا، مومن بھی ایسا ہی ہوتا ہے، بتاؤ وہ کون سا درخت ہے؟“ لوگوں نے جنگل کے درختوں پر دھیان دوڑایا۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: میرے جی میں آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے، لیکن مجھے شرم آئی (میں سب سے چھوٹا تھا) اس لیے نہیں بتایا، لوگوں کے کہنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”وہ کھجور کا درخت ہے۔“ مجلس برخاست ہونے کے بعد میں نے اپنے والد سے اس کا ذکر کیا تو انھوں نے فرمایا کہ اگر تم نے بتا دیا ہوتا تو یہ بات میرے لیے سرخ اونٹ سے بہتر ہوتی۔“ [3]

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب تسویۃ الصفوف و ءقامتھا...... حدیث: ٤٣٢؛ سنن النسائی: ٨١٣؛ مسند احمد: ٤/ ١٢٢ عن ابی مسعود الانصاری رضی اللہ عنہ۔

[2] المعجم الکبیر للطبرانی: ٨/ ٢٠٣٨، حدیث: ٧٨١٩، عن ابی امامۃ محدث البانی رحمہ اللہ نے اسے منکر قرار دیا ہے۔السلسلۃ الضعیفۃ: ٧/ ٢٤٤ حدیث: ٣٢٤٩۔

[3] صحیح البخاری، کتاب العلم، باب الحیاء فی العلم، حدیث: ١٣١، ٦١٤٤؛ صحیح مسلم: ٢٨١١، عن ابن عمر رضی اللہ عنہ۔

Marfat.com

شرم

عمر کے اس مرحلے میں اجتماعی حقوق وآداب کی ادائیگی کے بیان سے پہلے ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ کچھ فطری ونفسیاتی طاقتوں اور جذبات میں تربیتی توازن کے لیے قرآن وسنت کے اصول بیان کریں۔

شرم کی صفت بچوں میں پیدائشی ہوتی ہے، چوتھے مہینے سے اس کی علامتیں ظاہر ہونے لگتی ہیں اور ایک سال کے بعد بہت حد تک نمایاں ہوجاتی ہیں، یعنی بچہ جب چہرہ اور آنکھیں گھمانے لگتا ہے اور کچھ اٹھنے بیٹھنے کی کوشش کرنے لگتا ہے یا بڑا ہوکر دوسروں کے گھر یا دوسروں کی گود میں جانے پر یا دوسروں سے بات کرنے پر اس صفت کا پوری طرح ظہور ہوتا ہے، اس پیدائشی شرم کی زیادتی کو معتدل کرنے میں ماحول کا زبردست اثر ہوتا ہے۔ جن بچوں کو دوسروں کے ساتھ ملنے جلنے کے مواقع حاصل ہوتے ہیں ان میں یہ شرمیلا پن کم ہو جاتا ہے۔

شرم کی اس صفت کو شریعت کے تربیتی اصولوں کے سانچے میں ڈھال کر معتدل بنانا ضروری ہے جس کی شکل یہ ہے کہ بچے کو لوگوں سے ملنے جلنے کا موقع دیا جائے، اسے دوستوں کی صحبت حاصل رہے اور بڑے لوگ ہوں یا چھوٹے، اسے ان کے سامنے بات چیت کا موقع دیا جائے، لیکن یہ سب کچھ اسلامی آداب کے ماتحت ہونا لازم ہے، اس سے ان کا شرمیلا پن دور ہوگا، خود اعتمادی پیدا ہوگی اور ہر شخص کے سامنے حق بات کہنے کا ان میں جذبہ پیدا ہوگا۔

سدا بہار درخت کے متعلق جب آپ ﷺ نے صحابہ سے پوچھا تو عبداللہ بن عمر جو بچے تھے ان کے درمیان موجود تھے، ان کے ذہن میں آپ کے سوال کا صحیح جواب آیا، لیکن شرم سے اس کا جواب نہیں دے سکے مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بعد میں جواب دینے کو بہت بہتر خیال فرمایا اور اس کے لیے ہمت افزائی فرمائی۔

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ کے پاس شربت آیا، آپ کے دائیں ایک بچہ اور بائیں عمر رسیدہ لوگ بیٹھے تھے، آپ نے بچے سے فرمایا: ''تم اجازت دیتے ہو کہ میں شربت انہیں دوں؟'' بچے نے کہا: اللہ کی قسم! آپ کے دست مبارک سے لگا ہوا حصہ میں کسی کو نہیں دوں گا۔ [1]

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے دور خلافت میں مجھے بدری صحابہ کے ساتھ مشورے میں شامل کرتے تھے، ایک صاحب نے کچھ خفگی کے ساتھ کہا: یہ لڑکا اس مجلس میں کیوں آتا ہے؟ اس جیسے تو ہمارے لڑکے بھی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ کو معلوم ہے یہ مخصوص مقام رکھتا ہے، چنانچہ ایک بار انہوں نے بدری صحابہ کے ساتھ مجھے بلایا، مجھے معلوم ہو گیا کہ انہیں دکھلانے ہی کے لیے مجھے بلایا ہے۔ پھر ان سے پوچھا: ﴿ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَ الْفَتْحُ ﴾ کے مفہوم کے متعلق آپ لوگوں کا کیا خیال ہے؟ ایک صحابی نے کہا کہ فتح ونصرت ملنے کے بعد اللہ نے ہمیں حمد و استغفار کا حکم دیا ہے، بعض لوگ بالکل خاموش رہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ابن عباس! تمہارا بھی یہی خیال ہے؟ میں نے کہا: نہیں بلکہ ﴿ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَ الْفَتْحُ ﴾ آپ کی وفات کی نشانی ہے اس لیے اللہ نے فرمایا کہ اپنے رب کی حمد واستغفار کر، حضرت عمر نے کہا: جو تم کہتے ہو مجھے بھی وہی معلوم ہے۔ [2]

ایک دفعہ حضرت عمر ایک راستے سے گزرے وہاں کچھ بچے کھیل رہے تھے، ان میں عبداللہ بن زبیر بھی تھے، حضرت عمر کے ڈر سے تمام بچے کھیل چھوڑ کر بھاگ نکلے لیکن ابن زبیر نہیں بھاگے، حضرت عمر جب ان کے قریب پہنچے تو کہا کہ اور بچوں کے ساتھ تم کیوں نہیں بھاگے؟ انہوں نے فوراً کہا: میں نے کوئی غلطی نہیں کی تھی کہ آپ کے ڈر سے بھاگتا اور نہ راستہ تنگ تھا کہ آپ کے لیے کشادہ کر دیتا۔

---

[1] سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب ما یقول إذا أکل طعاما، حدیث: ٣٤٥٥؛ مسند احمد: ١/ ٢٨٤، عن ابن عباس رضی اللہ عنہ۔ [2] صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب قوله فسبح بحمد ربك و استغفره...... حدیث: ٤٩٧٠، ٤٢٩٤، عن ابن عباس رضی اللہ عنہ۔

Marfat.com

ڈر

یہ ایک فطری صفت ہے، پہلے سال میں اس کی علامات بچے میں ظاہر ہوتی ہیں، اچانک شور یا کسی چیز کے گرنے کی آواز یا اجنبیوں سے ملنے پر بچہ خوف کا اظہار کرتا ہے، تیسرے سال میں مختلف جانوروں اور موٹروں وغیرہ سے اس کے ڈرنے کی یہ صفت بالکل واضح ہو جاتی ہے۔

اگر ڈر کی صفت بچے میں طبعی حد تک ہو تو مفید ہے اس سے وہ مختلف خطروں سے محفوظ رہے گا اور اگر حد سے بڑھ جائے تو نفسیاتی قلق میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

بچے میں ڈر کی زیادتی کے کئی اسباب ہوتے ہیں، اگر بچے کی تربیت گھر کی چار دیواری میں مستقل طور پر ہوگی تو باہر کی ہر اجنبی چیز کے متعلق اس میں نفسیاتی ڈر موجود رہے گا، اسی طرح ماں بچے کو چپ کرنے یا کسی اور موقعے پر اسے بلی، کتے، شیطان، جن وغیرہ سے ڈراتی ہے یا اسے خیالی جنوں اور پریوں کے قصے سناتی ہے یا ماں خود گہرے رنج میں مبتلا رہتی یا گھر کا پورا ماحول کسی سبب سے رنج میں ڈوبا رہتا ہے تو بچے میں ڈر کی صفت انتہائی زیادہ ہو جاتی ہے۔

ڈر کی اس فطری صفت کو حد اعتدال پر رکھنا اسلامی تربیت کا مقصد ہے، اس کے لیے مربی کو یہ اصول اپنانا چاہیے:

① بچے میں اللہ پر کامل ایمان کا جذبہ ابھارا جائے، اسے عبادت کا خوگر کیا جائے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿إِنَّ الْإِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا ۝ إِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوعًا ۝ وَإِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوعًا ۝ إِلَّا الْمُصَلِّينَ ۝ الَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ دَائِمُونَ ۝﴾ [1]

"بے شک انسان پیدائشی تھڑدلا ہے، جب اسے تکلیف پہنچتی ہے تو گھبرا اٹھتا ہے اور جب اسے خیر پہنچتا ہے تو روک لیتا ہے، سوائے ان لوگوں کے جو اپنی نمازوں پر دوام برتتے ہیں۔"

---

[1] ۷۰/المعارج: ۱۹، ۲۳۔

Marfat.com

بچے میں جب اللہ پر ایمان، اس کا ڈر اور شوق عبادت پیدا ہو جائے گا تو اس کی ڈر کی صفت میں اعتدال پیدا ہو جائے گا جو شریعت کا مقصد ہے۔

② بچے کی استعداد اور عمر کے مطابق جائز حدود میں مختلف امور میں تصرف کی آزادی دی جائے تا کہ فرمان نبی ﷺ: ((كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ)) ''تم میں ہر ایک نگہبان ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔'' کی عمومیت میں شامل ہے۔

③ روتے وقت یا کسی اور موقع پر اسے بلی، کتے، شیطان اور بھوت وغیرہ سے نہ ڈرایا جائے تا کہ اس میں حریت اور شجاعت کی صفات پروان چڑھیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ''قوی مومن ضعیف مومن سے اللہ کے نزدیک بہتر اور محبوب ہے۔'' [1]

④ بچے کو لوگوں سے ملنے جلنے اور دوسروں سے عملی اشتراک کا موقع بہم پہنچایا جائے تا کہ خود اعتمادی، دوسروں کی محبت کا احساس یا دوسروں کے تعلقات کا جذبہ بیدار ہو، رسول اللہ فرماتے ہیں: ''مومن دوسروں سے الفت رکھتا ہے اور دوسرے اس سے الفت رکھتے ہیں۔'' [2]

آپ کا فرمان ہے: ''ایسے شخص میں کوئی بھلائی نہیں جو نہ دوسروں سے تعلقات رکھتا ہے اور نہ دوسرے اس سے تعلقات رکھتے ہیں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو دوسروں کے لیے سب سے زیادہ نفع بخش ہو۔'' [2]

بچہ جن چیزوں سے ڈرتا ہو اسے زیادہ تر ان سے قریب کیا جائے کہ ان کا غیر مضر ہونا اس پر واضح ہو جائے اور ان کا ڈر اس کے دل سے نکل جائے، اگر وہ اندھیرے سے ڈرتا ہے تو چراغ جلا بجھا کر اس کا تجربہ خوشگوار انداز میں کرایا جائے۔

⑤ رسول اللہ ﷺ کے غزوات اور اسلاف کے بہادرانہ کارنامے سنائے جائیں، صحابہ، تابعین اور عظیم فاتحین جیسی بلند اخلاقی کی تربیت کی جائے تا کہ جوش جہاد، اعلائے کلمۃ اللہ

---

[1] صحيح مسلم، كتاب القدر، باب الإيمان بالقدر والإذعان له، ح: ٢٦٦٤؛ سنن ابن ماجه: ٧٩، ٤١٦٨؛ مسند احمد: ٢/ ٣٦٦، ٣٧٠ عن ابى هريرة رضی اللہ عنہ۔

[2] مسند احمد: ٢ / ٤٠٠، عن ابى هريرة رضی اللہ عنہ۔ [3] سنن الترمذى، كتاب صفة القيامة، باب فى فضل المخالطة مع الصبر على أذى الناس، حديث: ٢٥٠٧، عن شيخ من اصحاب النبى ﷺ۔

Marfat.com

اور بے مثل شجاعت اس کی فطرت بن جائے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم اپنی اولاد کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات کے واقعات اسی طرح سکھلاتے تھے جیسے قرآن پاک کی سورتیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اپنے بچوں کو تیراندازی اور شہسواری سکھاؤ اور انہیں گھوڑوں پر چھلانگ لگا کر سوار ہونے کا حکم دو۔

جنگ احد کے موقع پر اسلامی لشکر میں چھوٹے بچے بھی شامل ہو گئے تھے، آپ نے سب کو واپس کر دیا لیکن بہتر تیراندازی کی بنا پر رافع کو لشکر میں شامل کر لیا۔ ایک بچے سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ سے روتے ہوئے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے واپس کر دیا اور رافع کو لشکر میں لے لیا، حالانکہ میں اسے کشتی میں بچھاڑ دیتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر ملی تو آپ نے دونوں کو کشتی لڑنے کا حکم دیا، سمرہ غالب آ گئے، اس طرح آپ نے انہیں بھی اجازت دے دی۔

ہجرت کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے غار ثور میں تین دن قیام کیا تھا، اسماء رضی اللہ عنہا اور عائشہ رضی اللہ عنہا نے دونوں حضرات کے لیے زادِ راہ تیار کیا، توشہ دان کو اسماء نے اپنے کمر بند کے دو ٹکڑے کر کے ایک سے باندھا جس پر آپ نے انہیں ذات النطاقین کا خطاب دیا، ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لڑکے عبداللہ روزانہ مکے کی خبریں آپ کو آ کر سنایا کرتے تھے، کبھی انہیں کے پاس رک جاتے پھر جا کر مکے میں صبح کرتے، لوگ سمجھتے کہ یہیں سوئے تھے، عائشہ اور عبداللہ اس وقت بچے تھے، یہ ان کی بے مثال بہادری ہے، کیونکہ اس وقت مشرکین مکہ کو اس کی اطلاع مل جانا ان کی موت کے مترادف تھا۔

عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں جنگ بدر میں صف میں تھا، میں نے دائیں بائیں دیکھا تو دو کمسن انصاری بچے میرے دونوں پہلو پر تھے، ایک نے اشارے سے پوچھا: چچا جان آپ ابوجہل کو پہچانتے ہیں؟ میں نے کہا: ہاں، تمہیں اس کی کیا ضرورت ہے؟ کہا: معلوم ہوا ہے کہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دی ہیں، واللہ میں اس سے نمٹوں گا، اسی طرح دوسرے بچے نے بھی کہا، اتنے میں ابوجہل نظر آ گیا۔ میں نے کہا: وہ دیکھو گھوم رہا ہے، اتنے میں دونوں بچے تلوار لے کر آگے بڑھے اور اسے قتل کر دیا، دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

کے پاس لوٹے اور اس کی اطلاع کی، آپ نے پوچھا: کس نے قتل کیا؟ دونوں نے کہا: میں نے قتل کیا ہے، آپ نے دونوں کی تلواریں دیکھیں اور فیصلہ دیا کہ دونوں نے قتل کیا ہے اور مقتول کا سامانِ جنگ دونوں بچوں معاذ بن عمرو بن جموح اور معاذ بن عفراء رضی اللہ عنہما کو عطا فرمایا۔[1]

احد کے دن ایک عورت نے اپنے بچے کو تلوار دی، وہ اسے نہیں اٹھا سکا، اس نے اس کے بازو پر باندھ دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہا: میرا بچہ آپ کی طرف سے جنگ کرے گا، آپ نے فرمایا: ''بیٹے یہاں حملہ کر کے دکھاؤ۔'' اتفاق سے بچے کو زخم لگ گیا اور گر پڑا، آپ نے فرمایا: ''بیٹے کیا تم گھبرا گئے؟'' بچے نے کہا: نہیں یا رسول اللہ۔[2]

---

[1] صحیح البخاری، کتاب فرض الخمس، باب من لم یخمس الاسلاب، حدیث: ۳۱٤۱، ۳۹۸۸؛ صحیح مسلم: ۱۷۵۲، عن عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ۔

[2] مصنف ابن ابی شیبة: ۲۰/ ۳۵۹، حدیث: ۳۷۹۳۷، عن الشعبی رحمہ اللہ۔

Marfat.com

غصہ

یہ ایک فطری صفت ہے جس کا ظہور بچپن ہی میں ہونے لگتا ہے، اسلامی تربیت اس صفت کو دائرہ اعتدال اور پسندیدہ پیمانے پر رکھنا چاہتی ہے، اس لیے کہ غصہ جب عادت بن جاتا ہے تو بچے کی تندرستی، عقل، مزاج، اخوت ومحبت اور وحدت معاشرہ کے لیے بے پناہ مضر ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَإِذَا مَا غَضِبُوا هُمْ يَغْفِرُونَ ۝ ﴾ 1

''اور جب وہ غصے ہوتے ہیں تو فوراً معاف کر دیتے ہیں۔''

نیز فرمایا:

﴿ وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ ﴾ 2

''اور غصہ کو پی جانے والے اور لوگوں کو معاف کر دینے والے ہیں۔''

ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: مجھے کچھ نصیحت فرمایئے، آپ نے فرمایا: ''غصہ مت کیا کرو۔'' 3

آپ نے صحابہ سے پوچھا: ''تم پہلوان کس کو سمجھتے ہو؟'' انھوں نے کہا: جسے کوئی پچھاڑ نہ سکے، فرمایا: ''نہیں، بلکہ پہلوان وہ ہے جو غصہ کے وقت ضبط کر جائے۔'' 4

میدانِ جنگ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک دشمن کو دے پٹکا، اس نے غصے سے آپ کے منہ پر تھوک دیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ اسے چھوڑ کر الگ کھڑے ہو گئے، اس نے پوچھا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ بولے: میں دین کے لیے لڑ رہا تھا اگر تمہارے تھوکنے کا انتقام لیتا تو اس میں میری اپنی ذات کا دخل ہو جاتا اس لیے علیحدہ ہو گیا۔

---

1 ٤٢/الشوریٰ: ٣٧۔ 2 ٣/آل عمران: ١٣٤۔ 3 صحيح البخاری، كتاب الأدب، باب الحذر من الغضب، حديث: ٦١١٦، عن ابی هريرة رضي الله عنه۔ 4 صحيح البخاری، كتاب الأدب، باب الحذر من الغضب، حديث: ٦١١٤؛ صحيح مسلم: ٢٦٠٩، عن ابی هريرة رضي الله عنه۔

Marfat.com

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ذات کے لیے انتقام لیتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا ہاں اگر اللہ کے کسی قانون کی بے حرمتی ہو رہی ہو تو آپ سخت غصہ ہوتے تھے۔ [1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''اگر کوئی غصہ ہو اور وہ کھڑا ہوا ہے تو بیٹھ جائے اگر اس سے بھی غصہ دور نہ ہو تو لیٹ جائے۔ [2]

آپ فرماتے ہیں: ''غصہ شیطان کی جانب سے ہے اور شیطان کی تخلیق آگ سے ہوئی ہے اور آگ پانی سے بجھائی جاتی ہے لہٰذا جب کوئی غصہ ہو تو وضو کر لے۔'' [3]

آپ کا ارشاد ہے: ''جب کوئی غصہ ہو تو چپ ہو جائے۔'' [4]

دو آدمیوں نے آپ کے پاس جھگڑا کیا ایک کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا آپ نے فرمایا: ''مجھے معلوم ہے اگر یہ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ کہہ دے تو اس کا غصہ کافور ہو جائے۔'' [5]

آپ کا ارشاد ہے: ''غصہ ایک چنگاری ہے جو ابن آدم کے دل میں بھڑک اٹھتی ہے، کیا رگوں کے پھولنے اور آنکھوں کے سرخ ہونے کو نہیں دیکھتے ہو جسے اس غصے کا احساس ہو اسے زمین پر لیٹ جانا چاہیے۔'' [6]

---

[1] صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب صفة النبي صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث: ٣٥٦٠؛ مسند احمد: ٦/ ٢٢٣، عن عائشة رضی اللہ عنہا۔ [2] سنن ابي داود، کتاب الأدب، باب ما یقال عند الغضب، حدیث: ٤٧٨٢، عن عطیة رضی اللہ عنہا۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔؛السلسلة الضعیفة: ١٤/ ٣٩١، حدیث: ٦٦٦٤۔ [3] سنن ابی داود، کتاب الأدب، باب مایقال عند الغضب، حدیث: ٤٧٨٤، عن عطیة، محمد البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف کہا ہے؛السلسلة الضعیفة: ٢/ ٥١، ح: ٥٨٢۔ [4] مسند احمد: ١/ ٢٣٩، عن ابن عباس والسلسلة الصحیحة: ٣/ ٣٦٣۔ [5] صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب الحذر من الغضب، حدیث: ٦١١٥، ٣٢٨٢؛ صحیح مسلم: ٢٦١٠، عن سلمان بن صرد رضی اللہ عنہ۔ [6] سنن الترمذی، کتاب الفتن، باب ما أخبر النبي صلی اللہ علیہ وسلم أصحابه بما هو کائن ابي یوم القیامة، ح: ٢١١٩؛ مسند احمد: ٣/ ١٩، عن أبي سعید الخدری رضی اللہ عنہ۔

Marfat.com

مربی بچے میں غصے کی عادت نہ پیدا ہونے دے، اس کے لیے ضروری ہے کہ غصے کے جو اسباب ہو سکتے ہیں ان پر قابو حاصل کیا جائے، اگر اس کا سبب بھوک اور پیاس ہے تو غذا کا اہتمام کیا جائے، اگر اس کا سبب بیماری ہے تو اس کا علاج کیا جائے، اگر اس کا سبب بچے کی توہین ہے تو اہانت وتحقیر کے کلمات اور برتاؤ سے باز آیا جائے، اگر اس کا سبب شدید پر محبت بندش اور بے جا ناز ونعمت ہے تو بچے سے اظہار محبت میں اعتدال برتا جائے اور اس ناز ونعمت سے بچایا جائے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ((اِیَّاکُمْ وَالتَّنَعُّمِ فَاِنَّ عِبَادَ اللّٰهِ لَیْسُوا بِالْمُتَنَعِّمِیْنَ)) ''عیش وعشرت سے بچو، اللہ کے بندے عیش وعشرت پسند نہیں ہوتے۔'' [1]

---

[1] شعب الإيمان للبيهقي: ٥/ ١٥٦، حديث: ٦١٧٨، نیز دیکھیے مسند احمد: ٥/ ٢٤٣، ٢٤٤، عن معاذ رضی اللہ عنہ؛ السلسلة الصحيحة: ١/ ٧٦، حديث: ٣٥٣۔

Marfat.com

حسد

دوسرے کی کسی نعمت کے زوال کی تمنا کرنے کو حسد کہتے ہیں، ہر بچہ چاہتا ہے کہ صرف اسی سے محبت کی جائے دوسروں سے نہیں، اگر اس کے خلاف ہوتا ہے تو اس کے دل میں دوسرے بچے کے لیے ایک طرح کا حسد پیدا ہوتا ہے اور اس کا اظہار وہ مختلف حرکتوں سے کرتا ہے۔ مربی بچے کو حسد جیسی خطرناک بیماری سے محفوظ رکھنے کے لیے یہ احساس دلائے کہ اس سے بھرپور محبت کی جا رہی ہے، وہ بچوں میں عادلانہ محبت اور کسی کو کسی پر ترجیح نہ دینے کے اصول پر عمل پیرا ہو۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کوئی چیز دینے میں اپنے بچوں میں مساوات برتو۔'' [1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا، اتنے میں اس کا بچہ آیا تو اس نے اسے اپنی ران پر بٹھالیا پھر اس کی بچی آئی تو اسے سامنے بٹھا لیا، آپ ﷺ نے اس شخص سے کہا: ''تم نے دونوں میں برابری کیوں نہیں کی؟'' [2]

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ''حسد سے بچو اس لیے کہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو۔'' [3]

آپ فرماتے ہیں: ''لوگ اس وقت تک بھلائی کی راہ پر رہیں گے جب تک حسد نہیں کریں گے۔'' نیز آپ نے فرمایا: ''حسد کرنے والا ہم میں سے نہیں ہے۔'' [4]

آپ کا ارشاد ہے: ''حسد ایمان کو اس طرح بگاڑ دیتا ہے جیسے ایلوا شہد کو۔'' [5]

چونکہ حسد سے جسمانی، دماغی اور نفسیاتی آفات کے علاوہ خطرناک قسم کی اجتماعی

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الهبة وفضلها والتحريض عليها، باب الهبة للولد، باب نمبر ۱۲، قبل رقم: ۲۵۸٦، عن النعمان بن بشیر، نیز دیکھئے: ۲۵۸۷۔

[2] سلسلة الاحاديث الصحيحة: ۲۸۸۳۔ [3] سنن ابي داود، كتاب الأدب، باب فی الحسد، حدیث: ۴۹۰۳، عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ [4] مجمع الزوائد: ۸/۹۱، ح: ۱۳۱۲٦ [5] محدث البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے؛ السلسلة الضعيفة: ۸/ ۲۱، حدیث: ۳۵۲۳۔

Marfat.com

خرابیاں پیدا ہوتی ہیں اس لیے مربی بچے کو محبت، تعاون اور ایثار کا خوگر کرتے ہوئے اسے کینہ اور غرور سے محفوظ کرے۔

احساسِ کمتری

یہ ایک نفسیاتی حالت ہے، دوسرے بچوں کے مقابلے میں خود کو بچہ پست اور ناقابل سمجھنے لگتا ہے، آگے چل کر اس میں بے راہ روی، نفسیاتی الجھن اور محرومی کی خو پیدا ہو جاتی ہے، بچے میں اس کی ابتدا تحقیر و اہانت سے ہوتی ہے اگر وہ کبھی جھوٹ بول دے یا کسی کو مار دے یا باپ کی جیب سے کچھ نکال لے یا کسی کام کے کرنے میں سستی کر جائے تو اسے جھوٹا، جھگڑالو، چور اور کاہل کے نام سے یاد کیا جانے لگتا ہے اور جب بہتوں کے سامنے اس کا یہ نام آجاتا ہے تو توہین محسوس کرتے ہوئے احساس کمتری اور دیگر برائیوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

ایک شخص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور بیٹے کی نافرمانی کی شکایت کرنے لگا، انہوں نے بیٹے کو بلا کر تنبیہ کی، اس نے کہا: امیر المومنین! کیا باپ پر بیٹے کے کچھ حقوق نہیں ہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ضرور ہیں، کہا: کیا ہیں؟ حضرت عمر نے کہا: اس کے لیے اچھی ماں کا انتخاب کرے، بہترین نام رکھے، قرآن پڑھائے، لڑکے نے کہا: امیر المومنین! میرے باپ نے اس میں سے کوئی کام نہیں کیا۔ حضرت عمر نے باپ سے کہا: تم بیٹے کی نافرمانی کی شکایت کرتے ہو حالانکہ پہلے تم نے اس سے بدسلوکی کی اور اسے خود سے دور کیا۔

بچے سے اگر کوئی کوتاہی سرزد ہو تو نرمی اور محبت سے غلطی پر متنبہ کیا جائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''جس کام میں نرمی شامل ہو اسے زینت بخشتی ہے اور جس میں نہ ہو اس میں عیب در آتا ہے۔'' [1]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''جو شخص نرمی سے محروم کر دیا گیا وہ تمام بھلائیوں سے محروم کر دیا گیا۔'' [2]

---

[1] سنن ابي داود، كتاب الأدب، باب الرفق، حديث: ٤٨٠٨، عن المقدام بن شريح عن ابيه۔ [2] صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب فضل الرفق، حديث: ٢٥٩٢؛ سنن ابى داود: ٤٨٠٩؛ سنن ابن ماجه: ٣٦٨٧، عن جرير بن عبداللّٰہ۔

Marfat.com

البتہ مربی کے لیے یہ لازم ہے کہ بچے کے سامنے غلطی کے دلائل اس خوشگوار انداز میں پیش کرے کہ وہ اس پر مطمئن ہو جائے نیز یہ کہ اگر کچھ ڈانٹ پھٹکار کی ضرورت پڑے تو حاضرین کے سامنے نہ ہو بلکہ تنہائی میں ہو۔

کئی بچے ہوں تو ان میں عدل و مساوات ضروری ہے، خواہ لڑکی ہو یا لڑکا، خوبصورت ہو یا بدصورت، غبی ہو یا ذکی، جسمانی نقص رکھتا ہو یا صحیح جسم، اس میں بچے کا کوئی دخل نہیں۔ مربی کی طرف سے عدل ملنا ان کا حق ہے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ''اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان عدل برتو۔'' عدل و مساوات نہ ملنے کی صورت میں بچوں میں احساس کمتری، بے راہ روی اور دوسرے کے لیے غلط جذبات پیدا ہو جاتے ہیں۔

بچے کی مختلف پہلوؤں سے تربیت میں والدین کا بے جا لاڈ اور سخت بندش ایک بڑی رکاوٹ ہے جو بہت سے زاویوں سے بچے کے نقص کا سبب بنتا ہے، اس میں خوف، بزدلی، سکون و جمود، عزلت پسندی، اور خود پر بے اعتمادی وغیرہ صفات عام اور راسخ ہوتی ہیں۔ شفقت و رحم سمجھتے ہوئے بچے سے کوئی کام نہ لینا، ایک پل کے لیے نظر سے اوجھل نہ ہونے دینا، کسی غلط حرکت پر محاسبہ نہ کرنا ایسے والدین کا عام شعار ہوتا ہے۔ ایسے والدین کو لازمی طور پر درج ذیل تربیتی مشوروں کو اپنانا چاہیے:

① اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ؀ لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰي مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِ ۝﴾[1]

''جو بھی مصیبت آتی ہے خواہ زمین میں ہو یا خود تمہارے نفسوں پر یہ سب کچھ ہماری نوشت میں اس کے پیدا کرنے سے پہلے ہی مکتوب ہے، اس میں شک نہیں کہ یہ کام اللہ تعالیٰ پر آسان ہے اس لیے کہ تم کسی ضائع شدہ چیز پر رنجیدہ نہ ہو اور جو تم کو اللہ نے دیا ہے اس پر اتراؤ نہیں، اللہ متکبروں شیخی بازوں سے محبت نہیں کرتا۔''

---

[1] ۵۷/الحدید: ۲۲، ۲۳۔

Marfat.com

بچے کی صحت و مرض، غنا و فقر، مصیبت و آرام کے متعلق والدین قضا و قدر کے اسلامی عقیدے پر ایمان کامل رکھیں۔

② بچے میں محنت کشی، احساس ذمہ داری اور جرأت کی عادت ڈالی جائے اور بے جا عیش و تنعم سے باز رکھا جائے۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ''بے جا عیش و تنعم سے بچو اس لیے کہ اللہ کے بندے عیش پسند نہیں ہوا کرتے۔'' [1]

آپ کا ارشاد ہے: ''تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور ہر ایک سے اس کے ماتحت کے متعلق سوال کیا جائے گا۔'' [2]

اس امر میں بچے بچیاں بھی داخل ہیں، انہیں ان کے لائق ذمہ داریاں دینی چاہئیں۔
آپ ﷺ فرماتے ہیں: ''اللہ کے ہر نبی نے بکریاں چرائی ہیں میں بھی اہل مکہ کی بکریاں چند درہم پر چرایا کرتا تھا۔'' [3]

اس سے معلوم ہوا کہ محنت کشی اللہ نے اپنے نبیوں کے لیے بچپن میں پسند کی ہے، لہٰذا ہم لازمی طور پر اپنے بچوں کو محنت کا عادی بنائیں۔

عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم نے خوشی، غمی، سختی، آسانی ہر کام کے لیے آپ سے بیعت کی اور یہ کہ ہم جہاں رہیں گے حق بات کہیں گے اور اللہ کے معاملے میں کسی ملامت گر کی پرواہ نہیں کریں گے۔

احساس کمتری کے اسباب میں سے یتیمی اور فقر بھی ہے اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا:

﴿ فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ ۝ ﴾ [4]

''پس کسی یتیم پر ظلم نہ کرنا۔''

---

[1] مسند احمد: ٥/ ٢٤٣: عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، السلسلة الصحيحة: ١/ ٧٦ ح: ٣٥٣۔ [2] صحیح البخاری، كتاب الأحكام، باب قول الله تعالىٰ ﴿ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ﴾ حديث: ٧١٣٧، ٨٩٣ عن ابن عمر رضی اللہ عنہ۔ [3] صحیح البخاری، كتاب الإجارة، باب رعی الغنم على قراريط حديث: ٢٢٦٢، عن ابی هريرة رضی اللہ عنہ۔ [4] ٩٣/الضحىٰ: ٩۔

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ''جس نے یتیم کے سر پر رحم سے ہاتھ پھیرا، اللہ تعالیٰ ہر بال کے بدلے جو اس کے ہاتھ کے نیچے آیا نیکی لکھے گا۔'' [1]

آپ فرماتے ہیں: ''میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے۔'' آپ نے شہادت کی انگلی اور درمیاں والی انگلی سے اشارہ کیا۔

یتیم بچے کی کفالت اس کے اقرباء پر لازم ہے اور ایسے لوگوں کے لیے ضروری ہے کہ ان کے ساتھ اپنی اولاد جیسی محبت اور مہربانی سے پیش آئیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نے عید کے دن ایک یتیم بچے کو رنجیدہ حالت میں دیکھا تو آپ اس سے محبت و پیار کے ساتھ اپنے گھر لائے اور فرمایا: ''کیا تمھیں یہ پسند ہے کہ میں تمہارا باپ ہوں اور عائشہ رضی اللہ عنہا تمہاری ماں ہوں۔'' [2]

ایک بچہ آنکھ کھولتا ہے تو اپنے گھر کو انتہائی حرماں نصیبی اور محتاجی میں گھرا ہوا پاتا ہے، جب کہ اس کے محلے اور پڑوس کے بچے عیش و نعمت میں پلتے ہیں، یہ صورت حال بچے پر مایوسی کے سیاہ سائے ڈالتی ہے، ایسے ہی فقر کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ''محتاجی کبھی کفر کی حد تک پہنچ جاتی ہے۔'' [3] اسی لیے آپ دعا فرمایا کرتے تھے: ''اے اللہ میں تجھ سے پناہ چاہتا ہوں کفر اور محتاجی سے۔'' [4]

آپ فرماتے ہیں: ''سب سے افضل عمل مومن کو خوش کرنا ہے یعنی یہ کہ اسے کپڑا پہنائیں یا بھوکا ہو تو کھانا کھلائیں اور اس کی ضرورت پوری کریں۔'' [5]

---

[1] مسند احمد: ٥/ ٢٥٠؛ ضعيف الترغيب والترهيب: ٢/ ١٥٤، ح: ١٥١٣، عن ابی امامة رضی اللہ عنہ۔ [2] التاريخ الكبير: ٢/ ٧٨، حديث: ١٧٥١ عن بشير بن عقربة والسلسلة الصحيحة: ٧/ ٧٥٤، حديث: ٣٢٤٩۔ [3] حلية الاولياء: ٥٣/٣، سلسلة الاحاديث الضعيفة: ٤٠٨٠ [4] سنن النسائی، كتاب الاستعاذه، باب الاستعاذه من شرالكفر، حديث: ٥٤٨٧، عن ابی سعيد الخدری رضی اللہ عنہ؛ سنن ابي داود: ٥٠٩٠، عن عباس؛ مسند احمد: ٥/ ٣٦ عن مسلم بن ابي بكره عن أبيه۔ [5] حلية الاولياء: ٧/ ٩٠ عن جابر، علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے منکر قرار دیا ہے؛ السلسلة الضعيفة: ٧/ ١٨٩، ح: ٣٢٠٦۔

Marfat.com

آپ کا ارشاد ہے: ''وہ شخص مجھ پر ایمان نہیں لایا جو آسودہ ہو کر رات گزارے اور اس کا پڑوسی بھوکا ہو اور اسے اس کا علم بھی ہو۔'' [1]

اسلام نے فقرا اور محتاجی کے علاج کے لیے زکوٰۃ، صدقات اور بیت المال کا نظام قائم کیا ہے اور زکوٰۃ کو صاحب استطاعت پر فرض قرار دیا ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سو درہم کے بمقدار ہر نوزائیدہ بچے کے لیے وظیفہ مقرر کیا تھا اور جوں جوں بچہ بڑھتا جاتا اس رقم میں اضافہ ہوتا جاتا، یہ دستور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دیگر خلفاء کے ادوار میں بھی جاری رہا۔ [2]

خلا کو پُر کیجئے

بچے کھیل کود کے رسیا، قدرتی مناظر کے شائق اور تفریح کے شیدا ہوتے ہیں۔ اچھل کود اور دوڑ بھاگ ان کی فطرت ہے، کوئی خوش رنگ چیز دیکھی اس پر لٹو ہو گئے، ہر وقت کھیلتے رہنا ان کا سب سے بڑا فریضہ ہے۔ بچوں کی عمر کے لحاظ سے ان کے شب و روز کا ایک پروگرام بنایئے اور اس کے مطابق انہیں مصروف رکھئے تاکہ ان کی یہ فطرت آہستہ آہستہ اچھے اخلاق و آداب کی طرف مائل ہو جائے۔

☆ صبح نیند سے بیدار ہونے پر انہیں مسنون دعا پڑھنا سکھلایئے۔

☆ بلا ناغہ مسواک کرنے کا حکم دیجئے۔

☆ بیت الخلا میں داخل ہونے اور پیشاب پاخانہ کے آداب سکھلایئے، بیت الخلا میں داخل ہوتے وقت بایاں پیر اور نکلتے وقت دایاں پیر نکالے داخل ہوتے وقت کی دعا اور نکلنے کے وقت کی دعا یاد کرایئے، میدان میں بوقت قضائے حاجت قبلہ کی طرف پیٹھ یا چہرہ نہ کرے، لوگوں سے چھپ کر بیٹھے، راستہ اور سایہ دار درخت جہاں لوگ بیٹھتے ہوں نہ بیٹھے،

---

[1] المعجم الکبیر للطبرانی: ۱/ ۲۵۹، حدیث: ۷۵۱، عن انس رضی اللہ عنہ یہ روایت ضعیف ہے، تاہم دوسرے شواہد موجود ہیں بنا بریں محدث البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے؛ السلسلة الصحیحة: ۱/ ٦۹، حدیث: ۱٤۹۔ [2] کتاب الاموال لا بن زنجویه، ص: ۲۳٦، حدیث: ٦٤٦، عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ۔

Marfat.com

اس وقت نہ سلام کرے اور نہ جواب دے، جسم اور کپڑے کو نجاست سے بچائے، دائیں ہاتھ سے آبدست نہ لے اور نہ استنجاء کرے۔

☆ کھیل کود کے لیے پارک، فیلڈ اور صالح ورزشی انجمنیں بنائیے۔

☆ صاف ستھرا رہنے کا پابند کیجئے، اگر نماز کی عمر میں ہے تو وضو کا طریقہ سکھائیے، پابندی سے غسل پر راغب کیجئے۔

☆ دوڑ کود وغیرہ کا مقابلہ کرائیے۔

☆ پانچوں نمازیں جماعت سے پڑھنے کا پابند کیجئے، نماز کے جملہ ارکان اطمینان اور سکون سے ادا کرنا سکھائیے اور نماز کی تمام دعائیں یاد کرائیے۔

☆ اگر قرآن پڑھنا جانتا ہے تو بلا ناغہ کم از کم بعد نماز فجر تلاوت قرآن کی ترغیب دیجئے اور تلاوت کے فوائد اور برکات سے آگاہ کیجئے۔

☆ بچوں کے جرائد و مجلّات مہیا کیجئے اور ان کے مطالعہ پر اکسائیے۔

☆ کھانے پینے کے آداب پر لازمی پابندی کرائیے۔

☆ گھر سے مدرسہ یا کہیں اور جانے کے لیے گھر سے نکلنے اور راستے کے آداب بتائیے اور اس موقع کی دعائیں یاد کرائیے۔

☆ مدرسے کی تعلیم سے متعلق امور مثلاً لکھنا، سبق یاد کرنا، آموختہ دہرانا، حساب لگانا وغیرہ کو انجام دینے کا موقع دیجئے۔

☆ رسول اللہ ﷺ عشاء سے پہلے سونا اور اس کے بعد بات چیت کرنا ناپسند فرماتے تھے البتہ آپ اپنے اہل کے ساتھ قصہ گوئی یا مسلمانوں کے معاملات کے لیے گفتگو فرماتے تھے۔ آپ فرماتے ہیں: ''میری امت کے لیے صبح جلد بیدار ہونے میں برکت رکھی گئی ہے۔'' اس لیے بچوں کو جلد سونے اور جلد اٹھنے کی ترغیب دیجئے، انہیں سونے کے وقت کی دعا سکھلائیے۔

☆ گھر کے ماحول میں مسرت کی فضا قائم رکھیے، بچوں کو اپنے اہل کے حقوق کی ادائیگی نیز اجتماعی اخلاق و آداب بتائیے۔

Marfat.com

تقویٰ

بچے کی سرشت میں اللہ کا خوف داخل ہے، رسول اللہ ﷺ نے پیدائش کے ساتھ ہی اس کے کانوں میں اذان کہنے کی تعلیم دے کر ہمیں اس خوف کو تا حیات باقی رکھنے کی تلقین کی ہے، آپ نے سب سے پہلے بچے کو کلمۂ لا الہ الا اللہ سکھلانے کی تعلیم بھی اسی غرض سے دی ہے، اسی فطری خوف کو شریعت اسلام کی تعلیمات کی روشنی میں قائم رکھنے سے تقویٰ کی صفت پیدا ہوتی ہے جو انسان کو ان تمام کاموں سے روکتی ہے جسے اللہ ناپسند کرتا ہے اور ان تمام کاموں کے کرنے پر ابھارتی ہے جسے اللہ پسند کرتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَ لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ○ ﴾ 1

''مسلمانو! اللہ ہی سے ڈرتے رہو جتنا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور مرتے دم تک اسلام پر قائم رہو۔''

عبداللہ بن دینار اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مکے کی طرف جارہے تھے، راہ میں ایک چرواہا ملا، حضرت ابن عمر نے کہا: اس میں سے ایک بکری میرے ہاتھ بیچ دو، اس نے کہا میں تو غلام ہوں، حضرت ابن عمر نے ازراہ آزمائش کہا: مالک سے کہہ دینا کہ بھیڑئے نے کھا لیا، چرواہے نے کہا: لیکن اللہ دیکھ رہا ہے، اس فقرے سے حضرت ابن عمر کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں، چنانچہ غلام کو مالک سے خرید کر آزاد کر دیا اور کہا: تمہارے اس کلام نے تمہیں اس دنیا میں آزاد کیا اور مجھے امید ہے کہ آخرت میں بھی آزاد کرے گا۔ 2

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک شب مدینہ میں گشت کے لیے نکلے، آخر شب میں ایک گھر سے آواز آرہی تھی: بیٹی اٹھو اور دودھ میں پانی ملا دو۔ لڑکی نے کہا: والدہ امیر المومنین کا حکم ہے کہ دودھ میں پانی نہ ملایا جائے۔ ماں نے کہا: یہاں امیر المومنین ہمیں کہاں دیکھ رہے ہیں؟ لڑکی نے کہا: امیر المومنین نہیں لیکن ان کا رب تو دیکھ رہا ہے۔ 3

---

1 ۳/آل عمران:۱۰۲ 2 سیر اعلام النبلاء: ۳/ ۲۱۶ 3 شذرات الذہب: ۱/ ۱۱۹۔

Marfat.com

رحم

یہ ایک پاکیزہ جذبہ ہے جو دل کی نرمی اور ضمیر کے احساس کی پیداوار ہے، یہ جذبہ ایک مومن کو دوسرے کے کام آنے، کسی کو تکلیف نہ پہنچانے اور جرم سے دور رہنے پر ابھارتا ہے، یہ ہر فرد کے لیے نیکی اور امن وسلامتی کا سرچشمہ ہے، رحم کرنا اللہ کی عظیم صفت ہے، ارشاد ہے:

﴿ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۝ ﴾ 1

''بے شبہ وہ بہت بخشنے والا اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ۝ ﴾ 2

''ہم نے تم کو سارے جہانوں کے لیے سراپا رحمت بنا کر بھیجا ہے۔''

ایک شخص نے ایک آدمی کے حق میں آپ سے دعا کی درخواست کی۔ آپ نے خفا ہو کر فرمایا کہ میں دنیا میں لعنت کرنے کے لیے نہیں بلکہ سراپا رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ 3

آپ کا حکم ہے: ''اہل زمین پر رحم کرو تم پر آسمان والا رحم کرے گا۔'' 4

آپ فرماتے ہیں: '' آپس میں بغض وحسد نہ کرو، ایک دوسرے سے منہ نہ پھیرو بلکہ اے اللہ کے بندو! آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ۔'' 5

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ دور جاہلیت میں سنگدلی میں معروف تھے لیکن اسلام لانے کے بعد ان کے دل میں رحمت کا بے کنار سمندر موجزن ہو گیا، عراق کے ایک غیر ہموار راستے میں ان کا خچر ٹھوکر کھا کر گر پڑا تو ان کے دل میں احساس ہوا کہ اس کے متعلق بھی آخرت میں

---

1 ٣٩/الزمر: ٥٣۔ 2 ٢١/الانبياء: ١٠٧۔ 3 صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب النهى عن لعن الدواب وغيرها، حديث: ٢٥٩٩، عن ابي هريرة رضي الله عنه 4 سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب فى الرحمة، حديث: ٤٩٤١؛ سنن الترمذي: ١٩٢٤، عن عبدالله بن عمرو رضي الله عنهما۔ 5 صحيح البخارى، كتاب الأدب، باب ما ينهى عن التحاسد والتدابر، حديث: ٦٠٦٥، ٦٠٧٦؛ صحيح مسلم: ٢٥٥٩ عن انس رضي الله عنه۔

Marfat.com

سوال ہوگا اس لیے کہ وہ راستہ درست ہوتا تو ایسا نہ ہوتا۔

ایک غزوہ میں چند بچے لپیٹ میں آ کر مارے گئے، آپ ﷺ بہت رنجیدہ ہوئے ایک آدمی نے کہا: اللہ کے رسول وہ مشرکین کے بچے تھے، آپ نے فرمایا: ''وہ بچے تم سے بہتر تھے، خبردار بچوں کو قتل نہ کرو ہر بچہ اللہ کی فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔'' [1]

حضرت ابوبکر نے لشکر اسامہ کو روانہ کرتے وقت مسلمانوں کو نصیحت کی۔

کسی عورت، بوڑھے اور بچے کو مت قتل کرنا، کھجور یا کوئی پھل دار درخت مت کاٹنا تمہیں گرجا گھروں میں خلوت نشین لوگ ملیں گے، تم ان سے اور ان کی کسی چیز سے کوئی تعرض نہ کرنا۔ [2]

---

[1] مسند احمد: ۳/ ۴۳۵؛ السنن الکبری للبیهقي: ۹/ ۷۷؛ المعجم الکبیر للطبرانی: ۱/ ۲۸۳، حدیث: ۸۲۶ عن الاسود بن سریع۔

[2] مصنف ابن ابي شیبة: ۱۷/ ۵۷۵، حدیث: ۳۳۷۹۴ عن مجاهد۔

Marfat.com

اخوت

اجتماعی تربیت میں جذبۂ اخوت کی نفسیاتی صفت کو بڑا دخل ہے اور بچوں کو معاشرے میں درجہ محبوبیت تک پہنچانے میں اس صفت کا کردار بڑا اہم ہے۔

یہ ایک روحانی رابطہ ہے جو اسلامی عقائد اور تعلیمات پر ایمان لانے والوں کو محبت و احترام کے ساتھ ایک دوسرے سے جوڑتا ہے اور آپس میں تعاون و ایثار پر ابھارتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ﴾ [1] ”بے شبہ مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں۔“

نیز فرمایا:

﴿وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُم بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا﴾ [2]

”اور اپنے اوپر اللہ کا احسان یاد کرو جب تم آپس میں دشمن تھے، پھر اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈالی پس تم اس کے فضل سے بھائی بھائی ہو گئے۔“

آپ نے فرمایا: ”مومنوں کی باہمی محبت واحترام کی مثال اس بدن کی سی ہے جس کے کسی ایک عضو کو تکلیف پہنچے تو پورے بدن کی نیند اچاٹ ہو جائے۔“ [3]

آپ نے فرمایا: ”ہر مومن کی جان، مال اور آبرو دوسرے مومن پر حرام ہے، تقویٰ یہاں ہے“، تین بار آپ نے سینے کی طرف اشارہ کیا۔ [4]

آپ نے فرمایا: ”تم میں سے کوئی صاحب ایمان نہیں ہو سکتا جب تک اپنے مومن بھائی کے لیے وہی کچھ نہ پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔“ [5]

---

[1] ٤٩/الحجرات: ١٠۔ [2] ٣/آل عمران: ١٠٣۔ [3] صحيح البخارى، كتاب الأدب، باب رحمة الناس والبهائم، حديث: ١١٠٦؛ صحيح مسلم: ٢٥٨٦ عن النعمان بن بشير رضی اللہ عنہ۔ [4] صحيح مسلم، كتاب البر والصلة والآداب، باب تحريم الظلم المسلم......ح: ٢٥٦٣؛ مسند احمد: ٢/ ٢٧٧ عن ابى هريرة رضی اللہ عنہ۔

[5] صحيح البخارى، كتاب الإيمان، باب من الإيمان أن يحب الأخيه ما يحب لنفسه، حديث: ١٣؛ صحيح مسلم: ٤٥ عن انس رضی اللہ عنہ۔

Marfat.com

ایثار

یہ ایک پاکیزہ جذبہ اور سرچشمۂ خیر ہے، اس جذبے کے اثر سے انسان اپنی بھلائیاں اور فوائد اپنے بجائے دوسرے کو بخش دیتا ہے۔ ساری دنیا کی تمام اقوام میں مہاجرین صحابہ کے لیے انصار مدینہ کا ایثار بے مثال اور بے نظیر ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کی اس ممتاز ترین صفت کا تذکرہ اپنی کتاب پاک میں فرمایا ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْإِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ [1]

''اور جنہوں نے (ان مہاجرین کے) پہنچنے سے پہلے (مدینے میں) دارالایمان بنایا۔ جولوگ ان کی طرف ہجرت کر کے آتے ہیں وہ لوگ ان سے دلی محبت کرتے ہیں اور جو کچھ اللہ کی طرف سے مال واسباب ملا ہے (مہاجرین کی ضروریات کے مقابلہ میں) اپنے دلوں میں اس مال کی حاجت نہیں پاتے، اوران کی ضروریات کو اپنی ضروریات پر ترجیح دیتے ہیں اگرچہ ان کو سخت حاجت ہو، جولوگ اپنے نفس کے بخل سے بچ جائیں وہی کامیاب ہوں گے۔''

رسول اللہ ﷺ کو فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا سے بڑی محبت تھی، وہ آتیں تو آپ پیشانی پر بوسہ دیتے اور اپنی جگہ پر بٹھاتے تھے، فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تنگدستی کا عالم یہ تھا کہ اپنے ہاتھ سے چکی پیستیں، خود ہی پانی کی مشک بھر لاتیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ سے ایک کنیز کے لیے درخواست کی تو فرمایا: ''ابھی اصحاب صفہ کا کوئی بندوبست نہیں ہوا۔'' [2]

---

[1] ٥٩/الحشر: ٩۔

[2] سنن أبي داود، كتاب الخرج، باب فى بيان مواضع قسم الخمس و سهم ذى القربىٰ، حديث: ٢٩٨٨، عن علي رضی اللہ عنہ۔ محدث البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے؛ السلسلة الضعيفة: ٤/ ٢٧١۔حديث: ١٧٨٧، تاہم اس کا مفہوم صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ نیز دیکھیے صحيح البخاري: ٣١١٣ ؛ صحيح مسلم: ٢٧٢٧۔

Marfat.com

آپ کے گھر ایک مہمان آیا، شام کے کھانے کے لیے آپ کے یہاں صرف بکری کا دودھ تھا، آپ نے مہمان کو پیش کر دیا اور رات فاقے سے گزاری، جب کہ اس سے پہلے کی رات بھی فاقے ہی سے گزری تھی۔ [1]

جنگ یرموک میں ایک مسلمان کچھ پانی لیے ہوئے اپنے چچازاد بھائی کی تلاش میں تھا، جب وہ زندگی کے آخری مرحلے میں اسے ملا، کہا: پانی پلاؤں؟ اس نے سر سے ہاں میں اشارہ کیا، اتنے میں قریب سے ایک دوسرے شخص کے کراہنے کی آواز آئی، اس کے بھائی نے اشارہ کیا: پانی وہاں لے جاؤ، وہ ہشام بن عاص تھے اس نے جا کر کہا: پلاؤں؟ انہوں نے ہاں میں اشارہ کیا۔ اتنے میں ایک اور شخص کے کراہنے کی آواز آتی ہے، ہشام نے اشارہ کیا کہ وہاں لے جاؤ، لیکن اس کے وہاں پہنچنے سے پہلے وہ انتقال کر گئے، پھر وہ ہشام کی طرف پلٹا تو دیکھا وہ بھی انتقال کر گئے، پھر وہ اپنے بھائی کی طرف لوٹا تو دیکھا وہ بھی انتقال کر گئے، یہ ایثار تھا جس کے سبب سے کسی نے پانی نہیں پیا اور اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ [2]

---

[1] مسند احمد: ٦/ ٣٩٧، عن ابی بصرة الغفاری رضی اللہ عنہ۔

[2] تفسیر القرطبی: ١٨/ ٢٨۔

Marfat.com

عفوو در گزر

طاقت اور قدرت ہوتے ہوئے کسی حد سے گزرنے والے یا ظالم سے بدلہ یا اپنا حق نہ لینا اور اسے اللہ کے لیے معاف کر دینا عفو ہے، اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿ وَ اَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی ؕ وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَیْنَکُمْ ﴾ [1]

''اور معاف کرنا پرہیز گاری کے لیے زیادہ مناسب ہے اور باہمی احسان کرنا نہ بھولو۔''

اور فرمایا:

﴿ وَ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ هَوْنًا وَّ اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ۝ ﴾ [2]

''اور رحمٰن کے نیک بندے وہ لوگ ہیں جو زمین میں فروتنی سے چلتے ہیں اور جاہل لوگ جب ان کا سامنا کرتے ہیں تو وہ (مقابلہ کرنے کے بجائے) سلام کہتے ہیں۔''

نیز فرمایا:

﴿ وَ لَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَ لَا السَّیِّئَةُ ؕ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَ بَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ ۝ ﴾ [3]

''نیکی اور بدی برابر نہیں، اس کو بہت ہی اچھے طریقے سے دور کیا کرو پھر (دیکھنا) تمہارا دشمن بھی تمہارا گویا مخلص دوست ہو جائے گا۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ذاتی معاملے میں کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا، ہاں کسی نے حدود اللہ کی خلاف ورزی کی ہو تو اور بات ہے۔ [4]

---

[1] ٢/البقرة: ٢٣٧۔ [2] ٢٥/الفرقان: ٦٣۔

[3] ٤١/ حٰمٓ السجدة: ٣٤۔

[4] صحیح البخاری، کتاب الحدود، باب إقامة الحدود والانتقام لحرمات اللّٰه، حدیث: ٦٧٨٦، ٣٥٦٠، ٦١٢٦، عن عائشه رضی اللہ عنہا۔

Marfat.com

لبید بن اعصم یہودی نے آپ پر جادو کیا تھا، لیکن آپ نے اس سے کوئی تعرض نہیں فرمایا۔ 1

حضرت انس رضی اللہ عنہ بچے تھے، کہتے ہیں: ایک بار آپ نے مجھے ایک کام کے لیے بھیجنا چاہا، میں نے نہیں میں جواب دیا، آپ خاموش رہے، پھر میں باہر چلا گیا، اتنے میں آپ آئے اور پیچھے سے میری گردن پکڑی اور فرمایا: ''انیس اب جاؤ گے کہ نہیں؟'' میں نے کہا: اللہ کے رسول جاتا ہوں۔ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے سات برس آپ کی خدمت کی لیکن اس طویل مدت میں آپ نے مجھے نہ کبھی ڈانٹا اور نہ ہی مارا۔ 2

مسطح رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے قریبی رشتہ دار تھے، غریب آدمی تھے اس لیے حضرت ابوبکر ان کی معاشی کفالت بھی کرتے تھے، منافقین کی طرف سے جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی گئی تو اسلام، قرابت اور کفالت کے حقوق کو فراموش کرتے ہوئے مسطح بھی ان میں شامل ہو گئے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس قرابت کو ترک کرنے اور صلہ رحمی کو منقطع کر لینے کا عہد کر لیا، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: 3

﴿وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنكُمْ وَالسَّعَةِ أَن يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا ۗ أَلَا تُحِبُّونَ أَن يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ 4

''اور تم میں بزرگ منش اور فراخی والے قسم نہ کھائیں کہ قرابت والوں، مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو نہ دیں گے (اس لیے کہ انہوں نے ان کو صدمہ پہنچایا) اور (ان کا قصور) معاف کریں اور درگزر کریں، کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمہیں بخش دے؟ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔''

---

1 صحيح البخاري، كتاب الطب، باب هل يستخرج السحر، حديث: ٥٧٦٥، عن عائشه رضي الله عنها۔ 2 سنن ابي داود، كتاب الأدب، باب فى الحلم و اخلاق النبي صلى الله عليه وسلم، حديث: ٤٧٧٣، عن انس رضي الله عنه۔ 3 صحيح كتاب المغازى، باب حديث الإفك، حديث: ٤١٤١؛ صحيح مسلم: ٢٧٧٠، عن عائشه رضي الله عنها۔

4 ٢٤/النور: ٢٢۔

Marfat.com

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مسطح کو معاف کر دیا اور اپنی کفالت جاری رکھی، فرمایا کہ مجھے یہ محبوب ہے کہ اللہ مجھے بخش دے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص طاقت رکھتے ہوئے غصہ ضبط کر لے اللہ تعالیٰ قیامت میں تمام مخلوق کے سامنے اسے طلب فرمائے گا اور اسے اختیار دے گا جو حور عین اسے پسند ہو لے لے۔ [1]

آپ فرماتے ہیں: ''میں تمہیں وہ باتیں بتاتا ہوں جن سے تمہیں عظمت و بلندی ملے: جو تمہارے ساتھ جہالت کرے اس سے بردباری برتو، جو تم پر ظلم کرے اس کو معاف کر دو، جو تمہیں محروم کر دے اسے دو اور جو تم سے قطع تعلق کرے اس سے تعلقات جوڑو۔'' [2]

---

[1] سنن ابي داود، كتاب الأدب، باب من كظم غيظا، حديث: ٤٧٧٧، عن سهل بن معاذ بن انس الجهني عن ابيه؛ سنن الترمذي: ٢٠٢١، ٢٤٩٣۔

[2] دیکھئے: صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب ليس الواصل بالمكافي، حديث: ٥٩٩١، عن عبدالله بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ۔

Marfat.com

جرأت و بے خوفی

یہ ایک نفسیاتی طاقت ہے جو پیدائش کے ساتھ اللہ نے بچے کو دی ہے، یہ طاقت جب بگاڑ اختیار کرتی ہے تو آدمی باغی، غنڈہ اور ڈاکو بن جاتا ہے اور دنیا والوں کے امن و راحت کے لیے ایک عذاب ہو جاتا ہے۔ لیکن آدمی ایک اللہ پر ایمان اور اسلام کی صداقت پر یقین رکھتا ہو، اسلام کا تربیت یافتہ ہو تو مجاہد اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا علم بردار بنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ الَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَ يَخْشَوْنَهٗ وَ لَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ۝ ﴾ [1]

''جو لوگ اللہ کے احکام پہنچاتے اور اسی سے ڈرتے تھے اور اللہ کے سوا کسی اور سے نہ ڈرتے تھے اور اللہ ہی حساب کرنے کو کافی ہے۔''

رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: ''افضل جہاد ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہنا ہے۔'' [2]

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ''قوی مومن اللہ کے نزدیک ضعیف مومن سے بہتر ہے۔'' [3]

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ''ہم اپنے بچوں کو رسول اللہ ﷺ کے حالات غزوات اسی طرح سکھاتے تھے جیسے قرآن کی سورتیں۔''

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرا بھائی عمیر لشکر بدر میں شمولیت سے پہلے چھپا چھپا پھر رہا تھا، میں نے کہا: کیا بات ہے بھیا؟ کہا مجھے ڈر ہے کہ اگر رسول اللہ ﷺ مجھے دیکھ

---

[1] ۳۳/الاحزاب: ۳۹۔ [2] سنن ابي داود، كتاب الملاحم، باب الأمر والنهي، حديث: ٤٣٤٤؛ مسند احمد: ٣/ ١٩ عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ۔

[3] صحيح مسلم، كتاب القدر، باب الإيمان بالقدر والإذعان له حديث: ٢٦٦٤؛ سنن ابن ماجه: ٧٩، ٤١٦٨؛ مسند احمد: ٢/ ٣٦٦، ٣٧٠، عن ابی هریرہ رضی اللہ عنہ۔

Marfat.com

لیں گےتو واپس کردیں گے اور میری دلی خواہش ہے کہ جنگ میں شریک ہوں شاید اللہ شہادت عطا کردے، چنانچہ اسے آپ کے سامنے پیش کیا گیا، آپ نے چھوٹے ہونے کے سبب سے لوٹا دیا لیکن وہ رونے لگا، آخرکار آپ نے اجازت دے دی۔ [1] بالآخر اسے شہادت نصیب ہوئی۔

---

[1] الطبقات الکبری لا بن سعد: ۳/ ۱۴۹۔عن عامر بن سعد عن ابیہ۔

Marfat.com

فصل دوم

مدرسے کا دور

چھ سال سے
چودہ سال تک

Marfat.com

ایک مشورہ

پیدائش سے لے کر موت تک انسان کا تعلق تعلیم و تجربات سے قائم رہتا ہے، پیدائش کے بعد سے بچہ چلنا پھرنا، بولنا چالنا، پہننا اوڑھنا، کھانا پینا، ملنا جلنا، محبت ونفرت، بھلائی اور برائی اور بے حدود وشمار طور طریقے اور باتیں اپنے والدین، بھائی بہن، اور تمام اعزہ واقرباء، پاس پڑوس اور اپنے معاشرے اور ماحول سے دیکھتا ہے، دانش مند مربی بچے کو ان تمام باتوں میں اسلامی اصول تربیت کا خوگر بناتا ہے، تاکہ بچہ جو کچھ بھی سیکھے وہ اس کی دنیا اور آخرت کی کامیابی کے لیے معاون ہو۔

اب تک تربیت کے جو اصول ہم نے بتائے ہیں ان کا تعلق مدرسہ سے پہلے کے مرحلے سے ہے، یعنی صرف گھر سے اور وہ بھی خاص طور سے والدین اور بچے کے اہم ترین اقرباء سے، اس مرحلے میں سن طفولیت کے لحاظ سے بچے کی جسمانی تربیت اور ابتدائی ایمانی اور نفسیاتی تربیتی مسائل بیان کیے گئے ہیں۔

بچہ جب پانچ چھ سال کا ہو جائے تو اسے نرسری سکول ومکتب میں شفیق ولائق استاذ کے حوالے کر دیا جائے، یہ بات رسماً نہیں بلکہ بچے کی ذہنی، جسمانی، نفسیاتی اور اخلاقی حالات کے تقاضے کے عین مطابق ہے، اب بچے کے مربیوں میں استاذ کا اضافہ ہو گیا جو اسے تعلیم بھی دے گا اور تربیت بھی، بچے کی شخصیت کے تمام پہلوؤں کو ہم آہنگی اور تدریج کے ساتھ باضابطہ طور پر پروان چڑھائے گا۔

لیکن اب بھی بچے کے والدین یا اس کا گھر بچے کے اہم مربی ہیں اور آگے بھی رہیں گے، بچے اور استاد کا ساتھ صرف چند گھنٹوں کے لیے رہتا ہے، جو اہم ہونے کے باوجود بہت مختصر وقت ہے، جب کہ بیشتر وقت وہ اپنے گھر اور والدین کے ساتھ گزارتا ہے، اس لیے تربیت کا فریضہ والدین اور استاد دونوں کے اشتراک ہی سے پورا ہو سکتا ہے، بچے کے والدین اور اس کے استاد کا بچے کی تربیت سے پر خلوص تعلق ضروری ہے۔

Marfat.com

البتہ اقامتی مدارس اور جامعات میں تربیت کی ذمہ داری خصوصیت سے نگران استاد کی ہوتی ہے، جو صحت وصفائی، اخلاق و عادات، آداب واطوار، فکر وفہم، اجتماعی آداب وغیرہ گوناگوں مسائل کو اسلامی تربیت کی روشنی میں دل سوزی، دلجمی اور خلوص کے ساتھ حل کرتا ہے اور بچوں کو ان کا خوگر کرتا ہے۔

اس لیے مدرسے کے مرحلے میں تربیتی امور کا تعلق والدین اور استاد دونوں ہی سے ہو گا، والدین کا یہ خیال درست نہ ہوگا کہ استاد کے حوالے کرنے کے بعد اب ہماری کوئی ذمہ داری نہیں رہی، البتہ جن امور کا تعلق کسی ایک کے ساتھ ہوگا اس کی توضیح کی جائے گی۔

((اَلَا كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَّعِيَّتِهِ)) [1]

''سنو تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے ہر ایک سے اس کی رعیت سے متعلق سوال ہوگا۔''

((مَنْ دَلَّ عَلَى خَيْرٍ فَلَهُ مِثْلُ اَجْرِ فَاعِلِهِ)) [2]

''جو کسی بھلائی کی طرف رہنمائی کرے گا اسے کرنے والے کا ثواب ملے گا۔''

---

[1] صحيح البخاری، كتاب الجمعة، باب الجمعة فی القریٰ والمدن، حديث: ۸۹۳، ۲٤۰۹، ۲۵۵٤؛ صحیح مسلم: ۱۸۲۹، عن ابن عمر رضی اللہ عنہ۔

[2] صحیح مسلم، كتاب الأمارة، باب فضل إعانة الغازی......حديث: ۱۸۹۳؛ سنن ابي داود: ۵۱۲۹؛ سنن الترمذی: ۲٦۷۱ عن ابی مسعود الانصاری۔

Marfat.com

تعلیم اور تربیت

انسان کی عمر کا چوتھائی حصہ لڑکپن کا ہے، اللہ نے یہ لمبا وقفہ اسی لیے رکھا ہے کہ ہم اپنے بچوں کی تربیت اتنی ہمہ گیری سے کرلیں کہ وہ معرکۂ حیات میں قدم رکھنے کے بعد کامیاب و کامران اور آخرت میں اللہ کے انعامات کے مستحق ہوسکیں۔

ہم اپنے بچوں کو استاد کے حوالے اسی عظیم مقصد کی تیاری کے لیے کرتے ہیں، گویا تعلیم کا دوسرا نام علمی یا اصولی تربیت ہے۔

رسول اللہ ﷺ جب مدینہ ہجرت کر کے تشریف لائے تو مسجد نبوی کو مدرسہ بنایا جہاں بڑوں، بچوں، مردوں اور عورتوں سب کو تعلیم دیتے تھے آپ نے انہیں مکمل قرآن سکھایا، اپنی حدیث وحکمت سے اس کی تشریح فرمائی، اولین مسلمانوں کو وہ سب کچھ بتایا جسے چودہ سو سال سے امت مسلمہ قرآن واحادیث کی شکل میں پڑھتی پڑھاتی ہے، قرآن میں جو تعلیم اللہ نے دی ہے اس پر آپ ﷺ خود ایمان لاتے: ﴿اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ﴾ [1] ''رسول ان باتوں پر خود ایمان لایا جو اس پر نازل کی گئیں۔'' اور انہیں کے مطابق خود اپنی تربیت کی، کَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآن آپ کا اخلاق قرآن تھا۔

آپ ﷺ مسلمانوں کو ایمانی، اخلاقی، عقلی، نفسیاتی، جسمانی، خاندانی، اجتماعی غرض ہر طرح کی تعلیم دیتے تھے، اور ساتھ ہی ان کی تربیتی مشق کراتے تھے، تاکہ جو کچھ سیکھا ہے وہی زندگی کا راستہ بن جائے، بہادرانہ کھیل اور جنگی مشق کبھی مسجد نبوی کے صحن میں بھی ہوا کرتی تھی اور آپ خود اس کا مشاہدہ فرماتے تھے۔ [2]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد کے پہلو میں بچوں کے لیے ایک مکتب کھولا جس میں جمعہ کا دن چھٹی کا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تجویز رکھی کہ جمعرات کے آدھے دن سے رخصت کی جائے

---

[1] ۲/البقرۃ:۲۸۵۔

[2] صحیح البخاری، کتاب الصلاۃ، باب أصحاب الحرب فی المسجد، حدیث: ۴۵۴، ۴۵۵، ۹۵۰، عن عائشۃ رضی اللہ عنہا۔

Marfat.com

تا کہ جمعہ کے لیے تیاری میں زیادہ سہولت ہو۔ 1

تعلیم وتربیت کو باہم مربوط رکھنے کا طریقہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح بیان فرمایا ہے:

﴿هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ﴾ 2

''اسی نے ان ناخواندہ لوگوں میں سے رسول بھیجا ہے جو اس کے احکام پڑھ کر ان کو سناتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے اور ان کو کتاب اور علم وحکمت سکھاتا ہے ورنہ اس سے پہلے تو یہ لوگ کھلی گمراہی میں تھے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ)) 3

''میری بعثت اس لیے ہوئی ہے تا کہ بہترین اخلاق کو پورا کر دکھاؤں۔''

ایک حدیث میں آپ نے فرمایا:

((بُعِثْتُ مُعَلِّمًا)) 4 ''میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔''

آپ فرماتے ہیں: ''لوگ اپنے پڑوسیوں کو علم سکھائیں، نصیحت کریں، بھلی باتوں کا حکم دیں اور بری باتوں سے روکیں اور اسی طرح لوگ اپنے پڑوسیوں سے علم سیکھیں ان کی نصیحت سنیں اور سمجھیں، ورنہ دنیا میں انہیں سزا دینے میں ہم جلدی کریں گے۔'' 5

ایک حدیث میں آپ فرماتے ہیں: ''بھلی تعلیم دینے والے کے لیے ہر چیز استغفار کرتی ہے۔'' 6

---

1 عبدالحی الکتانی، التربیة الاداریة۔ 2 ٦٢/الجمعة: ٢۔

3 الأدب المفرد: ٢٧٣، السنن الكبرىٰ للبيهقي: ١٠/ ١٩٢ عن ابی هريرة رضی اللہ عنہ؛ السلسلة الصحيحة: ١/ ٧٥، حديث: ٤٥۔ 4 سنن ابن ماجه، المقدمة، باب فضل العلماء والحث على طلب العلم، حديث: ٢٢٩؛ عن عبدالله بن عمرو رضی اللہ عنہ، نیز دیکھیے: السلسة الصحيحة: ٧/ ١٥٧٤، حديث: ٣٥٩٣۔ 5 مجمع الزوائد: ١٦٤/١، ح: ٧٤٨۔ 6 سنن ابي داود، كتاب العلم، باب الحث على طلب العلم، حديث: ٣٦٤١، عن كثير بن قيس؛ سنن الترمذي: ٢٦٨٢۔

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ''اپنی اولاد کو تعلیم وتربیت تین باتوں پر دو: اپنے نبی کی محبت، آل بیت کی محبت اور قرآن کریم کی تلاوت جس دن عرش کے سائے کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا حاملین قرآن عرش الٰہی کے سائے میں ہوں گے۔'' [1]

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے والیوں کے پاس لکھا: اپنی اولاد کو تیر اندزی اور شہسواری سکھاؤ، اور امثال اور بہترین اشعار یاد کراؤ۔

عتبہ بن ابوسفیان نے اپنے لڑکے کے اتالیق عبدالصمد سے کہا کہ بچے کو قرآن سکھائیں اور پاکیزہ اشعار اور ادب پارے بتائیں۔

مفضل بن زید نے ایک بار ایک مسلمان دیہاتی عورت کے بچے کو بڑی دلکش شکل میں دیکھا تو عورت سے اس کا سبب معلوم کیا، عورت نے کہا: جب یہ پانچ سال کا ہوگیا تو میں نے اسے استاد کے حوالے کر دیا، وہاں اس نے قرآن حفظ کر کے تلاوت کرنا سیکھا، استاد نے اشعار سکھائے جنہیں یہ سنانے لگا، اسے آباء و اجداد کے قابل فخر کارناموں کی طلب اور خواہش ہوئی تو انہیں معلوم کیا۔ جب شباب کو پہنچا تو اونٹ اور گھوڑے کی سواری کی مشق کی، اس نے ہتھیار پہنے اور اپنے قبیلے کا محافظ اور چشم وچراغ بن گیا۔

امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں: جو شخص قرآن سیکھتا ہے وہ گراں قیمت ہوجاتا ہے، جو فقہ میں مہارت حاصل کرتا ہے وہ گراں قدر ہوجاتا ہے، جو حدیث لکھتا ہے اس کی دلیل پختہ ہو جاتی ہے، جو لغت میں مہارت کرتا ہے اس کی طبیعت میں رقت آجاتی ہے، جو حساب سیکھ لیتا ہے وہ صائب الرائے ہوجاتا ہے۔

امام غزالی کہتے ہیں: بچے کو پہلے قرآن، تاریخ وسیرت، حالات صالحین، پھر کچھ دینی احکام اور ایسے اشعار جو عشق اور اہل عشق کے ذکر سے پاک ہوں، سکھاؤ۔

ابن سینا کہتا ہے: بچے کی جسمانی او عقلی استعداد کے لحاظ سے پہلے قرآن کی تعلیم شروع کراؤ، ساتھ ہی پڑھنا اور لکھنا بھی سکھاؤ اور دین کے احکام اور اچھے اشعار وغیرہ ابن خلدون

---

[1] اتحاف الخیرۃ المھرۃ: ۸/ ۱۸۵، حدیث: ۷۷۵۳، محدث البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ السلسلۃ الضعیفۃ: ۵/ ۱۸۱، حدیث: ۲۱۶۲۔

Marfat.com

کہتے ہیں: تمام اسلامی ممالک میں حفظ قرآن نظام درس کی اساس ہے، یہ ایک دینی شعار ہے جو ایمان کی مضبوطی کا ذریعہ ہے۔

بچپن میں ذہن صاف وشفاف، قوت حفظ مضبوط اور بے پایاں نشاط ہوتا ہے اس وجہ سے تعلیم وتربیت کے لیے اس مرحلہ کی بڑی اہمیت ہے۔

رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: ((اَلْعِلْمُ فِي الصِّغَرِ كَالنَّقْشِ فِي الْحَجَرِ)) ''بچپن کا علم پتھر کے نقش ونگار کی طرح انمٹ ہوتا ہے۔'' [1]

آپ فرماتے ہیں: ''تم میں افضل لوگ وہ ہیں جو قرآن سیکھیں اور سکھائیں۔'' [2]

آپ کا ارشاد ہے: ''قرآن کے ذریعہ اللہ قوموں کو بلندی عطا کرتا ہے۔'' [3]

حدیث میں ہے: ''کچھ لوگ اللہ کے اہل ہیں صحابہ نے پوچھا: وہ کون لوگ ہیں؟'' فرمایا: ''حاملین قرآن۔''

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: لوگوں کے لیے تین چیزیں بہت ضروری ہیں، ایک امیر کا ہونا جو ان میں فیصلہ کرے اگر ایسا نہ ہو تو بعض بعض کو کھا جائے، دوسرے مصاحف کی بیع وشراء، ورنہ کتاب اللہ کی کمی ہو جائے گی۔ تیسرے معلم کا ہونا بہت ضروری ہے جو ان کی اولاد کو تعلیم وتربیت دے اور اس پر اجرت لے، اگر ایسا نہ ہوگا تو لوگ ناخواندہ ہو جائیں گے۔

---

[1] مجمع الزوائد: ١/ ١٢٥ عن ابی الدرداء۔ محدث البانی رحمہ اللہ نے اسے موضوع کہا ہے ٢٠/ ٨٥، حدیث: ٦١٨۔ [2] صحیح البخاری، کتاب فضائل القرآن، باب خیرکم من تعلم القرآن.....ح: ٥٠٢٧؛ سنن أبي داود: ١٤٥٢؛ سنن الترمذی: ٢٩٠٧، عن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ۔ [3] صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین و قصرھا، باب فضل من یقول بالقرآن...... ح: ٨١٧ عن عمر رضی اللہ عنہ۔

Marfat.com

اچھا استاد

بچوں کے عقل ودل پر استاد کی شخصیت کا زبردست اثر ہوتا ہے، استاد کے بول چال، حرکات وسکنات، اشارات وکنایات، شکل وصورت اور برتاؤ تمام چیزوں سے بچے غایت درجہ متاثر ہوتے ہیں، خصوصاً بچپن کا دور جب کہ وہ نرم ونازک شاخ کی طرح ہوتے ہیں ایک اچھا استاد انہیں جمال ظاہر وباطن میں سروقد بنا سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَ يُزَكِّيْكُمْ وَ يُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ يُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ۞ ﴾[1]

''جیسا کہ ہم نے تمہارے پاس رسول تمہاری جنس کا بھیجا ہے جو ہماری آیتیں تم پر پڑھتا ہے، تمہیں پاک کرتا ہے، تمہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے اور تمہیں وہ باتیں سکھاتا ہے جو تم نہ جانتے تھے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بحیثیت معلم لوگوں کو کتاب اور علم و دانش سکھلایا اور غلط طور طریقوں سے انہیں پاک وصاف کیا۔ بچوں سے متعلق یہی کام اچھے استاد کا بھی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود فرماتے ہیں: ''میں اس لیے بھیجا گیا ہوں تاکہ اخلاقی اچھائیوں کو مکمل کردوں۔''[2]

بچپن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: آپ بڑے ہنس مکھ، نرم خو اور مہربان تھے، آپ وہی بات کہتے جس سے اچھا نتیجہ نکلے، اگر کوئی بے ادبی سے بات کرتا تو برداشت فرماتے، آپ بڑے کشادہ دل، فیاض، غایت درجہ سچے اور خوش اخلاق تھے۔ پہلی نظر میں جو آپ کو دیکھتا مرعوب ہو جاتا لیکن آپ کو قریب سے دیکھنے کے بعد محبت کرنے لگتا۔

---

[1] ۲/البقرۃ: ۱۵۱۔

[2] مسند احمد: ۲/ ۳۸۱؛السنن الکبری للبیھقی: ۱۰/ ۱۹۲،عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ۔

Marfat.com

نیز ہند بنت ابی ہالہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ آپ نے اپنے ذاتی معاملے میں کسی سے کبھی انتقام نہیں لیا۔ آپ کی رفیقۂ حیات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: آپ ہر کام مداومت اور لگن سے انجام دیتے تھے۔[1]

آپ کی شخصیت اور گفتگو میں بڑی تاثیر تھی، آپ نے مکہ میں ایک دفعہ سورۂ نجم تلاوت کی جس سے کفار بھی سجدہ ریز ہو گئے۔[2]

آپ کی گفتگو نہایت شریں، صاف اور عام فہم ہوتی تھی۔[3]

آپ بچوں سے بے انتہا محبت کرتے تھے۔ آپ فرماتے ہیں: ''لوگوں کو سکھلاؤ، سختی مت کرو سکھلانے والا سختی کرنے والے سے بہتر ہے۔''[4]

ایک اچھے استاد میں ان تمام صفات کا پایا جانا اشد ضروری ہے، انہی صفات کی بدولت استاد کا اسوہ بچوں کے لیے لائق اتباع ہوگا اور انہی کے ذریعے وہ بچوں کو خود سے قریب کر کے انہیں بہتر سے بہتر تعلیم و تربیت دے سکے گا۔

---

[1] سنن النسائی، کتاب القبلۃ، باب المصلی یکون بینہ و بین الإمام سترۃ حدیث: ٧٦٢، عن عائشۃ رضی اللہ عنہا نیز دیکھیے، مسند احمد: ٦/ ٢٥٠، عن عائشہ رضی اللہ عنہا۔
[2] صحیح البخاری، کتاب سجود القرآن، باب ماجاء فی سجود القرآن و سنتھا، حدیث: ١٠٦٧، ١٠٧٠، عن عبداللہ رضی اللہ عنہ۔ [3] زاد المعاد: ١/ ٦٥، ١٨٢۔

Marfat.com

رسول کریم ﷺ کی تربیت کے چند نمونے

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے پورے دس سال تک رسول اللہ ﷺ کی خدمت کی ہے، اس کے متعلق خود کہتے ہیں کہ میں نے دس سال رسول اللہ ﷺ کی خدمت کی لیکن کبھی آپ نے مجھے اف تک نہیں کہا، میں نے کوئی کام کیا تو اس کے متعلق آپ نے کبھی یہ نہیں کہا کہ تم نے ایسا کیوں کیا، اور میں نے کوئی کام نہیں کیا تو آپ نے یہ نہیں کہا کہ تم نے کیوں نہیں کیا۔

انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ایک بار میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے، آپ نے ہم سب کو سلام کیا، اس کے بعد مجھے اپنی ایک ضرورت کے لیے بھیجا، جس سے میں اپنی والدہ کی خدمت میں تاخیر سے پہنچا، آنے کے بعد والدہ نے پوچھا کہ تاخیر کیوں ہوئی؟ میں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے ایک ضرورت سے بھیجا تھا، کہا: کیا ضرورت تھی؟ میں نے کہا: یہ ایک راز ہے، والدہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ کا راز ہرگز کسی پر افشا نہ کرنا، انس رضی اللہ عنہ اپنے شاگرد ثابت سے کہتے ہیں: بخدا اگر میں نے اسے کسی کو بتایا ہوتا تو تمہیں بھی بتاتا۔ [1]

اس حدیث سے امام المربین ﷺ کی اعلیٰ تربیت کے کئی پہلو نمایاں ہیں:

☆ مربی یا معلم کو بوقت ضرورت بچے یا تلمیذ کے پاس خود جانا چاہیے، اس میں کسر شان نہیں سمجھنا چاہیے، جدید اصول تربیت تو مربی اور بچے کے درمیان محبت اور صداقت پر زور دیتے ہیں، ضرورت پڑنے پر کسی غیر کو بھیج کر بچے کو ڈانٹنا پھٹکارنا یا مار پیٹ کرانا تربیت نبوی کے خلاف ہے، کھیلنا بچوں کا فطری حق ہے اس لیے کسی ضروری کام کی طرف انہیں متوجہ کرنے کے لیے لطف ومہربانی کا ہی برتاؤ کرنا چاہیے۔

☆ جدید اصول تربیت بچے کی شخصیت، اس کی ضرورت وصلاحیت کو مرکز بنا کر تعلیم کو

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب من فضائل انس بن مالک رضی اللہ عنہ، حدیث: ٢٤٨٢؛ مسند احمد: ٣/ ٢٣٥، عن انس رضی اللہ عنہ۔

Marfat.com

عملی بنانے پر زور دیتا ہے، مربی اول ﷺ نے چودہ سو سال پیشتر اسے ثابت کر دکھایا ہے، بچے کھیل کود میں مصروف ہیں، آپ ﷺ نے ان کو سلام کیا، بچے آپ کو دیکھ کر خوف سے بھاگے نہیں، آپ ﷺ ان کے کھیل کے میدان میں تشریف لے گئے اور انہیں سلام کیا تو بچوں نے دوست سمجھ کر محبت سے آپ کے سلام کا جواب دیا، یہ بچوں کی شخصیت اور صلاحیت کو نشوونما دینے کا عظیم تربیتی اصول ہے۔

☆ جدید اصول تربیت میں انفرادی صلاحیت کی نشوونما پر زور دیا جاتا ہے، رسول اللہ ﷺ نے سلام کر کے تمام بچوں کی شخصیات کا احترام کیا، لیکن انفرادی صلاحیت کی رعایت میں اپنی ضرورت اور راز کے لیے انس رضی اللہ عنہ کا انتخاب فرمایا۔

☆ جدید تربیت بچے کی شخصیت اور صلاحیت کے صحیح نشوونما اور عملی تعلیم کے لیے کسی خارجی دباؤ کے بغیر خود بچے کی ذات میں علم اور آداب وتربیت کا شوق پیدا کرنا چاہتی ہے، آپ نے بچوں کے درمیان جس وقت انس رضی اللہ عنہ کا انتخاب فرمایا تو ان کے اندر اپنی شخصیت پر اعتماد کا کتنا خوشگوار شعور پیدا ہوا، انس کو یہ معلوم تھا کہ تاخیر پر والدہ کی طرف سے باز پرس ہوگی لیکن مربی اول نے جس خوشگوار طریق پر اپنی ضرورت ان کے سامنے رکھی اس کی تکمیل کے لیے بغیر کسی خارجی دباؤ کے ان کے اندر اس ضرورت کی تکمیل کا بے پایاں شوق پیدا ہوا۔

☆ جدید تربیت بچوں کی نفسیات سے آگاہی اور ان کے حرکات وسکنات پر نظر رکھنے پر زور دیتی ہے، اسلامی تربیت میں گھر اور مدرسے کا یہی فریضہ ہے، انس رضی اللہ عنہ کی والدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے اس فرض کی ادائیگی کے لیے انس سے وجہ تاخیر پوچھی تھی۔

☆ چند لمحہ پیشتر بچوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے انس رضی اللہ عنہ نے ماں کو جب یہ جواب دیا کہ میں آپ ﷺ کی ایک ضرورت سے گیا تھا، تو گویا انہوں نے صحیح خطوط پر پروان چڑھتی ہوئی شخصیت کا ایک نمونہ دکھلایا، یعنی میں بیکار نہیں پھر رہا تھا بلکہ اپنے ذاتی شوق سے ایک فریضہ ادا کر رہا تھا۔

☆ ماں کو انس رضی اللہ عنہ کا یہ جواب کہ وہ ضرورت ایک راز ہے جسے کسی کو نہیں بتایا جا سکتا، نبی کی تربیت میں نشوونما پانے والی ننھی شخصیت کا ممتاز اور پر اعتماد ظہور ہے، حالانکہ ماں سے

Marfat.com

زیادہ قریبی اور بیٹے کے ہر راز سے واقف اور کون ہوسکتا ہے۔

☆ ہم دیکھتے ہیں کہ جدید تربیت مدرسہ کے ساتھ گھر کے عدم تعاون کے سبب ناکام ہوجاتی ہے، لیکن تربیت نبوی کے لیے ایک مسلم گھر کا تعاون قابل دید ہے، ماں نے یہ کہہ کر کہ رسول کے راز کو افشا نہ کرنا تربیت نبوی کے لیے خوشگوار ماحول مہیا کیا، تاکہ اس کا بچہ جو رسول کا بااعتماد رازدار ہے، اپنی شخصیت اور صلاحیت کی مزید تکمیل کر سکے۔

☆ انس رضی اللہ عنہ لڑکپن سے جوانی، پھر ادھیڑپن اور بڑھاپے کی منزل میں پہنچ گئے، اب وہ بصرہ کے عظیم محدث ہیں، سو سال کی عمر پائی، کتنی حکومتیں آئیں اور چلی گئیں، ان کے اردگرد تلامذہ کا اژدحام ہے لیکن اس پوری مدت میں رسول کا راز انہوں نے سربستہ ہی رکھا جو قیامت تک کے لیے سربستہ ہی رہ گیا۔

رسول کے تربیت یافتہ رازدار کی پر اعتماد شخصیت اور تربیت رسول کی عظمت وخوشگواری دیدنی ہے..........

عمرو بن سلمہ عرب دیہات کا ایک سات سالہ بچہ ہے، جس کا سینہ وہاں کے صحرا کی طرح بے حد وسیع ہے، قوت تجسس کا یہ عالم ہے کہ آبادی سے دور کہیں کوئی اڑتا ہوا غبار نظر آیا تو ہر بات کو دیکھنے اور سننے کے لیے اپنے ساتھیوں کے ساتھ ایسے مسافروں کے پاس پہنچ جاتا، ایک بار ایسے ہی مسافروں کی زبان سے نکلے ہوئے کلام نے اس کے فطرت سے قریب تر دل ودماغ کو مسحور کر دیا، وہ کہہ رہے تھے: یہ قرآن ہے جو اللہ کا کلام ہے جو محمد بن عبداللہ قرشی پر نازل ہوا ہے، اس طرح بار بار اس نے مسافروں سے یہ کلام اور نبی اکرم کا نام مبارک سنا، جب مکہ فتح ہوا تو اس کے خاندان میں ایک غلغلہ مچ گیا کہ محمد بن عبداللہ نے مکہ فتح کر لیا ہے، اسے بڑی مسرت ہوئی کہ فاتح محمد ﷺ پر اللہ کا جو کلام نازل ہوتا ہے وہ اسے یاد ہے، اسے وہ دن بھی ہمیشہ یاد رہے گا جب اس کے اہل خاندان نے اس کے باپ سلمہ کو اس نئے دین اسلام کی معرفت کے لیے محمد ﷺ کے پاس اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا تھا۔

محمد بن عبداللہ؟ اس کا دل محبت سے بھر گیا، اس نے شوق سے یہ عجیب کلام پڑھنا شروع کر دیا۔ واللہ کیا شیریں کلام ہے، قوم کی عقل کہاں کھو گئی ہے؟!

Marfat.com

اس کے باپ مدینہ سے واپس آئے، گھر اہل خاندان سے بھر گیا اور طرح طرح کے سوالات ہونے لگے، سلمہ نے بلند آواز سے جواب دیا میں نے نبی کو سچا پایا، اس کا حکم ہے کہ اس طرح نماز پڑھو، فلاں نماز فلاں وقت میں ادا کرو، جب وقت نماز آجائے تو کوئی ایک شخص اذان دے اور سب سے زیادہ تم میں قرآن جاننے والا تمہاری امامت کرے، اس لیے نماز پڑھنا ضروری ہے۔

ہم میں قرآن پڑھنا کون جانتا ہے؟ مدینۃ الرسول سے ہمارا کوئی تعلق بھی نہیں ہے، قوم پریشان تھی کہ مجلس کے ایک کونے سے ایک بچے کی آواز ابھری، میں قرآن پڑھنا جانتا ہوں۔

لوگ تعجب سے مسکرانے لگے، لیکن جب اس نے کچھ آیتیں پڑھیں تو لوگوں نے اور سنانے کی فرمائش کی، تعریف اور ہمت افزائی کے ماحول میں مزید آیات تلاوت کیں، یہ بچہ عمرو بن سلمہ تھا۔ سب لوگوں نے بیک آواز کہا: ہمارا امام عمرو بن سلمہ ہے۔

عمرو بن سلمہ کہتے ہیں: آنے والے مسافروں سے میں قرآن سیکھا کرتا تھا۔ لوگوں نے جب نظر دوڑائی تو مجھ سے زیادہ قرآن جاننے والا کوئی نہیں تو انہوں نے مجھے امام بنایا، لوگوں نے وضو کیا، ایک دوسرے کو بتایا اور صفیں آراستہ کر کے کھڑے ہو گئے۔

پھر خواتین اکٹھی ہوئیں، اس بچے نے ان کی بھی امامت کی، کپڑا چھوٹا تھا، شرمگاہ نظر آجاتی تھی، عورتوں نے باہم سرگوشی کی، ایک خاتون نے کہا: امام کی ستر پوشی کرو، چنانچہ خاندان نے اپنے ننھے امام کو نیا کپڑا اسلا دیا۔ عمرو بن سلمہ کہتے ہیں: لوگوں نے مجھے ایک قمیص سلا دی جسے پا کر مجھے اتنی خوشی ہوئی کہ اتنی خوشی کبھی نہیں حاصل ہوئی۔

میں زندگی بھر اپنے خاندان بنی حزم کا امام رہا۔

بنو حزم نے ایک سات سالہ بچے کو تمام جوانوں، بوڑھوں، مردوں اور خواتین کا امام بنا کر بچے کی ذاتی صلاحیت اور شخصیت کو نشو ونما کے لیے جو خوشگوار فضا مہیا کی وہ اسلامی معاشرہ کی ایک زندہ جاوید مثال ہے۔

زید ایک کمسن بچے تھے، ایک حادثہ میں اپنی ماں اور باپ سے بچھڑ گئے، وہ ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ گئے۔

Marfat.com

زید کے فراق پر ان کے والدین بے حد رنجیدہ تھے، ان کے والدان کی یاد میں بڑے دردانگیز اشعار پڑھا کرتے تھے جس کا مفہوم یہ ہے: میں زید کے لیے رورہا ہوں حالانکہ مجھے نہیں معلوم کہ وہ زندہ ہے کہ جس کی امید باندھی جائے یا موت نے اسے اپنی آغوش میں لے لیا، سورج جب طلوع ہوتا ہے تو اس کی یاد لے کر آتا ہے، اور جب ڈوب جاتا ہے تو اس کی یاد چھوڑ جاتا ہے، زید کی تلاش میں مَیں سفر کرنے سے نہیں تھکوں گا خواہ اونٹ تھک جائیں۔

وہ تلاش کے لیے چل نکلے، آخر میں ان کو معلوم ہوا کہ وہ بچہ امام المربین، محسن اعظم حضرت محمد ﷺ کے پاس ہے۔

وہ آپ کے غلام تھے، انہیں قیمت دے کر خریدا گیا تھا، لیکن زید کے ساتھ آپ کا برتاؤ پدرانہ محبت کا تو تھا ہی سایہ نبوت میں بچے کی شخصیت کا جو احترام اس کی صلاحیت کی نشوونما کے لیے جو خوشگوار فضا مہیا تھی وہ اس کو کہیں اور میسر نہ آسکتی تھی، آپ کی پدرانہ محبت اور نبوی تربیت کے عظیم اور خوشگوار تجربات نے زید کی فطرت کو آپ کی ذات سے وابستہ کر دیا تھا۔

زید کے باپ حارثہ امام المربین ﷺ کی خدمت میں آئے، زید کی قیمت خرید سے زیادہ قیمت دے کر انہیں لے جانے کی آپ سے درخواست کی، آپ نے فرمایا: ''اگر زید آپ کے ساتھ جانے کے لیے تیار ہو تو آپ لے جائیں اس کی کوئی قیمت نہیں اور اگر تیار نہ ہو تو میں کوئی زور نہیں ڈال سکتا۔'' آپ نے زید کو طلب فرمایا اور کہا: ''یہ تمہارے باپ ہیں تمہیں لینے کے لیے آئے ہیں: اگر تم چاہو تو میرے پاس رہو اور چاہو تو اپنے باپ کے ساتھ چلے جاؤ، زید نے کہا میں آپ ہی کے پاس رہوں گا۔ (فداہ ابی وامی)

امام المربین ﷺ سے زید کی والہانہ وابستگی کو دیکھ کر حارثہ بھی نقد دل ہار گئے اور دلی مسرت کے ساتھ بیٹے کو محسن عالم کی تربیت میں چھوڑ گئے۔

۞ المعجم الکبیر للطبرانی: ۵/ ۸۳، حدیث: ۴۶۵۱؛ سیرۃ ابن ھشام: ۱/ ۲۴۷، ۲۴۸، عن ابن ھشام۔

Marfat.com

بچیوں کی تعلیم وتربیت

(عورت اسلامی یا انسانی معاشرہ کی گاڑی کا دوسرا پہیہ ہے، اس کی کمزوری معاشرے کی کمزوری ہے، اس کی تعلیم وتربیت مردوں کی تعلیم وتربیت سے کم ضروری نہیں ہے، اسلام نے کچھ ضوابط کے ساتھ اس کی تعلیم وتربیت پر زور دیا ہے۔)

رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: ''جس شخص کی تین بچیاں یا تین بہنیں ہوں یا دو بچیاں اور دو بہنیں ہوں وہ ان کو ادب وتعلیم سے آراستہ کرے، ان سے حسن سلوک کرے اور ان کی شادی کردے وہ جنت سے نوازا جائے گا۔'' [1]

رسول اللہ ﷺ نے ہفتے کے کچھ دن تعلیم نبوت کے لیے عورتوں کی خاطر خاص کر رکھے تھے۔ [2]

ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا دور جاہلیت میں شفا عدویہ نام کی عورت سے کتابت سیکھتی تھیں، شادی کے بعد آپ نے شفا کو بلایا کہ انہیں خوش خطی اور تزئین بھی سکھا دیں۔

شرعی آداب واحکام جس طرح مرد پر لازم ہیں عورت پر بھی ہیں، نماز، روزہ، حج و زکوٰۃ، عدل واحسان، صلہ رحمی، حسن معاشرت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر وغیرہ ایمانی، اخلاقی اور اجتماعی ذمہ داریاں مرد کی طرح عورتوں پر بھی عائد ہوتی ہیں، اس لیے بچیوں کی تعلیم وتربیت کسی حال میں کم اہم نہیں ہے، ورنہ وہ اپنے فرائض بحسن وخوبی کبھی انجام نہ دے سکیں گی۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

---

[1] سنن الترمذی، کتاب البر والصلة، باب النفقة علی البنات والأخوات، حدیث: ۱۹۱۶، ۱۹۱۲؛ سنن ابي داود: ۵۱٤۷، ۵۱٤۸؛ عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ، نیز دیکھئے: السلسلة الصحیحة: ۱/۱۸۲، حدیث: ۲۹٤، ۲۹۷۔

[2] صحیح البخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب تعلیم النبی ﷺ ح: ۷۳۱۰؛ مسند احمد: ۳/ ۳٤، عن ابی سعید۔

Marfat.com

﴿اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَ الْمُسْلِمٰتِ وَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ وَ الْقٰنِتِیْنَ وَ الْقٰنِتٰتِ وَ الصّٰدِقِیْنَ وَ الصّٰدِقٰتِ وَ الصّٰبِرِیْنَ وَ الصّٰبِرٰتِ وَ الْخٰشِعِیْنَ وَ الْخٰشِعٰتِ وَ الْمُتَصَدِّقِیْنَ وَ الْمُتَصَدِّقٰتِ وَ الصَّآئِمِیْنَ وَ الصّٰٓئِمٰتِ وَ الْحٰفِظِیْنَ فُرُوْجَهُمْ وَ الْحٰفِظٰتِ وَ الذّٰكِرِیْنَ اللّٰهَ كَثِیْرًا وَّ الذّٰكِرٰتِ ۙ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِیْمًا ۝﴾ [1]

''مسلمان مردوں اور عورتوں، ایماندار مردوں اور عورتوں، فرماں بردار مردوں اور عورتوں، راست گو مردوں اور عورتوں، صابر مردوں اور عورتوں، خدا سے ڈرنے والے مردوں اور عورتوں، صدقہ کرنے والے مردوں اور عورتوں، روزہ دار مردوں اور عورتوں، اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مردوں اور عورتوں اور اللہ کا بہت بہت ذکر کرنے والے مردوں اور عورتوں کے لیے اللہ نے بڑی بخشش اور بہت بڑا بدلہ تیار کر رکھا ہے۔''

اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں اور عرض کیا: عورتوں کی ایک جماعت نے اپنا نمائندہ بنا کر مجھے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے کہ اللہ نے آپ کو مردوں اور عورتوں سب کی طرف نبی بنا کر بھیجا ہے، ہم سب آپ پر ایمان لائیں اور آپ کی اتباع کی۔ ہم پردہ نشین خواتین ہیں، مردوں کو تو جمعہ، جنازہ اور جہاد وغیرہ میں شرکت کی فضیلت سے نوازا گیا ہے، وہ جہاد پر جاتے ہیں تو ہم ان کے مال کی حفاظت کرتی اور ان کے بچوں کی دیکھ بھال کرتی ہیں، اللہ کے رسول! کیا اجر میں ہم بھی شریک ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''اسماء جاؤ اور عورتوں کی جماعت سے کہہ دو کہ شوہر کی فرماں برداری، اس کی رضا طلبی اور اس کی خواہشات کی تکمیل ان تمام چیزوں کے برابر ہو جائے گی۔'' اسماء خوش خوش لوٹ گئیں۔ [2]

اسلامی تاریخ سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ اسلام کے زیر سایہ عورت نے علم و ادب میں بلند ترین مقام حاصل کیا ہے جو اس کی فطرت اور لطیف شخصیت کے لیے موزوں رہا ہے۔

---

[1] الاحزاب ۳۳/۳۵۔ [2] تاریخ دمشق لابن عساکر: ۶۶/۲۹؛ سلسلة الضعيفة: ۵۳۴۰۔

Marfat.com

حافظ ابن عساکر کہتے ہیں: میری معلمات کی تعداد اسی (۸۰) سے زیادہ ہے، بہت سی عورتیں امام شافعی، امام بخاری، ابن خلکان اور ابن حبان وغیرہ مشہور علماء محدثین رحمۃ اللہ علیہم کی معلمات رہ چکی ہیں، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، کریمہ مروزیہ، سیدہ نفیسہ بنت محمد وغیرہ مشہور محدثات ہیں۔

خنساء، علیہ بنت مہدی، عائشہ بنت احمد بن قادم اور ولادۃ بنت خلیفہ مستکفی باللہ معروف شاعرہ اور ادیبہ گزری ہیں۔

اسی طرح زینب بنی اود امراض چشم کی معروف طبیبہ تھیں، نیز ام الحسن بنت قاضی ابوجعفر طنجالی مشہور اور ماہر طبیبہ تھیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ''علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔'' [1]

یہ حکم مرد عورت سب کو شامل ہے، یہ فرضیت اسی لیے ہے تاکہ زندگی کے فرائض بحسن و خوبی انجام دیے جاسکیں۔

حضرت حفصہ، ام کلثوم بنت عقبہ، عائشہ بنت سعد (جن کا کہنا ہے کہ میرے ابا نے مجھے خطاطی سکھائی ہے) معروف خوشنویس خواتین ہیں۔

---

[1] سنن ابن ماجه، المقدمة، باب فضل العلماء.....حديث: ٢٢٤؛ صحيح الترغيب والترهيب: ١/ ١٤٠، حديث: ٧٢، عن انس رضی اللہ عنہ۔

Marfat.com

قرابت داروں کے حقوق

عمر کے اس مرحلے میں بچہ اب گھر کی چار دیواری کا پابند نہیں ہے۔ اب وہ مدرسہ، مدرسے کے ساتھی، اساتذہ، پروس، محلے، اقرباء اور معاشرہ کے افراد سے ملنے جلنے کے لائق ہو جاتا ہے اس لیے اجتماعی تربیت کے ضمن میں اسے مختلف لوگوں کے حقوق اور اجتماعی آداب سے آگاہ کرنا اور ان کا خوگر کرنا مربی کا فریضہ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ وَالْمِسْكِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا ۝ ﴾ [1]

''اور رشتہ داروں، مسکینوں اور مسافروں کے حقوق ادا کیا کرو اور فضول خرچی مت کرو۔''

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَیْكُمْ رَقِیْبًا ۝ ﴾ [2]

''اور اللہ سے ڈرو جس کے نام سے تم سوال کرتے ہو اور قطع رحمی سے بچتے رہو۔''

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:: ''جو شخص چاہتا ہو کہ اس کے رزق میں کشادگی ہو اور اس کی عمر میں اضافہ کیا جائے اس کو چاہیے کہ صلہ رحمی کرے۔'' [3]

آپ ﷺ فرماتے ہیں: ''صدقہ اور صلہ رحمی سے اللہ تعالیٰ عمر میں زیادتی کرتا ہے، اور ایسا کرنے والے کو بری موت اور مصائب وآلام سے بچاتا ہے۔'' [4]

---

[1] ١٧/بنی اسرائیل:٢٦۔ [2] ٤/النساء:١۔ [3] صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب من بسط له فی الرزق لصلة الرحم، ح: ٥٩٨٥، عن ابی هريرة، ٥٩٨٦، عن انس؛ صحیح مسلم: ٢٥٥٧، عن انس رضی اللہ عنہ۔ [4] مسند أبي يعلى: ٤/ ١٤٦، حديث: ٤٠٩٠، عن انس بن مالك رضی اللہ عنہ، محدث البانی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ضعیف کہا ہے، السلسلة الضعيفة: ١١/ ٦٢٢ تحت رقم: ٥٣٧٢۔

Marfat.com

آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ''اللہ تعالیٰ کچھ لوگوں کو آباد کرتا، ان کے مال میں ترقی دیتا اور انہیں کبھی نظر غضب سے نہیں دیکھتا۔'' لوگوں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! ایسا کیسے ہوتا ہے؟ فرمایا: ''صلہ رحمی سے۔'' [1]

آپ کے پاس ایک آدمی آیا اس نے کہا اللہ کے رسول مجھ سے ایک بڑی غلطی ہوگئی کیا اس سے توبہ ہوسکتی ہے؟ آپ نے پوچھا کیا تمہاری ماں یا خالہ ہے؟ کہا خالہ ہے آپ نے فرمایا: اس سے حسن سلوک کرو۔'' [2]

آپ ﷺ فرماتے ہیں جس میں تین صفات ہوں گی اللہ تعالیٰ اس سے آسان حساب لے گا اور اسے جنت میں داخل کرے گا، آپ نے بتایا جو تمہیں محروم کرے اسے دو، جو ظلم کرے اسے معاف کر دو اور جو قطع رحمی کرے اس سے صلہ رحمی کرو اللہ تعالیٰ تمہیں جنت میں داخل کرے گا۔ [3]

آپ ﷺ فرماتے ہیں قطع رحمی کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا۔ [4]

ابتداء ہی سے مربی بچے کو اقرباء کے حقوق کی ادائیگی اور ان کے لحاظ و پاس کا عادی بنائے، ان کے رنج وخوشی میں شریک ہونے کی تربیت دے اور ان سے محبت رکھنے اور ہر حال میں اسے نبھانے کی عادت ڈلوائے۔

---

[1] المستدرك للحاكم: ٧٢٨٢ [2] سنن الترمذی، كتاب البر والصلة، باب فی بر الخالة، حديث: ١٩٠٤، عن براء بن عازب ﷺ؛ صحيح الترغيب والترهيب: ٢/ ٦٦٩، حديث: ٢٥٢٦، عن ابن عمر ﷺ۔ [3] المستدرك للحاكم: ٢/ ٥١٨، عن ابی هريرة ﷺ۔ [4] صحيح البخاری، كتاب الأدب، باب اثم القاطع، حديث: ٥٩٨٤؛ صحيح مسلم: ٢٥٥٦، عن جبير بن مطعم عن ابيه۔

Marfat.com

پڑوسی کے حقوق

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ﴾ 1

''اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو، قریبی رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، نزدیک اور دور کے پڑوسیوں سے، ساتھ والوں سے، مسافروں اور غلاموں سے احسان کیا کرو۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مال اور اہل کے ڈر سے جو شخص پڑوسی کے لیے اپنا دروازہ بند رکھے وہ مومن نہیں ہے، وہ بھی مومن نہیں ہے جس کے شر سے اس کا پڑوسی محفوظ نہ ہو۔ تم جانتے ہو پڑوسی کا کیا حق ہے؟ جب وہ مدد طلب کرے تو اس کی مدد کرو، جب قرض طلب کرے تو قرض دو، جب حاجت مند ہو تو اس کی ضرورت پوری کرو، اس کی بہتری پر اسے مبارک باد دو، مصیبت کے وقت اس کی تعزیت کرو، بیمار ہو تو عیادت کرو، مرجائے تو اس کے جنازے میں شریک ہو، اس کی اجازت کے بغیر اپنی عمارت پھیلانے کی کوشش نہ کرو کہ جس سے اس کی ہوا رک جائے، اپنے پکوان کی مہک سے اسے اذیت مت دو بلکہ اس میں سے ایک حصہ اسے بھی بھیجو، اگر میوے خرید و تو اسے ہدیہ کرو گر ایسا نہ کرسکو تو اس سے پوشیدہ رکھو، تمہارا بچہ اسے لے کر باہر نہ نکلے جس سے اس کا بچہ دل تنگ ہو۔'' 2

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: پڑوسی تین طرح کے ہیں، وہ پڑوسی جس کا صرف ایک حق ہے وہ مشرک ہے۔ وہ پڑوسی جس کے دو حق ہیں اور وہ مسلمان ہے، یعنی پڑوسی کا حق اور اسلام کا حق، وہ پڑوسی جس کے تین حقوق ہیں وہ مسلمان قرابت دار ہے، یعنی پڑوس کا حق اسلام کا حق اور قرابت کا حق۔ 3

---

1 ٤/النساء: ٣٦۔ 2 شعب الایمان: ٩١١٣، مسند الشامیین: ٢٤٣٠۔

3 شعب الإیمان، باب فی إکرام الجار: ١/ ٨٣، حدیث: ٩٥٦٠، علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ السلسلة الضعیفة: ٧/ ٤٨٨، حدیث: ٣٤٩٣۔

Marfat.com

آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ صاحب ایمان نہیں، وہ صاحب ایمان نہیں، وہ صاحب ایمان نہیں،'' لوگوں کے سوال پر فرمایا: ''جس کے شر سے اس کا پڑوسی محفوظ نہ ہو۔'' [1]

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَ لَا السَّیِّئَةُ ؕ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَ بَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ ○﴾ [2]

''نیکی اور بدی برابر نہیں، اس کو بہت ہی اچھے طریقے سے دور کیا کرو، پھر تمہارا دشمن بھی تمہارا گویا مخلص دوست ہو جائے گا۔''

اسی لیے پڑوسی کی طرف سے اگر کوئی اذیت پہنچے تو اس کو بھلے طریقے سے دور کرنا چاہیے۔

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب اثم من لا یأمن جاره بوائقه، حدیث: ٦٠١٦، عن ابی شریح۔ [2] ١٤/حٰمٓ السجدة: ٣٤۔

Marfat.com

والدین کا ادب

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰـهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ۝ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ۝﴾ [1]

''تیرے پروردگار نے حکم دے رکھا ہے کہ میرے سوا کسی کی عبادت مت کرو اور اپنے ماں باپ سے نیک سلوک کیا کرو، اگر ان میں ایک یا دونوں تیری موجودگی میں بڑھاپے کو پہنچیں تو ان کو اُف تک نہ کہو اور نہ ان کو جھڑکو اور ان سے بھلی بات کہا کرو اور رحمت سے ان کے آگے جھک جایا کرو اور کہا کرو کہ اے پروردگار! ان دونوں پر رحم فرما، جیسا کہ انہوں نے لڑکپن میں میری پرورش کی۔''

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ''جس شخص نے غضبناک نظر سے اپنے باپ کو دیکھا اس نے اس کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا۔'' [2]

ایک شخص آپ ﷺ کے پاس آیا، اس کے ساتھ ایک بوڑھے میاں تھے، آپ نے فرمایا: ''تمہارے ساتھ یہ کون ہیں؟'' کہا: میرے باپ ہیں، آپ نے فرمایا: ''ان کے آگے آگے مت چلو، ان کے سامنے مت بیٹھو، انہیں ان کے نام سے مت پکارو اور انہیں گالی مت دو۔'' [3]

---

[1] ۱۷/بنی اسرائیل: ۲۳، ۲۴۔ [2] المعجم الأوسط: ۱۰/ ۱۷۵، حدیث: ۹۳۷۷، محدث البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے، السلسلة الضعيفة: ۹/ ۴۲۳، حدیث: ۴۴۳۲۔ [3] مجمع الزوائد: ۸/ ۱۳۷، عن عائشہ رضی اللہ عنہا۔

Marfat.com

آپ ﷺ فرماتے ہیں: ''اللہ کی رضا مندی والدین کی رضا مندی میں ہے اور اس کا غضب والدین کی ناراضی میں ہے۔'' 1

جاہمہ رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آئے اور کہا: اے اللہ کے رسول! میں نے غزوے میں شرکت کا ارادہ کیا ہے آپ سے مشورہ طلب کرنے آیا ہوں، آپ نے فرمایا: ''تمھاری ماں ہے؟'' کہا: ہاں۔ فرمایا: ''اس کی خدمت کرو، جنت اس کے قدموں میں ہے۔'' 2

آپ ﷺ فرماتے ہیں: ''موت کے بعد میت کا درجہ بلند کیا جاتا ہے، وہ کہتا ہے: اے اللہ! یہ کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تیرے لڑکے نے تیرے لیے استغفار کیا ہے۔ 3

عمر بن زید سے پوچھا گیا: آپ کے لڑکے نے آپ کے ساتھ کیسی بھلائی کی؟ کہا: میں جب کبھی دن میں چلتا ہوں تو وہ میرے پیچھے ہوتا ہے اور رات کو چلتا ہوں تو میرے آگے ہوتا ہے، میں اگر نیچے ہوں تو وہ بالا خانے پر نہیں چڑھتا۔ 4

ابو غسان ضبی کہتے ہیں: ایک بار میں اپنے والد کے ساتھ جا رہا تھا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوگئی، پوچھا یہ کون ہیں؟ میں نے کہا: میرے والد ہیں۔ کہا: اپنے باپ کے آگے مت چلو بلکہ پیچھے یا پہلو میں چلو، کسی کو اپنے اور باپ کے درمیان حائل نہ کرو، اپنے باپ کی چھت پر مت چلو، اس گوشت کی ہڈی کو مت کھاؤ جسے تمہارے باپ نے دیکھا ہو، شاید کہ اسے کھانا چاہیے۔ 5

---

1 سنن الترمذي، كتاب البر والصلة، باب ماجاء من الفضل في رضا الوالدين، حديث: ١٨٩٩؛ صحيح الترغيب والترهيب: ٢/ ٦٥٨، حديث: ٢٥٠٣، عن عبدالله بن عمرو رضي الله عنه۔ 2 سنن النسائي، كتاب الجهاد، باب الرخصة في التخلف لمن له والدة، ح: ٣١٠٤۔ عن ابن جاهمة السلمي رضي الله عنه۔
3 سنن ابن ماجه، كتاب الأدب، باب أبواب الأدب، حديث: ٣٦٦٠؛ مسند احمد: ٢/ ٥٠٩، عن ابي هريرة رضي الله عنه والسلسلة الصحيحة: ٤/ ١٢٩، ح: ١٥٩٨۔
4 عيون الأخبار: ١/ ٣١٣۔ 5 مجمع الزوائد: ٨/ ١٤٨؛ المعجم الأوسط: ٧/ ٤٣٨، حديث: ٦٨٥٣، عن ابي غسان۔

Marfat.com

مربی کو چاہیے کہ ابتدائے شعور ہی سے بچے کو والدین کی اطاعت کا خوگر بنائے تاکہ دنیا اور آخرت میں بچہ سعادت منداور کامیاب ہواور اللہ کی اس نعمت سے فائدہ حاصل کرے۔

مربی بچے کو درج ذیل ہدایت اوران کے مثل آداب سکھائے:

☆ والدین کے تمام حکموں کو بجالائے، غلط بات کا حکم اس سے خارج ہے۔

☆ اُن سے نرمی اورادب سے کلام کرے۔

☆ تمام امور میں ان سے مشورہ کرے۔

☆ ان کے لیے کثرت سے دعاواستغفار کرے۔

☆ ایسے کام کرے جن سے انہیں خوشی ومسرت حاصل ہو۔

☆ ان کے سامنے پست آواز سے کلام کرے۔

☆ گھر سے باہر جانا ہوتوان کی اجازت لے۔

☆ وہ سورہے ہوں توانہیں نہ جگائے۔

☆ ان کا کوئی کام پسند نہ آئے توانہیں ملامت نہ کرے۔

☆ ان کے سامنے کا کھانا نہ کھائے۔

☆ ان سے پہلے کھانے کی طرف ہاتھ نہ بڑھائے۔

☆ وہ بیٹھے ہوں توان کی اجازت کے بغیر نہ لیٹے اورنہ سوئے۔

☆ ان کے سامنے پیرنہ پھیلائے۔

☆ ان سے پہلے کہیں نہ داخل ہواورنہ ان کے آگے چلے۔

Marfat.com

اچھے ہم جولی

بچے کے لیے اچھے ہم جولی ایک نعمت ہیں، یہ ایک دوسرے کے لیے آئینہ ہیں، ایک دوسرے کے مصلح اور مربی ہیں، شعوری اور غیر شعوری طور پر اچھے بچے ایک دوسرے سے اچھی ہی باتیں سیکھتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ بچپن کے اچھے دوست اور ان کی اچھی باتیں بڑھاپے تک سینے میں ایک معصوم اور مقدس یادگار کی طرح محفوظ رہتی ہیں جنہیں سوچ کر ایک بوڑھا آدمی بھی تھوڑی دیر کے لیے اس معصوم صحبت کے شیریں تصور میں بچہ بن کر کھو جاتا ہے۔

اسلام نے اس سلسلے میں مربی کو ہدایت کی ہے کہ بچے کو برے ساتھیوں سے بچائے اور اچھے ساتھیوں کی صحبت مہیا کرے۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ''اچھے ساتھی اور برے ساتھی کی مثال عطار اور دھونکنی والے کی سی ہے، عطر والا یا تو تمہیں تحفہ عطر دے گا یا تم اس سے عطر خرید و گے یا تمہیں اس سے پاکیزہ خوشبو ملے گی، لیکن دھونکنی والا یا تو تمہارا کپڑا جلائے گا یا تمہیں اس سے بدبو حاصل ہوگی۔'' [1]

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ''برے ساتھی سے بچو اس لیے کہ تم اسی سے پہچانے جاؤ گے۔'' [2]

آپ ﷺ فرماتے ہیں: ''آدمی اپنے دوست کے طور طریقے پر ہوتا ہے، اس لیے تم میں سے ہر ایک کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ وہ کس سے دوستی کرے۔'' [3]

اچھی اور بری صحبت کے اثرات جس طرح دنیا کی زندگی میں ظاہر ہوتے ہیں اسی طرح آخرت میں بھی ظاہر ہوں گے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

---

[1] صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب فی العطار و بیع المسلك، حدیث: ۲۱۰۱، ۵۵۳٤؛ صحیح مسلم: ۲٦۲۸، عن ابی موسیٰ۔ [2] تاریخ مدینة دمشق لا بن عساکر: ۱٤/ ٤٦، عن انس رضی اللہ عنہ۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے موضوع کہا ہے۔ السلسلة الضعیفة: ۲/ ۲٤۲، حدیث: ۸٤۷۔ [3] سنن ابي داود، كتاب الأدب، باب من يؤمر أن يجالس، حديث: ٤۸۳۳، عن ابي هريرة رضی اللہ عنہ۔

Marfat.com

﴿ وَ يَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِى اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ۝٢٧ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِىْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ۝٢٨ لَقَدْ اَضَلَّنِىْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِىْ ۗ وَ كَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ۝ ﴾ 1

''اور اس روز ظالم اپنے ہاتھ کاٹے گا اور کہے گا: کاش میں رسول کا ساتھ اختیار کرتا، ہائے میری کم بختی! کاش میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا، اس نے مجھے ہدایت پہنچنے کے بعد ہدایت سے گمراہ کر دیا اور شیطان تو انسان کی خواری میں لگا ہوا ہے۔''

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ قَالَ قَرِيْنُهٗ رَبَّنَا مَآ اَطْغَيْتُهٗ وَلٰكِنْ كَانَ فِىْ ضَلٰلٍۭ بَعِيْدٍ ۝ ﴾ 2

''اس کا ساتھی کہے گا: میں نے تو اس کو گمراہ نہ کیا تھا لیکن وہ خود کھلی گمراہی میں تھا۔''

ایک مقام پر ارشاد فرماتا ہے:

﴿ اَلْاَخِلَّآءُ يَوْمَئِذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ۝ ﴾ 3

''دوست سب اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے مگر پرہیزگار لوگ ایسے نہ ہوں گے۔''

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ''آدمی اسی شخص کے ساتھ ہوگا جس سے اس نے محبت کی اور اس کو وہی کچھ ملے گا جو دنیا میں اس نے کمایا ہے۔'' 4

آپ ﷺ فرماتے ہیں: ''مومن ہی کو اپنا دوست بناؤ اور تمہارا کھانا متقی شخص ہی کھائے۔'' 5

---

1 ٢٥/الفرقان: ٢٧، ٢٩۔ 2 ٥٠/ق:٢٧۔ 3 ٤٣/الزخرف: ٦٧۔

4 سنن الترمذی، کتاب الزھد، باب ماجاء أن المرء مع من أحب، حدیث: ٢٣٨٥، ٢٣٨٦؛ سنن ابي داود: ٥١٢٧، عن انس رضی اللہ عنہ۔ 5 سنن ابي داود، کتاب الأدب، باب من يؤمر أن يجالس، حديث: ٤٨٣٢؛ سنن الترمذي: ٢٣٩٥؛ مسند احمد: ٣/٣٨، عن ابی سعید رضی اللہ عنہ۔

Marfat.com

اس بات کو مربی ہمیشہ پیش نظر رکھے کہ بچہ جن بچوں کے ساتھ گھلے ملے، ان کے ساتھ کھیلے، پڑھے لکھے وہ صالح ہوں۔ ہدایت کرے کہ جب وہ بیمار ہوں تو ان کی عیادت کرے، کسی کامیابی پر انہیں تحفہ دے، کوئی بات بھولیں تو یاد دلا دے، ضرورت کے وقت ان کی مدد کرے، ملاقات کے وقت ان سے سلام کرے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ''تم صاحب ایمان نہیں ہو سکتے جب تک آپس میں محبت نہ کرو، میں تمہیں ایسا طریقہ بتاؤں کہ جسے اختیار کرنے سے تم محبت کرنے لگو یعنی سلام کو خوب پھیلاؤ۔'' [1]

ایک حدیث میں آپ ﷺ فرماتے ہیں: ''جو شخص مریض کی عیادت کرے یا اللہ کے لیے کسی بھائی کی زیارت کرے تو ایک ندا کرنے والا پکارتا ہے کہ تم اور تمہارا چلنا بہت خوب ہے، تم نے جنت میں اپنا مکان تعمیر کر لیا۔'' [2]

ایک شخص نے ایک گاؤں میں اپنے دوست سے ملاقات کی، اللہ تعالیٰ نے اس کے راستے میں ایک فرشتہ مقرر کیا، فرشتے نے اس سے پوچھا: کہاں کا ارادہ ہے؟ کہا: اس گاؤں میں ایک دوست سے ملاقات کا قصد ہے۔ کہا: کیا کوئی مالی غرض ہے؟ کہا: نہیں صرف اللہ کے لیے میں اس سے محبت رکھتا ہوں۔ کہا: میں اللہ کا فرشتہ ہوں یہ بتانے کے لیے آیا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس محبت کے سبب تم سے محبت کرتا ہے۔ [3]

آپ ﷺ فرماتے ہیں: ''ہدایا وتحائف کا آپس میں لینا دینا رکھو، اس سے تم آپس میں محبت کرنے لگو گے۔'' [4]

---

[1] صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان أنه لا يدخل الجنة إلا المومنون.....، حديث: ٥٤؛ سنن ابي داود: ٥١٩٣؛ سنن الترمذي: ٢٦٨٨، عن ابي هريرة رضي الله عنه۔

[2] سنن الترمذي، كتاب البر والصلة، باب زيارة الإخوان، حديث: ٢٠٠٨؛ سنن ابن ماجه: ١٤٤٣، عن ابي هريرة رضي الله عنه۔

[3] صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب فضل الحب فى الله تعالى، حديث: ٢٥٦٧؛ مسند احمد: ٢/ ٤٠٨، ٤٦٢، عن ابي هريرة رضي الله عنه۔

[4] السنن الكبرى للبيهقي: ٦/ ١٦٩؛ صحيح الأدب، المفرد، ص: ٢٠٣، حديث: ٥٩٤، ارواء الغليل: ٦/ ٤٤، حديث: ١٦٠١، عن ابي هريرة رضي الله عنه۔

Marfat.com

آپ ﷺ فرماتے ہیں: ''اے مسلمان عورتو! آپس میں ایک دوسرے کو ہدیہ دو، خواہ بکری کی کھر ہی کیوں نہ ہو، یہ محبت پیدا کرنے والا اور کینے کپٹ کو دور کرنے والا ہے۔'' [1]

آپ فرماتے ہیں: ''مصافحہ کرو اس سے کینہ ختم ہوتا ہے، آپس میں ہدیہ دو اس سے محبت بڑھے گی اور عداوت دور ہوگی۔'' [2]

---

[1] مسند احمد: ٤/ ٦٤۔ [2] مؤطا امام مالك: ٤ /٣٠٤، حديث: ١٧٩٧، عن عطاء بن ابی مسلم، محدث البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ السلسلة الضعيفة: ٤/ ٢٤٩، حديث: ١٧٦٦۔

Marfat.com

بچوں میں بگاڑ کیوں آتا ہے؟

جو بچے بگڑ جاتے ہیں اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ بگاڑ ان کی سرشت میں داخل ہے، بلکہ اس کے کچھ واقعی اسباب ہیں جن کا تدارک اور صحیح تربیتی علاج ان کے صالح ہونے کا ضامن ہے، اس سلسلے میں کچھ اسباب اور علاج کا ذکر ذیل میں ہم کرتے ہیں:

① بچوں کی بہت سی جائز خواہشات کی عدم تکمیل

پہننے اوڑھنے، کھانے پینے اور کھیلنے کودنے سے متعلق ان کی خواہشات کی عدم تکمیل سے بچوں میں مایوسی در آتی ہے جس سے وہ ناجائز طریقے مثلاً چوری، جرم پسندی، بری صحبت اور معاشرے سے انحراف اپنا لیتے ہیں، اسلام نے اس کا علاج بیت المال سے بچوں کا وظیفہ دینے اور خاندان کی پرورش پر قدرت نہ رکھنے والوں کے ماہانہ وظیفے اور انہیں کام دینے کا بندوبست کیا ہے، اس میں یتیم بچے، بیوہ عورتیں اور بوڑھے بھی شامل ہیں۔

② والدین اور اقرباء کے تعلقات کی ناخوشگواری

جن گھروں میں جھگڑے معمول بن جاتے ہیں اس میں آنکھ کھولنے والے بچے مختلف نفسیاتی بیماریوں، بری عادتوں اور رذیل اخلاق میں مبتلا ہو جاتے ہیں، تعلیم گاہوں میں اساتذہ کی باہمی رقابت بھی طلبہ کے بگاڑ کا ایک سبب ہے۔ اسلام نے اس ضمن میں والدین اور اقرباء کو باہم محبت اور تعاون وتفاہم سے رہنے کی تلقین کی ہے۔

③ برے ساتھی

رسول اللہ ﷺ نے برے ساتھیوں سے بچنے کی زبردست تلقین کی ہے، آپ فرماتے ہیں: ''برے ساتھی سے بچو اس لیے کہ تم اسی سے پہچانے جاؤ گے۔''

④ والدین اور بڑوں کا غیر پسندیدہ برتاؤ

مثلاً تحقیر، عیب جوئی، مار پیٹ، بے جا سختی، تمسخر وغیرہ۔ اس ضمن میں شریعت اسلام

Marfat.com

نے بچوں کے ساتھ عدل واحسان [1] اور ان سے بھلی بات کہنے [2] کا حکم دیا ہے۔

⑤ جنسی اور مجرمانہ فلمیں اور ناول اور فحش رسالے

بچوں کے بگاڑ کا یہ ایک اہم سبب ہے، جو ان میں معاشرے سے بغاوت کی روح پھونکتا اور جرائم کے ارتکاب پر ابھارتا ہے، اسی لیے مربیوں کا یہ لازمی فریضہ ہے کہ بچوں کو اس طرح کی فلمیں دیکھنے اور ایسے ناول اور رسالے پڑھنے سے روکیں اور ان کی فطرت کی تسکین کے لیے اسلامی تاریخ کے زبردست مجاہدوں اور ان کے کارناموں سے واقف کرائیں، جائز کھیل اور تفریح کے مواقع مہیا کریں یا شادی کا بندوبست کریں۔

⑥ معاشرے کا بگاڑ

معاشرہ اگر عائلی، معاشی، اخلاقی، دینی وفکری اور اجتماعی طور سے انتشار کا شکار ہے تو بچے لازمی طور سے ان تمام پہلوؤں سے انتشار کا شکار ہوں گے اور معاشرے کے افراد کی طرح غلط طور طریقے اپنائیں گے، اسلام نے معاشرے کو درست رکھنے کے لیے ہر پہلو سے مثبت اصول بتائے ہیں جن کی پابندی ذمہ داران معاشرہ کے لیے ضروری ہے۔

⑦ بچوں کی تربیت سے لاپروائی

یہ بچوں کے بگاڑ کا اہم محرک ہے، اگر والدین، اقرباء یا معاشرے کے دیگر ذمہ دار اپنے کاروبارِ زندگی میں اتنے مصروف ہیں کہ اپنے سکون وراحت کی بھی فکر نہیں ہے، یا خالی وقتوں میں وہ خود تفریح اور دوستوں کی صحبت میں مشغول رہتے ہیں اور بچوں کی تربیت اور راہنمائی کی فکر نہیں کرتے، ایسے لوگ بچوں کے بگاڑ کا حقیقی سبب ہیں۔

---

[1] ١٦/النحل: ٩٢۔ [2] ٢/البقرة: ٢٤۔

Marfat.com

طلباء سے برتاؤ

اس بارے میں اساتذہ کو رسول اللہ ﷺ کا اسوۂ مبارک کافی ہے، آپ کا فرمان ہے: ''تم میں سے ہر ایک چرواہا ہے اور ہر چرواہے سے اپنی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔'' اس حدیث کے مطابق اساتذہ طلباء کے ذمہ دار ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا طریقہ تھا کہ طلباء سے نرمی اور رحم کا برتاؤ فرماتے تھے، اس لیے اساتذہ آپ کا یہ اسوۂ اختیار کرکے طلباء کی کامیاب نگرانی کرسکتے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے: ''اے اللہ جو شخص میری امت کے کسی کام کا ذمہ دار ہو اور ان کے ساتھ اس معاملے میں نرمی کا برتاؤ کرے، تو تو بھی اس کے ساتھ نرمی فرما۔'' [1]

آپ فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ ہر کام میں نرمی کو پسند فرماتا ہے۔'' [2]

طلبا سے برتاؤ کی دوسری اصل یہ ہے کہ ان کے درمیان عدل قائم کیا جائے، اس میں چھوٹے بڑے، امیر وغریب کی رعایت بے جا ہے۔ آپ نے عالی نسب مخزومی عورت کا چوری کے جرم میں ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا اور فرمایا: ''اللہ کی قسم! فاطمہ بنت محمد سے اگر یہ کام ہوتا تو میں اس کا ہاتھ کاٹتا۔'' [3]

آپ ﷺ تمام طلبا کے سوالات غور سے سنتے اور پھر ہر ایک کا جواب نہایت وضاحت سے تشفی بخش طور پر دیتے، بے جا سوالات سے روک دیتے یا ٹال جاتے، اگر سوال کرنے میں کوئی بے ادبی کا مظاہرہ کرتا تو آپ اسے برداشت فرماتے تھے، ایک دفعہ کچھ

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الإمارة، باب فضیلة الأمیر العادل......، حدیث: ١٨٢٨، عن محمد بن ابی بکر۔

[2] صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب الرفق فی الأمر کله، حدیث: ٦٠٢٤؛ صحیح مسلم: ٢٥٩٣، عن عائشة رضی اللہ عنہا۔

[3] صحیح البخاری، کتاب الحدود، باب کراهیة الشفاعة فی الحد إذا رفع إلی السلطان، حدیث: ٦٧٨٨، ٣٤٧٥، ٣٧٣٣؛ صحیح مسلم: ١٦٨٨، عن عائشة رضی اللہ عنہا۔

Marfat.com

غلط سوالات ہوئے تو آپ نے کچھ برہمی کے انداز کا اظہار فرمایا، حضرت عمر تاڑ گئے اور نہایت ادب سے کہا: ایک بدو نے غیر مہذب انداز میں سوال کیا آپ نے کمال حلم سے اس کے سوالات سنے۔ 1

آپ طلباء سے نتیجہ خیز خوش طبعی اور ظرافت کا بھی برتاؤ فرماتے تھے، انہیں اپنے ساتھ کھانا کھلاتے تھے، آپ کے یہاں ایک بھاری پیالہ تھا جسے چار آدمی اٹھاتے تھے، اسے لایا جاتا، دربار نبوت کے طلباء اس کے اردگرد بیٹھ جاتے، کثرت تعداد کے سبب کبھی آپ اکڑوں بیٹھتے اور پھر سب مل کر ساتھ میں کھانا کھاتے۔ 2

آپ دربار نبوت کے طلبا کے ہر دکھ درد میں شریک ہوتے تھے اور انہیں اپنے اعزہ تک پر ترجیح دیتے تھے، حضرت علی نے فاطمہ رضی اللہ عنہا جگر گوشۂ رسول کی گھریلو پریشانیوں کے پیش نظر آپ سے ایک خادمہ کا سوال کیا جو جنگ سے آئی تھیں، آپ نے فرمایا: ''جب تک اصحاب صفہ کا انتظام نہ ہوجائے میں کسی دوسرے کی طرف متوجہ نہیں ہوں گا۔'' 3

اگر کسی میں کوئی خامی نظر آتی تو آپ کا دستور تھا کہ تخصیص سے نہیں بلکہ اس بات کو عام اسلوب میں بیان کرکے متنبہ فرماتے تھے۔

---

1 مسند احمد:۲۲٤/۳۷، ح:۲۲۵۳۷۔ 2 سنن ابی داود، کتاب الاطعمة، باب فی الاکل من اعلی الصحفة، ح: ۳۷۷۳۔ 3 مسند الحمیدی: ٤۳، شرح معانی الآثار:۵۲۱۰۔

Marfat.com

آدابِ مجلس

انسان کی اجتماعی زندگی کا ایک مظہر مجلسیں اور محفلیں بھی ہوتی ہیں، گاہے گاہے بچوں کو مجلسوں میں شرکت کا موقع دیا جائے اور انہیں مجلس کے اسلامی آداب کا خوگر کیا جائے۔

بچے کو سکھایا جائے کہ جب مجلس میں حاضر ہو تو سلام و مصافحہ کرے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ: ''جب دو مسلمان ملیں تو مصافحہ کریں، اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کریں اور ایک دوسرے کے لیے استغفار کریں اس سے اللہ تعالیٰ دونوں کی مغفرت فرمائے گا۔'' [1]

اسے بتایا جائے کہ مجلس میں جہاں جگہ ملے بیٹھ جائے، وسط مجلس میں نہ بیٹھے، رسول اللہ ﷺ نے ایسے شخص کو لعنت فرمائی ہے جو حلقہ کے وسط میں بیٹھے۔ ایک بار ایک شخص حلقہ کے وسط میں بیٹھ گیا تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: وسط مجلس میں بیٹھنے والا شخص رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے ملعون ہے۔ [2]

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس آتے تھے تو مجلس کے اخیر میں بیٹھا کرتے تھے۔ [3]

آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب دو آدمی بیٹھے ہوں تو کوئی ان کے درمیان ان کی اجازت کے بغیر نہ بیٹھے، ایک روایت میں ہے کہ یہ جائز نہیں ہے کہ کوئی شخص دو آدمیوں کے درمیان بغیر ان کی اجازت کے تفریق کرے۔ [4]

---

[1] سنن ابی داود، کتاب الأدب، باب فی المصافحة، حدیث: ٥٢١١، ٥٢١٢؛ سنن الترمذي: ٢٧٢٧؛ مسند احمد: ٤/ ٣٠٣؛ عن البراء بن عازب رضی اللہ عنہ؛ السلسلة الصحيحة: ٢/ ٤٤، حديث: ٥٢٥، ٥٢٦۔ [2] سنن ابي داود، كتاب الأدب، باب الجلوس وسط الحلقة، حديث: ٦٢٨٤؛ سنن الترمذي: ٢٧٥٣، عن حذيفة رضی اللہ عنہ۔ [3] سنن ابي داود، كتاب الأدب، باب فی التحلق، حديث: ٤٨٢٥؛ سنن الترمذي: ٢٧٢٥، عن جابر بن سمرة رضی اللہ عنہ۔ [4] سنن ابي داود، كتاب الأدب، باب فی الرجل يجلس بين الرجلين بغير اذنهما، حديث: ٤٨٤٤، ٤٨٤٥؛ سنن الترمذي: ٢٧٥٢، عن عبدالله بن عمرو رضی اللہ عنہ۔

Marfat.com

ایک حدیث میں آپ ﷺ فرماتے ہیں: ''جب تم تین افراد ہو تو ایک کو چھوڑ کر دو باہم سرگوشی نہ کریں اس سے وہ غم میں مبتلا ہوگا۔'' 1

آپ فرماتے ہیں: ''اپنی جگہ سے اگر کوئی چلا جائے پھر وہاں لوٹے تو وہ اس جگہ کا زیادہ حقدار ہے۔'' 2

رسول اللہ ﷺ مجلس سے کھڑے ہوتے وقت یہ دعا پڑھتے تھے: ((سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَ اَتُوْبُ اِلَيْكَ)) ''اے اللہ تیری ذات پاک ہے اور تیری حمد کے ساتھ میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تجھ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور تیری ہی طرف رجوع کرتا ہوں۔'' آپ نے فرمایا: ''یہ مجلس کی باتوں کے لیے کفارہ ہے۔'' 3

مجلس میں کسی شخص کو اٹھا کر اس کی جگہ نہیں بیٹھنا چاہیے۔ 4

عام گزرگاہ پر مجلس جمانا ٹھیک نہیں ہے اگر ایسا ضروری ہو تو رسول اللہ ﷺ نے اس کی کچھ ہدایات دی ہیں: نظر نیچی رکھیں، تکلیف دہ چیزوں کو راستہ سے ہٹائیں، سلام کا جواب دیں، نیکی کا حکم کریں اور بری باتوں سے منع کریں، بھٹکے ہوؤں کو راستہ بتائیں اور مصیبت زدوں کی امداد کریں۔ 5

آپ نے ارشاد فرمایا: ''مجلسیں امانت داری کے ساتھ ہیں۔'' 6

---

1 صحیح البخاری، کتاب الاستئذان، باب اذا کانوا اکثر من ثلاثة...... حدیث: ٦٢٩٠؛ صحیح مسلم: ٢١٨٤، عن عبداللّٰه 2 صحیح مسلم، کتاب السلام، باب إذا قام من مجلسه ثم عاد، فهو أحق به، حدیث: ٢١٧٩، عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ 3 سنن ابي داود، کتاب الأدب، باب فی کفارة المجلس، حدیث: ٤٨٥٩، عن ابی برزة الاسلمی رضی اللہ عنہ 4 صحیح البخاری، کتاب الاستیذان، باب لا یقیم الرجل الرجل من مجلسه، حدیث: ٦٢٦٩؛ صحیح مسلم: ٢١٧٧، عن ابن عمر رضی اللہ عنہما 5 سنن ابي داود، کتاب الأدب، باب فی الجلوس بالطرقات، حدیث: ٤٨١٥، ٤٨١٦، ٤٨١٧، عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ نیز دیکھئے صحیح البخاری: ٦٢٢٩، ٢٤٦٥؛ صحیح مسلم: ٢١٢١۔ 6 دیکھئے: سنن ابي داود، کتاب الأدب، باب فی نقل الحدیث، حدیث: ٤٨٦٩؛ مسند احمد: ٣/ ٣٤٢، عن جابر بن عبداللّٰه رضی اللہ عنہ۔

Marfat.com

خلاصہ

☆ مجلس میں حاضر ہوتے وقت سلام ومصافحہ کی تعلیم دی جائے۔
☆ مجلس میں جہاں جگہ خالی ہو وہاں بیٹھ جائیں۔
☆ حلقے کے بیچ میں نہ بیٹھیں۔
☆ دو آدمیوں کے درمیان ان کی اجازت لے کر ہی بیٹھیں۔
☆ تین آدمی بیٹھے ہوں تو ایک کو چھوڑ کر آپس میں سرگوشی نہ کریں۔
☆ اپنی جگہ چھوڑ کر کوئی چلا جائے پھر آئے تو اس جگہ کا حقدار وہی ہے۔
☆ مجلس میں کسی کو اٹھا کر نہ بیٹھیں۔
☆ مجلس میں کسی کے دائیں بائیں نہ کھڑے ہوں کہ یہ طریقہ اسلام کے مزاج کے خلاف ہے۔
☆ راستوں پر مجلس نہ جمائیں، اگر لازمی ضرورت ہو تو اس سے متعلق آداب نبوی کا لحاظ رکھیں۔
☆ مجلس کے راز دوسروں سے نہ کہیں۔
☆ مجلس سے اٹھتے وقت مسنون دعا پڑھیں۔

Marfat.com

آدابِ ظرافت ومزاح

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ ﴾ [1]

''اے ایمان والو! لوگ ایک دوسرے کا مذاق نہ اڑائیں ہوسکتا ہے وہ ان سے بہتر ہوں۔''

خادم رسول حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ''میں شیفتگان لہو ولعب میں سے نہیں ہوں اور نہ اس کا مجھ سے کوئی تعلق ہے۔'' [2]

لہو ولعب کی کثرت انسان کو زندگی کے فرائض سے غافل کر دیتی ہے، وہ اللہ کی عبادت، اس کے احکامات کی بجا آوری اور معاشرے کی بھلائی کے لیے جدوجہد میں حصہ نہیں لے پاتا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مدرسۂ نبوت میں تربیت پائی تھی، وہ باہم ظرافت و مزاح کے تعلقات رکھتے تھے، لیکن جب زندگی کے فرائض کی ادائیگی کی بات آتی تو معلوم ہوتا کہ اس میدان کے مرد یہی ہیں۔ کثرت سے مزاح ولہو ولعب بچے کو مدرسے کے کاموں، اچھے اخلاق اور دیگر ذمہ داریوں سے بے پروا کرسکتی ہے اس لیے مربی کو اس کا ہمیشہ دھیان رکھنا چاہیے۔

اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم ککڑی سے ایک دوسرے کو مارتے تھے لیکن جب اثبات حق کی بات آتی تھی تو اس میدان کے مرد یہی لوگ ہوتے تھے۔ [3]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جو شخص زیادہ ہنستا ہے اس کا خوف کم ہو جاتا ہے اور جو شخص مزاح کو اپنا شغل بنالیتا ہے اسے ہلکا بنالیا جاتا ہے۔

---

[1] ٤٩/الحجرات: ١١۔ [2] الأدب المفرد: ٢٧٣، محدث البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ السلسلة الضعيفة: ٥/ ٤٦٩، حديث: ٢٤٥٣۔ [3] الأدب المفرد، باب المزاح، حديث: ٢٦٦، السلسلة الصحيحة: ١/ ١٧٧، حديث: ٢٣٦۔

Marfat.com

آپ ﷺ فرماتے ہیں: ''کوئی کسی کا سامان کھیل سے یا حقیقتاً نہ لے، جس نے کسی کی لاٹھی لی ہو اسے لوٹا دے۔'' [1]

خندق کے موقع پر زید بن ثابت مسلمانوں کے ساتھ مٹی ڈھو رہے تھے، اتنے میں انہیں نیند آ گئی، چنانچہ عمارہ بن حزم آئے اور انہوں نے ان کا ہتھیار اٹھا لیا جس کی انہیں خبر نہیں ہوئی، رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا۔

کچھ لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ مذاق اڑانے کے لیے کسی کے ساتھ ظرافت کرتے ہیں یا مذاق کے ساتھ کسی کی غیبت، تحقیر یا حرمت دین کے بگاڑ کا ارتکاب کرتے ہیں، ظاہر ہے یہ انتہائی بری اور حرام بات ہے۔ بہت سے لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ لوگوں کو ہنسانے اور اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے بیہودہ لطیفے اور قصے سناتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے، آپ فرماتے ہیں: ''ایسے لوگوں کے لیے تباہی ہے جو لوگوں کو ہنسانے کے لیے جھوٹی باتیں سناتے ہیں، ان کے لیے ویل ہے، ان کے لیے ویل ہے۔'' [2]

آپ ﷺ فرماتے ہیں: ''ایسا شخص اس وقت تک کامل ایمان والا نہیں ہو سکتا جب تک مذاق اور جھگڑے میں جھوٹ بولنا نہ چھوڑ دے خواہ وہ بجائے خود سچا ہو۔'' [3]

عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: غزوۂ تبوک میں مَیں آپ ﷺ کے پاس آیا، آپ چمڑے کے ایک چھوٹے سے خیمے میں ٹھہرے ہوئے تھے، میں نے سلام کیا، آپ نے جواب دینے کے بعد فرمایا: ''داخل ہو جاؤ۔'' میں نے کہا: کیا پورے جسم کے ساتھ داخل ہوں، آپ نے فرمایا: ''پورے جسم کے ساتھ''، چنانچہ میں داخل ہوا۔ [4]

---

[1] سنن ابي داود، كتاب الأدب، باب من يأخذ الشي، على المزاح، حديث: ٥٠٠٣؛ سنن الترمذي: ٢١٦٠۔ [2] سنن ابي داود، كتاب الأدب، باب التشديد في الكذب، حديث: ٤٩٩٠؛ سنن الترمذي: ٢٣١٥، عن بهز بن حكيم۔ [3] مسند احمد: ٣٦٤،٣٥٢/٢، صحيح الترغيب والترهيب: ٢٩٣٩۔ [4] سنن ابي داود، كتاب الأدب، باب ماجاء في المزاح، حديث: ٥٠٠٠؛ سنن ابن ماجه: ٤٠٤٢۔

Marfat.com

ایک بوڑھی عورت آپ کے پاس آئی، اس نے کہا: اللہ کے رسول دعا فرمایئے کہ اللہ مجھے جنت میں داخل کرے۔ آپ نے فرمایا: ''اے ام فلاں! جنت میں تو کوئی بڑھیا نہیں جائے گی، بڑھیا روتی ہوئی واپس جانے لگی، آپ نے فرمایا: ''اسے بتاؤ کہ بڑھیا کی شکل میں وہ جنت میں داخل نہ ہوگی، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ إِنَّآ أَنشَأْنَٰهُنَّ إِنشَآءً ۝٣٥ فَجَعَلْنَٰهُنَّ أَبْكَارًا ۝٣٦ عُرُبًا أَتْرَابًا ۝ ﴾ [1]

''ان کو ہم نئی خلقت عطا کریں گے اور انہیں باکرہ بنائیں گے، اپنے شوہروں کو محبوب رکھنے والیاں ہم عمر۔''

خلاصہ

☆ بچے کو کثرتِ مزاح سے بچایا جائے۔
☆ مزاح سے کسی کی ایذا رسانی مقصود نہ ہو۔
☆ مذاق میں جھوٹی بات نہ کہے۔
☆ فرائض وواجبات سے غافل نہ ہونے دیا جائے۔
☆ ظرافت میں بامعنی بات کہنے کی تربیت دی جائے۔

---

[1] ٥٦/الواقعہ: ٣٥، ٣٧۔ شمائل ترمذی: ٢٤١۔

Marfat.com

استاد کے حقوق

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ''جو شخص ہمارے بڑوں کی عزت نہ کرے، ہمارے چھوٹوں پر شفقت ورحم نہ کرے اور ہمارے عالم کا مقام اور حق نہ پہچانے وہ ہماری امت میں نہیں ہے۔'' [1]

آپ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: ''علم سیکھو اور علم کے لیے سکون و وقار اختیار کرو اور اساتذہ سے تواضع برتو۔'' [2] ایک حدیث میں آپ کا ارشاد ہے: ''تین طرح کے اشخاص کی عزت صرف منافق نہیں کرتا ہے: مسلمان بوڑھا، عالم، اور عدل پرور امیر۔'' [3]

آپ ﷺ فرماتے ہیں: ''اے اللہ مجھے وہ زمانہ نہ ملے جس میں عالم کی پیروی نہ کی جائے گی، متحمل اور بردبار سے شرم نہ کھائی جائے گی، اس دور کے لوگوں کے دل عجمیوں کی طرح اور زبانیں عربوں کی طرح ہوں گی۔'' [4]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے انتہائی بلند رتبہ ہونے کے باوجود زید بن ثابت انصاری کی رکابت تھامی اور کہا: ہمیں اپنے علماء کے ساتھ ایسا ہی کرنے کا حکم ہے۔ علامہ غزالی لکھتے ہیں کہ علم تواضع اور اطاعت شعاری ہی سے حاصل ہو سکتا ہے۔ خلیفہ مہدی کا ایک لڑکا شریک رحمہ اللہ کے پاس آیا، اس نے دیوار سے ٹیک لگا لی پھر ایک حدیث کے متعلق اس سے پوچھا، لیکن وہ متوجہ نہیں ہوئے۔ اس نے دوبارہ پوچھا، لیکن پھر جواب نہیں دیا، لڑکے نے کہا: خلیفہ کے لڑکوں کو آپ قدر بے وزن سمجھتے ہیں؟ شریک نے کہا: نہیں بلکہ اللہ کے نزدیک علم اس سے کہیں بلند ہے کہ میں اسے ضائع کردوں۔

---

[1] مسند احمد: ٥/ ٣٢٣، عن عبادة بن الصامت، والسلسلة الصحیحة: ٥/ ١٢٣، حدیث: ٢١٩٦۔ [2] محدث البانی نے اسے ضعیف قرار دیا ہے السلسلة الضعیفة: ٤/١١٣۔ حدیث: ١٦١٠۔ [3] محدث البانی نے اسے منکر قرار دیا ہے، ضعیف الترغیب والترهیب: ١/ ٥٨، حدیث: ٨٣، عن ابی امامة؛ السلسلةالضعیفة: ٧/ ٢٤٤، حدیث: ٣٢٤٩۔ [4] مسند احمد: ٥/ ٣٤٠، عن سهل بن سعد رضی اللہ عنہ، محدث البانی نے اسے ضعیف کہا ہے، السلسلة الضعیفة: ٣/ ٥٥١، حدیث: ١٣٧١۔

Marfat.com

بڑوں کے حقوق

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ''جس نوجوان نے کسی بوڑھے کی اس کی درازیٔ عمر کے سبب سے عزت کی اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایسے شخص کو متعین کرے گا جو بڑھاپے کے وقت اس کی عزت کرے۔'' [1]

آپ ﷺ فرماتے ہیں: ''جو شخص ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور بڑوں کا حق نہ سمجھے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔'' [2]

آپ کا ارشاد ہے: ''اللہ کی تعظیم میں سے یہ بھی ہے کہ مسلمان بوڑھے کی عزت کی جائے، اس حامل قرآن کی عزت کی جائے جو اس کے متعلق تکبر کرنے والا اور اسے چھوڑنے والا نہ ہو، ایسے سلطان کی عزت کی جائے جو انصاف پسند ہو۔'' [3]

آپ ﷺ فرماتے ہیں: ''میں نے خواب میں دیکھا کہ مسواک کر رہا ہوں، اتنے میں دو آدمی آئے، میں نے مسواک چھوٹے آدمی کو دے دی، مجھ سے کہا گیا کہ ''بڑے کو'' چنانچہ میں نے بڑے شخص کو دے دی۔'' [4]

رسول اللہ ﷺ نماز کے وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کندھے پکڑ کر فرمایا کرتے تھے: ''برابر ہو جاؤ، کج نہ ہو ورنہ تمہارے دل کج ہو جائیں گے اور مجھ سے عقل وشعور والے لوگ قریب رہیں، پھر جوان کے بعد ہیں اور پھر وہ لوگ جو ان کے بعد ہیں۔'' [5]

---

[1] سنن الترمذی، کتاب البر والصلة، باب ماجاء فی إجلال الکبیر، حدیث: ۲۰۲۲۔ [2] سنن ابي داود، کتاب الأدب، باب فی الرحمة، حدیث: ۴۹۴۳۔ [3] سنن ابي داود، کتاب الأدب، باب تنزیل الناس منازلهم، حدیث: ۴۸۴۳۔ [4] صحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب دفع السواك إلى الأکبر، حدیث: ۲۴۶؛ صحیح مسلم: ۲۲۷۱، عن ابن عمر رضی اللہ عنہ۔ [5] صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب تسویة الصفوف واقامتها...... حدیث: ۴۳۲۔

Marfat.com

جھوٹ بولنے سے روکنا

صداقت تمام پیغمبروں، صحابہ اور صلحائے امت کی سیرت وکردار کا خمیر ہے، صحابہ رسول کو دنیا کا سب سے بے نفس گروہ جو تسلیم کیا جاتا ہے اس کی وجہ ان کے قول کی سچائی، دل کی صداقت اور عمل کی راستی ہے۔ جھوٹ اللہ، رسول اور صحابہ کو حد درجہ ناپسند ہے، دنیا میں کامیاب زندگی اور اخروی کامیابی کے لیے سچائی کی پابندی اور جھوٹ سے گریز ہر کام سے اہم ہے۔ اس لیے مربی ہمیشہ یہ خیال رکھے کہ بچے کے سامنے کبھی جھوٹ نہ بولے، خواہ کھیل و تفریح، مذاق، کسی کام کی ترغیب، رونے سے چپ کرانے یا بچے کا غصہ اتارنے کا موقع ہو یا کوئی اور موقع۔

حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ایک بار میری ماں نے مجھے بلایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر میں بیٹھے تھے، ماں نے مجھ سے کہا: آؤ میں تمہیں ایک چیز دیتی ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری والدہ سے فرمایا: ''تم اسے کیا دینا چاہتی ہو؟'' والدہ نے کہا: کھجور دینا چاہتی ہوں، آپ نے فرمایا: ''اگر تم اسے کچھ نہیں دوگی تو تمہارے نام ایک جھوٹ لکھا جائے گا۔'' [1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص نے کسی بچے سے کہا: آؤ یہ لو ایک چیز، پھر اسے کچھ نہ دے تو یہ جھوٹ ہے۔'' [2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''یہ بہت بڑی خیانت ہے کہ تم اپنے کسی بھائی سے جھوٹی بات کہو جب کہ وہ تمہاری تصدیق کرتا ہے۔'' [3]

آپ فرماتے ہیں: ''جھوٹ سے پرہیز کرو، جھوٹ کا راستہ خطاؤں سے ملتا ہے اور

---

[1] سنن ابي داود، كتاب الأدب، باب في التشديد في الكذب، حديث: ٤٩٩١، عن عبداللّٰه بن عامر رضی اللہ عنہ؛ السلسلة الصحيحة: ٢/ ٣٨٤، حديث: ٧٤٨۔ [2] مسند احمد: ٢/ ٤٥٢ عن ابى هريرة رضی اللہ عنہ؛ السلسلة الصحيحة: ٢/ ٣٧٣، حديث: ٧٤٨۔ [3] سنن ابي داود، كتاب الأدب، باب فى المعاريض، حديث: ٤٩٧١، عن اسيد الحضرمى رضی اللہ عنہ۔ محدث البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف کہا ہے۔

Marfat.com

خطائیں آدمی کو جہنم کی طرف لے جاتی ہیں، جو شخص برابر جھوٹ بولتا رہتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔'' [1]

آپ ﷺ فرماتے ہیں: ''تین طرح کے لوگوں سے بروز قیامت اللہ کلام نہیں کرے گا، نہ انہیں پاک کرے گا اور نہ ان کی طرف دیکھے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا: زنا کار بوڑھا، جھوٹا بادشاہ، مغرور فقیر۔'' [2]

آپ فرماتے ہیں: ''جس میں چار باتیں پائی جائیں وہ خالص منافق ہوگا اور جس میں ان میں سے ایک خصلت ہو تو اس میں نفاق کی ایک خصلت ہے یہاں تک کہ اسے ترک کر دے اور وہ یہ ہیں: کوئی اس کے پاس امانت رکھے تو اس میں خیانت کرے، جب بات چیت کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو مکر جائے، جب جھگڑے تو گالی بکے۔'' [3]

مربی بچے کے سامنے اگر صالح نمونہ نہیں پیش کر سکے گا اور جھوٹ سے پرہیز نہیں کرے گا تو بچے پر اس کا کامل عکس آجائے گا، اس میں قبیح عادتیں جڑ پکڑ لیں گی، بچہ اس کے اقوال پر اعتماد کرنا چھوڑ دے گا اور اس کی نصیحتوں کا اس کے اوپر کوئی اثر نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ ﴾ [4]

''اے ایمان لانے والو اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو۔''

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ .... أُولَٰئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ﴾ [5]

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب ماينهى عن الكذب، حديث: ٦٠٩٤؛ صحيح مسلم: ٢٦٠٧۔ [2] صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان غلظ تحريم إسبال الإزار...... حديث: ١٠٧۔ [3] صحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب علامات النفاق، حديث: ٣٤،صحيح مسلم: ٥٨۔ [4] ٩/التوبة: ١١٩۔ [5] ٢/البقرة: ١٧٧۔

Marfat.com

''نیکی یہی نہیں کہ (نماز میں) اپنا منہ مشرق یا مغرب کی طرف کرو بلکہ نیکی تو ان کی ہے جو اللہ، روز آخرت، فرشتوں، آسمانی کتابوں اور پیغمبروں پر ایمان لائے...... یہی لوگ ہیں جو سچے نکلے اور یہی ہیں پرہیزگار۔''

اس آیت پاک میں اللہ تعالیٰ نے پہلے ایمان کی سچائی، پھر درست اعمال اور پھر آزمائش میں پورا اترنے والوں کو ''سچا'' کہا ہے۔

رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: ''سچ بولنے سے بھلائی کا راستہ ملتا ہے، بھلائی آدمی کو جنت میں داخل کرتی ہے اور جو آدمی سچ بولنا اپنی عادت بنا لیتا ہے وہ صدیق ہو جاتا ہے۔'' [2]

---

[1] صحيح البخاری، كتاب الأدب، باب ما ينهى عن الكذب، حديث: ٦٠٩٤؛ صحيح مسلم: ٢٦٠٧، عن عبدالله رضی اللہ عنہ۔

Marfat.com

چوری

چوری انتہائی قبیح عادت ہے، بچوں کا اس سے سابقہ یا تو ساتھ کھیلنے والوں یا مدرسے میں ہوتا ہے، بچوں کی کوئی چیز چوری ہو جائے تو ان کا اضطراب ناقابل بیان ہوتا ہے، یہ قبیح عادت انسان کے لیے بڑی تکلیف دہ ہے، اس لیے بچوں کو اس سے محفوظ رکھنے کے لیے ابتدا ہی سے خیال رکھنا چاہیے۔

ایک صحابی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں بچپن میں انصارِ مدینہ کے کھجور کے باغ میں ڈھیلے مار کر کھجوریں گراتا تھا، ایک بار لوگ مجھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے گئے، آپ نے پوچھ گچھ کی اور فرمایا: ''ڈھیلے مت مارو، زمین پر گری ہوئی کھالیا کرو۔'' اس کے بعد آپ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعا دی۔ [1]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قانون جاری کیا کہ دودھ میں پانی ملانا جرم ہے، ایک رات ایک ماں بیٹی سے دودھ میں پانی ملانے کو کہتی ہے، بیٹی ماں کو فرمان عمر کی یاد دلاتی ہے، ماں کہتی ہے رات کی اس تنہائی میں عمر ہیں کہاں دیکھ رہے ہیں؟ بیٹی جواب دیتی ہے اگر عمر نہیں تو ان کا رب تو ہمیں دیکھ رہا ہے۔

ایک شرعی عدالت نے ایک چور کا ہاتھ کاٹنے کا فیصلہ سنایا، چور نے بلند آواز سے کہا: میرے ہاتھ سے پہلے میری ماں کی زبان کاٹ لو، میں نے پہلی بار اپنے پڑوسی کا انڈا چرایا تھا لیکن میری ماں نے لوٹانے کا حکم دینے کے بجائے کہا: الحمد للہ میرا بیٹا اب جوان ہو گیا، اگر میری ماں نے میرے اولین جرم کی تعریف نہ کی ہوتی تو میں معاشرے میں چور نہ بنتا۔ [2]

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مکہ کی طرف جا رہے تھے، راستے میں ایک چرواہا ملا، انھوں

---

[1] سنن ابي داود، كتاب الجهاد، باب من قال إنه يأكل مماسقط حديث: ٢٦٢٢، عن رافع بن عمرو الغفاري۔ محدث البانی نے اسے ضعیف کہا ہے، ارواء الغليل: ٨/ ١٥٨، حديث: ٢٥١٨۔ [2] اخلاقنا الاجتماعية للسباعی۔

Marfat.com

نے بطور آزمائش فرمایا: ایک بکری میرے ہاتھ بیچ دو، چرواہے نے کہا میں تو غلام ہوں مالک نہیں ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہہ دینا بھیڑیا کھا گیا، چرواہے نے کہا لیکن اللہ موجود ہے، حضرت عمر اس جواب سے آبدیدہ ہو گئے، غلام کے ساتھ گئے اور اسے مالک سے خرید کر آزاد کر دیا اور کہا تمہاری اس بات نے تمہیں دنیا میں آزاد کر کیا اور مجھے امید ہے کہ آخرت میں بھی آزاد کرے گی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب چوری کرتا ہے تو صاحب ایمان نہیں رہ جاتا۔'' [1]

چوری کئی اعتبار سے انتہائی بری عادت ہے، ایک تو یہ کہ چور ایک آدمی کی محنت کی جائز کمائی کو بلا محنت کے اچک لیتا ہے، دوسرے یہ کہ اللہ کے ناظر ہونے کا اعتقاد مومن ہونے کے لیے ضروری ہے اور چور میں یہ یقین نہیں ہے، اور اگر ہے بھی تو نہ ہونے کے برابر ہے، اسی لیے اسلام نے چوری کرنے والوں کے ہاتھ کاٹ دینے کا حکم دیا ہے۔ [2]

قبیلہ مخزوم کی ایک عورت کی عادت تھی کہ عاریتاً کوئی چیز کسی سے لیتی پھر انکار کر دیتی تھی، آپ کی خدمت میں اس کا مقدمہ پیش ہوا تو آپ نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا، لیکن چونکہ معزز قبیلے کی عورت تھی اس لیے بڑے اہم لوگوں نے اس کے لیے سفارش کی، آپ نے فرمایا: ''گزشتہ قومیں اسی کے سبب سے برباد ہوئیں کہ جرم پر کمزروں کو سزا دیتی تھیں اور معزز لوگوں کو چھوڑ دیتی تھیں، واللہ اگر فاطمہ بنت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے چوری کی ہوتی تو میں اس کا ہاتھ کاٹتا۔'' [3]

[1] ~~صحیح البخاری، کتاب الحدود، باب السارق حین یسرق، حدیث: ۶۷۸۲،~~ ۶۸۰۹، عن ابن عباس رضی اللہ عنہ؛ صحیح مسلم: ۵۷، عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ۔

[2] ۵/المائدة: ۶۔ [3] صحیح البخاری، کتاب الحدود، باب کراهیة الشفاعة.....حدیث: ۶۷۸۸؛ صحیح مسلم: ۱۶۸۸، عن عائشة رضی اللہ عنہا۔

Marfat.com

گالی گلوچ

جس معاشرے میں اسلامی تربیت، قرآنی اخلاق اور سیرت نبی کریم ﷺ کا چلن نہیں ہوتا وہاں بچوں میں یہ عادت ناگفتہ بہ حد تک عام ہوتی ہے، اس کے لیے سب سے ضروری بات یہی ہے کہ مربی خود کو بچے کے لیے ایک نمونے کی حیثیت سے رکھے، اس کی زبان سے گالی کے کلمات، فحش الفاظ اور متبذل گفتگو ظاہر نہیں ہونی چاہیے اس لیے کہ بچہ لازمی طور پر انہی الفاظ کو دہرا کر مشق کرنے لگتا ہے جس کا انجام برا ہوتا ہے۔ نیز مربی کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ بچے کو برے ساتھیوں سے حتی الامکان محفوظ رکھے تا کہ ان کی بری عادات اس میں سرایت نہ کریں۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ''مسلمان کو گالی دینا بددینی ہے اور اس سے جنگ و جدل کرنا کفر ہے۔'' [1]

آپ ﷺ فرماتے ہیں: ''عظیم ترین کبائر گناہوں میں سے یہ ہے کہ آدمی اپنے والدین کو برا بھلا کہے۔'' لوگوں نے کہا: اللہ کے رسول! کس طرح کوئی والدین کو ایسا کہہ سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''ایک شخص دوسرے کے باپ کو یا ماں کو گالی دیتا ہے اس کے بدلے میں وہ اس کے باپ اور ماں کو گالی دیتا ہے۔'' [2]

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''لوگ جہنم میں منہ کے بل اپنی زبان کی کمائیوں کے سبب سے ڈالے جائیں گے۔'' [3]

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الإیمان، باب خوف المؤمن من أن یحبط..... ح: ٤٨، ٦٠٤٤، ٧٠٧٦؛ صحیح مسلم: ٦٤، عن عبداللّٰه بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ [2] صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب لا یسب الرجل والدیه، حدیث: ٥٩٧٣، نیز دیکھیے صحیح مسلم: ٩٠، عن عبداللّٰه بن عمرو رضی اللہ عنہ۔ [3] سنن الترمذی، کتاب الإیمان، باب ماجاء فی حرمة الصلاة، حدیث: ٢٦١٦، عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ۔

Marfat.com

آپ کا فرمان ہے: ''مومن نہ طعنہ زن ہوتا ہے، نہ لعنت گر، نہ فحش گو اور نہ حیا فروش۔'' [1]

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ﴾ [2]

''اللہ تعالیٰ بری بات پکار کر کہنے کو پسند نہیں کرتا مگر جس پر ظلم ہوا ہو۔ (وہ ظلم کو واشگاف انداز میں کہہ سکتا ہے)۔''

نیز ارشاد ہے:

﴿لَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾ [3]

''اور اللہ کے سوا جن معبودوں کو یہ پکارتے ہیں ان کو برا نہ کہو کہ یہ بھی نادانی سے بڑھ کر اللہ کو برا کہہ بیٹھیں گے۔''

آپ کی خدمت میں ایک بار کچھ یہودی آئے اور سلام کے بجائے السام علیکم (تم پر موت آئے) کہا۔ حضرت عائشہ نے جواب میں کہا: تم کو موت آئے اور اللہ کی لعنت اور غضب تم پر اترے، آپ نے فرمایا: ''عائشہ نرمی برتو سختی اور بدگوئی سے پرہیز کرو۔'' [4]

---

[1] سنن الترمذی، کتاب البر والصلة، باب ماجاء فی اللعنة، حدیث: ١٩٧٧؛ مسند احمد: ١ ٤٠٥، عن عبداللّٰه بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ [2] ٤/النساء: ١٤٨۔
[3] ٦/الانعام: ١٠٨۔ [4] صحيح البخاری، کتاب الأدب، باب الرفق فی الأمر كله، حديث: ٦٠٢٤، ٦٠٣٠؛ صحيح مسلم: ٢١٦٥، عن عائشة رضی اللہ عنہا۔

Marfat.com

بے جا عیش وتنعم

سادگی، محنت کشی اور جفا طلبی مومن کا شعار ہے، عیش وتنعم میں زندگی بسر کرنے والے نہ خدا کا حق ادا کر پاتے ہیں نہ اپنے اقرباء اور جملہ انسانوں کا، انہیں عیش زندگی اس قدر عزیز ہو جاتا ہے کہ آخرت کی نعمتوں کی خواہش یا اللہ کی گرفت کا ڈر ختم ہو جاتا ہے، عیش فراواں کے سبب ان کی زندگی تمام حیثیتوں سے ناکام اور بے مقصد بن کر رہ جاتی ہے، اسی لیے ہمارے مربی اول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے ہدایت فرمائی ہے:

''مسلمانو! خود کو عیش تنعم سے محفوظ رکھو اس لیے کہ اللہ کے بندے عیش پسند نہیں ہوتے۔'' (1)

حضرت عمر بن خطاب نے فارس میں مقیم مسلمانوں کو لکھا تھا کہ خود کو عیش فراواں اور اہل شرک کے لباس فاخرہ سے محفوظ رکھو۔ (2)

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ''جفاکشی اور سادگی میں خود کو اپنے جد اعلی معد بن عدنان سے منسوب کرو اور سادگی و جفاکشی کو اپناؤ اور تیراندازی سیکھو۔'' (3)

آپ ﷺ ایک غزوہ سے تشریف لائے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آپ کے استقبال میں دروازے پر پردہ لگایا اور حسن وحسین رضی اللہ عنہما کو چاندی کے کنگن پہنائے، رسول اللہ ﷺ یہ سب دیکھ کر ملاقات کیے بغیر واپس آ گئے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو معلوم ہوا تو پردہ اتار دیا اور بچوں کے ہاتھ سے کنگن نکال دیئے، دونوں روتے ہوئے آپ کے پاس آئے۔

---

(1) مسند احمد: ٥/ ٢٤٣، عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ؛ السلسلة الصحيحة: ١/ ٧٦، حديث: ٣٥٣۔ (2) صحيح البخاری، كتاب اللباس، باب لبس الحرير وافتراشه...... حديث: ٥٨٢٨، ٥٨٢٩، ٥٨٣٠؛ صحيح مسلم: ٢٠٦٩، عن ابي عثمان رحمہ اللہ۔ (3) المعجم الاوسط للطبرانی: ٧/ ٣٦، حديث: ٦٠٥٨؛ عن القعقاع بن أبي صدرد الاسلمی، محدث البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف کہا ہے؛ السلسلة الضعيفة: ٧/ ٤٢٦، حديث: ٣٤١٧۔

Marfat.com

آپ نے فرمایا: ''میرے اہل بیت کو اس آرائش دنیا سے کیا واسطہ۔'' آپ نے فرمایا: ''فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے بازار سے عصیب کا ہار اور ہاتھی دانت کے کنگن خرید لاؤ۔'' [1]

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ ایک بار ایک عمدہ عربی کھانا کھا کر آئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے انہوں نے ڈکار لی تو آپ نے ان سے فرمایا: ''دنیا میں جو شخص جتنا ہی زیادہ شکم سیر رہے گا آخرت میں اتنا ہی زیادہ بھوکا رہے گا۔'' اس کے بعد سے فاقہ کرنا بھی انہوں نے اپنی زندگی کا ایک جز بنا لیا۔ [2]

---

[1] سنن ابي داود، كتاب الترجل، باب الانتفاع بالعاج، حديث: ٤٢١٣؛ مسند احمد: ٥/ ٢٧٥؛ السنن الكبرى للبيهقي: ١/٢٦، عن ثوبان رضی اللہ عنہ۔

[2] المعجم الاوسط للطبراني: ٩/ ٤٢٨، حديث: ٨٩٢٤، ٤/ ٤٤٨، حديث: ٣٧٥٨، نیز دیکھیے: سنن الترمذي: ٢٤٧٨۔

Marfat.com

موسیقی اور فحش گیتوں سے پرہیز

موجودہ دور میں مسلم معاشرے اور نئی نسل کو بگاڑ کی راہ پر لگانے میں فلم، ریڈیو، ویڈیو، ٹیلی ویژن وغیرہ ذرائع سے نشر ہونے والے گانوں، فلموں اور موسیقی کا بہت بڑا ہاتھ ہے، اہل ہوس سے یہ ذرائع دنیا کے گوشے گوشے میں عام کر دیئے ہیں، لیکن باطل کے آگے صلح کر لینا مومن کا شیوہ نہیں، ہمیں اپنے بچوں کو ان چیزوں سے بہر صورت دور رکھنا چاہیے اور ان کی مسرت وشادمانی کے لیے دیگر جائز وسائل اختیار کرنے چاہئیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ وَّ يَتَّخِذَهَا هُزُوًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝ ﴾ [1]

”اور لوگوں میں ایسے بھی ہیں جو واہیات اور خرافات باتیں خریدتے ہیں تاکہ محض جہالت کے ساتھ لوگوں کو اللہ کے راستے سے بھٹکا دیں اور راہ خدا کو ہنسی و مزاق سمجھیں، ایسے لوگوں کے لیے ذلت کا عذاب ہے۔“

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ”میری امت کے کچھ لوگ شراب پئیں گے اور اس کا نام بدل دیں گے، ان کے سروں پر آلات طرب بجائے جائیں گے اور گانے والیاں گائیں گی، اللہ تعالیٰ انہیں زمین میں دھنسا دے گا اور ان میں سے بعض کو بندر اور خنزیر بنا دے گا۔“ [2]

ایک حدیث میں آپ نے فرمایا: ”میری امت میں کچھ لوگ زنا، ریشم، شراب اور ساز کو حلال کرلیں گے۔“ [3]

---

[1] ۳۱/لقمان: ٦۔ [2] سنن ابن ماجه، كتاب الفتن، باب العقوبات، حديث: ٤٠٢٠، عن ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ۔ [3] صحيح البخاری، كتاب الاشربة، باب ماجاء فيمن يستحل الخمر...... حديث: ٥٥٩٠، عن ابی مالك الاشعری رضی اللہ عنہ۔

Marfat.com

آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''جو شخص کسی گانے والی کے پاس بیٹھ کر اس کا گیت سنے گا، قیامت میں اللہ تعالیٰ اس کے کان میں پگھلا ہوا سیسا پلائے گا۔'' [1]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''جو شخص موسیقی سنے گا جنت میں اسے روحانیوں کی آواز سننے کی اجازت نہ دی جائے گی۔'' [2]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: ''اللہ عزوجل نے مجھے رحمت اور سارے جہان والوں کے لیے ہدایت بنا کر بھیجا ہے، مجھے حکم دیا ہے کہ سازوں، باجوں شرابوں اور ان بتوں کو کہ جاہلیت میں جن کی پرستش ہوتی رہی ہے مٹادوں۔'' [3]

ریڈیو، ٹیلیویژن اور ٹیپ ریکارڈ وغیرہ کا استعمال اگر بھلائی، علم، دین اور آداب شریعت کے لیے ہو تو یہ خدائی نعمت ہیں جن سے سننے والے فائدہ اٹھا سکتے ہیں، لیکن آج کی عیش و عشرت میں ڈوبی ہوئی دنیا ان کا استعمال اخلاق واقدار کی پامالی، شہوت انگیزی، بے دینی اور برائیوں کے پھیلاؤ کے لیے کر رہی ہے، اس لیے ظاہر ہے ان کے سننے والے ان سے کیا سیکھیں گے۔

فحش اور شہوت انگیز باتیں جب سحر انگیز موسیقی کے ساتھ گیتوں کے روپ میں کان میں پڑتی ہیں تو چھوٹے بچے کے ایمان واخلاق کی نازک سی دنیا میں ایک ہیجان پیدا ہوتا ہے، وہ لاشعوری طور پر آداب وتربیت اسلام کی حلاوت کی جگہ ان فحش باتوں میں مٹھاس محسوس کرنے لگتا ہے اور آہستہ آہستہ اس کی بات چیت اور عمل میں ان گیتوں اور گندے افعال کے آثار نمایاں بلکہ غالب ہو جاتے ہیں، نہ صرف یہ کہ مربی کی اب تک کہ ساری تربیتی محنتوں پر پانی پھر جاتا ہے، بلکہ آئندہ کے لیے بھی بچہ اس کے ہاتھ سے نکل جاتا ہے اور اسے کف افسوس ملنا پڑتا ہے۔ اس لیے مربی کو اس سلسلے میں زبردست احتیاط کی ضرورت ہے۔

---

[1] تاریخ دمشق لا بن عساکر: ٥١/ ٢٦٣، عن انس رضی اللہ عنہ محدث البانی رحمہ اللہ نے اسے باطل کہا ہے؛ السلسلة الضعيفة: ١٠/ ٥٢، حديث: ٤٥٤٩۔ [2] نوادر الاصول فی معرفة أحاديث الرسول للحكيم الترمذی: ٣/ ٢٨٥، ح: ٦٩٥، عن ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ، محدث البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ ضعيف الجامع الصغير و زيادته: ٥/ ١٦٣، حديث: ٥٤١٧۔ [3] مسند احمد: ٥/ ٢٥٧، عن ابی امامة۔

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: اخیر زمانے میں میری امت کا ایک گروہ سور اور بندر بنا دیا جائے گا۔" لوگوں نے پوچھا: کیا وہ مسلمان ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: "ہاں، وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت دیتے ہوں گے اور روزے بھی رکھتے ہوں گے۔" لوگوں نے پوچھا: ان کے حالات کیسے ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: "انہوں نے آلات طرب، مغنیات اور ساز باجے لے رکھے ہوں گے، شراب پیتے ہوں گے، ایک بار اسی لہو ولعب اور شراب و کیفی میں رات گزاریں گے صبح کو جب بیدار ہوں گے تو انہیں مسخ کیا جا چکا ہو گا۔" [1]

آپ فرماتے ہیں: "میری امت میں جب پندرہ باتیں پیدا ہو جائیں گی تو اس میں آفت گھر کرلے گی، زکوۃ تاوان بن جائے گی، آدمی اپنی بیوی کی اطاعت اور ماں کی نافرمانی کرنے لگے گا، دوست سے بہتر سلوک کرے گا اور باپ پر ظلم کرے گا، مسجدوں میں آوازیں بلند ہوں گی، قبیلہ کی سرداری فاسق شخص کرے گا، قوم کا سردار رذیل شخص ہوگا، آدمی کے شر کے ڈر سے اس کی عزت کی جائے گی، شراب پی جائے گی، ریشم پہنا جائے گا، مغنیات اور ساز رکھے جائیں گے اور اس امت کے اخیر کے لوگ اولین لوگوں پر لعنت کریں گے، ایسے وقت میں انہیں سرخ آندھی یا زمین میں دھنس جانے یا چہرے مسخ ہو جانے کا انتظار کرنا چاہیے۔" [2]

سخت محنت کے موقع پر یا لمبے سفر کے وقت رجز اور حدی خوانی یا لوری یا شادی کے موقع پر عورتوں کے ایسے گیت جو فحاشی اور تشبیب اور تغزل سے پاک ہوں اور جنہیں مرد نہ سنیں بغیر کسی باجے اور ساز کے گائے جا سکتے ہیں، مسجد نبوی کی تعمیر اور خندق کی کھدائی میں رسول اللہ ﷺ اور صحابہ نے رجز گایا تھا۔

---

[1] سنن ابن ماجه، كتاب الفتن، باب العقوبات، حديث: ٤٠٢٠؛ صحيح ابن حبان: ٨/ ٢٦٦، حديث: ٦٧٢١، عن ابى مالك الاشعرى رضی اللہ عنہ۔ [2] سنن الترمذی، كتاب الفتن، باب علامة حلول المسخ والخسف، حديث: ٢٢١٠ عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔ محدث البانی نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

Marfat.com

راستے کے آداب

اسلام نے اس سے متعلق کچھ ضروری ہدایات دی ہیں، مربی بچے کو ان آداب کا پابند کرے، اسے بتائے کہ گھر سے مدرسہ کے لیے جاتے ہوئے یا کسی تقریب اور ضرورت کے لیے نکلتے ہوئے اپنے جوتے موزے وغیرہ دائیں سے پہننے کی ابتداء کرے، تمام ضروری کاموں سے فراغت کے بعد گھر سے نکلے تو یہ دعا پڑھے۔

((بِسْمِ اللّٰهِ، تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ))

''اللہ تیرے لیے کافی ہے، تجھے ہدایت، حفاظت دی گئی، تجھے محفوظ کیا گیا اور شیطان سے دور کیا گیا۔''

بچے کو سکھلایا جائے کہ راستے میں سلامتی اور نرمی سے چلے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا۝﴾ [2]

''رحمٰن کے نیک بندے وہ لوگ ہیں جو زمین پر عاجزی سے چلتے ہیں اور جاہل لوگ جب ان کا سامنا کرتے ہیں تو سلام کہتے ہیں۔''

راستے میں جب کسی سے ملاقات ہو تو سلام کرنا سکھایا جائے، خواہ بچہ اسے پہچانتا ہو یا نہ پہچانتا ہو، نیز یہ کہ اپنے کسی ساتھی سے ملے تو اس سے مصافحہ کرے۔

بچے کو سکھایا جائے کہ راستے میں سواریوں سے بچ کر چلے، بیچ راستے کے بجائے کنارے سے چلے، نیز ہر طرح کی مضرت رساں چیز سے بچے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ﴾ [3]

''اپنے ہاتھ ہلاکت میں مت ڈالو۔''

---

[1] سنن ابی داود، کتاب الأدب، باب ما یقول إذا خرج من بیتہ، حدیث: ٥٠٩٥؛ سنن الترمذی: ٣٤٢٦، عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔

[2] ٢٥/الفرقان: ٦٣۔ [3] ٢/البقرة: ١٩٥۔

Marfat.com

اسے سکھایا جائے کہ راستے میں اگر کوئی تکلیف دہ چیز پڑی ہو (پتھر، کانٹے دار شاخ، چھلکے جن سے پھسل کر گرنے کا اندیشہ ہو) تو اسے ہٹا دے کہ یہ بھی ایمان کا ایک جز ہے۔ [1]

آپ ﷺ فرماتے ہیں: ''راستے میں بیٹھنے سے پرہیز کرو۔'' لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! راستے کی مجلسوں میں ہم باہم گفتگو کرتے ہیں جس کے بغیر چارہ نہیں، آپ نے فرمایا: ''اگر ایسا ہی ہے تو راستے کا حق دو۔'' لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! راستے کا حق کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''نگاہ پست رکھنا، تکلیف دینے سے باز رہنا، سلام کا جواب دینا، بھلائیوں کا حکم کرنا اور برائیوں سے روکنا۔'' [2]

حلال وحرام کی تعلیم

پانچ چھ سال کی عمر کے بعد بچے کا دائرہ مختلف پہلوؤں سے وسیع ہو جاتا ہے، وہ والدین اور اپنے گھر سے گھنٹوں دور رہ سکتا ہے، نئے نئے بچوں سے میل ملاپ بڑھتا ہے، نئی نئی چیزوں سے سابقہ پیش آتا ہے، تجسس کی طاقت پہلے سے طاقتور ہو جاتی ہے، معلومات میں ضبط پیدا ہونے لگتا ہے، اپنا کام خود کرنے کا حوصلہ ابھرتا ہے، اپنی بات دوسروں سے کہہ سکتا اور دوسروں کی بات کو سمجھ سکتا ہے، باوجود یہ کہ مکتب میں کتاب کی مدد سے وہ اسلامی آداب واحکامات کو نہیں پڑھ سکتا ہے لیکن زبانی طور پر مختلف مواقع کے آداب واحکام کو سن کر یاد کر سکتا ہے، اس لیے مربی عمر کے اس مرحلے میں بچے کو ان چیزوں کے حلال وحرام ہونے کی تعلیم دے، لیکن اس بات کا خیال لازم ہے کہ یہ تعلیم قصے کہانیوں اور امثال کے اسلوب میں ہو، ورنہ پورا اندیشہ ہوتا ہے کہ بچہ ان مسائل سے کوئی دلچسپی نہ لے۔

رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: اللہ کی اطاعت کے کام کرو، اللہ کی نافرمانیوں سے ڈرو اور اپنی اولاد کو جائز باتوں کے احکامات کی اتباع کا حکم دو، اور ناجائز چیزوں سے بچنے کی تلقین کرو، یہ چیز تمہارے اور تمہاری اولاد کے لیے جہنم سے بچنے کا ذریعہ ہے۔

---

[1] صحیح البخاری، کتاب المظالم، باب اماطة الاذی (٢٤) قبل رقم: ٢٤٦٧؛ صحیح مسلم: ٣٥۔ [2] صحیح البخاری، کتاب المظالم، باب افنية الدور والجلوس فيها......حديث: ٢٤٦٥؛ صحيح مسلم: ٢١٢١۔

Marfat.com

نماز کی تربیت

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۝﴾[1]

''ہم نے جن وانسان کو صرف اس لیے پیدا کیا کہ وہ میری عبادت کریں۔''

اس آیت سے معلوم ہوا کہ دنیا میں انسان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت ہی کے لیے پیدا کیا ہے۔ اس لیے بچے کو نماز کی تربیت دینی ضروری ہے، رسول اللہ ﷺ نے اس تربیت کے اصول حدیث پاک میں بیان فرمائے ہیں، آپ فرماتے ہیں: ''اپنی اولاد کو جب وہ سات سال کے ہوجائیں نماز کا حکم کرو، جب دس سال کے ہوجائیں تو نماز کے لیے تادیبی مار بھی لگاؤ اور ان کے بستر جدا کردو۔''[2]

بچہ نشوونما کی اس عمر میں جب عبادت کے احکام جان لے گا اور اسے ادا کرنے کا عادی بن جائے گا تو اس کے روح ودماغ میں جذبہ اطاعت، شکر وتوکل اور تسلیم ورضا کی خوب جاگزیں ہوجائے گا، وہ عبادت میں روحانی صفائی اور جسمانی صحت کا احساس کرے گا۔

---

[1] ٥١/الذاريات: ٥٦۔ [2] سنن ابی داود، کتاب الصلاة، باب متى يؤمر الغلام بالصلاة، حديث: ٤٩٥، ٤٩٥؛ مسند احمد: ٢/ ١٨٠۔

Marfat.com

حُبِّ رسول وتلاوت قرآن

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اپنے بچوں کو تین خصلتوں کی تربیت دو: اپنے نبی کی محبت، آپ کے آل بیت کی محبت اور قرآن کی تلاوت، حاملین قرآن اس روز اللہ کے عرش کے سایہ میں اس کے نبیوں اور برگزیدہ اولیاء کے ساتھ ہوں گے جس دن عرش کے سایہ کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔'' 1

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم اپنے بچوں کو رسول اللہ ﷺ کے حالات غزوات ایسے سکھلاتے تھے جیسے ہم انہیں قرآن کریم کی سورتیں سکھلاتے تھے۔ یہ نبی ﷺ سے دلی لگاؤ اور محبت کی علامت ہے۔ رسول اللہ ﷺ ایک حدیث میں فرماتے ہیں: ''تم لوگ صاحب ایمان نہیں ہو سکتے جب تک میں تمہیں تمہارے باپ اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔'' 2

رسول اللہ ﷺ کو جب کوئی تکلیف پہنچتی تو تمام صحابہ کرام رنجیدہ ہو جاتے تھے اور جب آپ کو خوشی حاصل ہوتی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مسرت سے کھل اٹھتے تھے۔ ایک بار آپ نے امہات المومنین سے ایک بات کی وجہ سے علیحدگی اختیار فرمائی، صحابہ کرام مسجد نبوی میں آ کر رنج کی وجہ سے زاروقطار رونے لگے۔ 3 ایک دفعہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ایک راستے پر گزر رہے تھے، حضرت حسن کھیلتے ہوئے ملے، انہیں اٹھا کر کندھے پر بٹھا لیا۔ 4 یہ حب رسول کا مظہر اور آپ کی اتباع ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے ایک بار ملے تو کہا: میں آپ کے پیٹ کو بوسہ دوں گا، جہاں رسول اللہ ﷺ نے بوسہ دیا تھا، چنانچہ انہوں نے دامن اٹھایا اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بوسہ دیا۔ 5

---

1 محدث البانی نے اسے ضعیف قرار دیا ہے،السلسلة الضعيفة: ٥/ ١٨١، حديث: ٢١٦٢۔
2 صحيح البخاري، كتاب الايمان، باب حب الرسول من الإيمان، حديث: ١٥؛ صحيح مسلم: ٤٤۔ 3 صحيح مسلم، كتاب الطلاق، باب في الإيلاء...... حديث: ١٤٧٩۔ 4 مسند احمد: ١/ ٨۔ 5 مسند احمد: ٢/ ٤٢٧، ٤٨٨۔ شعیب الارنوط نے اس کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے۔

Marfat.com

گھر، مسجد اور مدرسے میں تعاون پیدا کیجئے

بچے کی جسمانی، روحانی، تعلیمی اور اخلاقی شخصیت کی نشوونما کے لیے معاشرے کے ان تین اہم اداروں کا باہمی تعاون اور یکسانیت نہایت ضروری ہے۔ گھر اولین تربیت گاہ ہے جہاں بچہ آنکھیں کھولتا ہے، گھر کے افراد جیسے ہوتے ہیں بچے ویسے ہی بنتے ہیں، بچپن میں گھریلو ماحول کے جو اثرات اور چھاپ ان کے دل ودماغ پر ثبت ہوتے ہیں وہ مرتے دم تک نہیں مٹتے۔ آج دنیا میں برائیوں اور برے لوگوں کی اکثریت ہے، اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اکثریت کا گھریلو نظام درست نہیں ہے، اسی لیے ان کے بچے ویسے ہی بن جاتے ہیں جیسا ان کے گھر کا نظام ہوتا ہے۔

مسلم گھرانے کے لیے اسلام نے ایک ممتاز اور مخصوص نظام بنایا ہے جس کے ہوتے ہوئے ہمیں غیر مسلم گھرانوں کے غلط نظاموں کی طرف نہیں دیکھنا چاہیے۔ مسلم گھرانے کی امتیازی صفت یہ ہے کہ اس کے ارکان اپنے تمام کام اور باہمی تعلقات اللہ کے حکم اور اس کی مرضی کے مطابق انجام دیتے اور استوار کرتے ہیں، مسلم گھرانہ اللہ کی بندگی اور رسول کی اطاعت کی اینٹ پر تعمیر ہوتا ہے، اسلام نے گھرانے کے جملہ افراد کے لیے مخصوص حقوق، رحم ومحبت کے تعلقات اور بے نظیر آداب واصول دیئے ہیں، اسلام کو جس معیاری انسان کی ضرورت ہے وہ اسی وقت حاصل ہوسکتا ہے جب بچپن سے اس کی نشوونما اور تربیت انہی اصولوں کے مطابق ہو جن کا ذکر گزشتہ صفحات میں ہو چکا ہے۔

مدرسہ مسلم معاشرے کا دوسرا اہم ادارہ ہے جہاں بچے کو اللہ کا صالح بندہ بننے کے لیے باضابطہ تعلیم وتربیت دی جاتی ہے اور اس کی شخصیت کے مختلف گوشوں کو علم کی روشنی میں پروان چڑھایا جاتا ہے، گھر کی زندگی میں بچہ جو کچھ سیکھتا ہے اس میں نظم وضبط اور باقاعدگی نہیں ہوتی، وہ اپنے والدین اور معاشرے سے لاشعوری طور پر متاثر ہوتا ہے، جیسا کچھ کرتے یا کہتے دیکھتا اور سنتا ہے ویسا ہی کہتا اور کرتا ہے۔

Marfat.com

مسجد معاشرے کا تیسرا اور اہم ترین ادارہ ہے جہاں نفس کے تزکیہ، روح کی بالیدگی، ایمان کی زیادتی، خوفِ خدا، ذکر آخرت، عبادتِ الٰہی، حصولِ سکون قلب، مسلمانوں کے باہمی اتحاد، اجتماعی مشورے، دین، آبرو، جان اور مال کی حفاظت میں پیش آمدہ مشکلات کے مقابلے کے لیے تعاون وغیرہ امور کے لیے باضابطہ تربیت ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ پہنچنے کے بعد ہر کام سے پہلے مسجد نبوی کی تعمیر کی، پھر اپنے اور اپنے اہل و عیال کے لیے رہائشی حجرے تعمیر کرائے۔

بچے جب یہاں تمام مسلمان بزرگوں اور بڑوں کو صف بستہ ہو کر اللہ کی بارگاہ میں جھکتے اور سجدہ ریز ہوتے دیکھتے ہیں، اجتماعی معاملات میں گفت وشنید کرتے سنتے ہیں، خطبے اور درس سنتے ہیں، تلاوت قرآن کی کیف آفریں صدائیں ان کی معصوم سماعت میں رس گھولتی ہیں تو لاشعوری طور پر انہیں یقین حاصل ہو جاتا ہے کہ مسلم معاشرے کا آئینہ یہی اللہ کا گھر ہے، انہی سب باتوں کو کرنے کے لیے مدرسے میں تعلیم حاصل کی جاتی ہے اور گھر میں تربیت ملتی ہے۔

اس سے جہاں یہ واضح طور پر سمجھا جا سکتا ہے کہ مسلم معاشرے کے ان تینوں اداروں کا مقصد ایک ہے، یعنی انسان کو اللہ کا صالح بندہ بنانا، وہیں یہ بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ اگر ان تینوں اداروں میں تعاون اور یکسانیت نہ ہو تو مسلم معاشرہ اپنا امتیاز باقی نہیں رکھ سکتا اور وہ دیگر قوموں کے معاشروں کی طرح سطحیت اور انتشار کا شکار ہو جائے گا۔

بچے اگر ایسے مسلم گھرانے میں پرورش پا رہے ہوں جہاں اللہ ورسول کی اطاعت اور شریعت کے احکام کی بالادستی تو کیا اللہ کے امر ونہی کا لحاظ و پاس بھی نہ ہو، ہر معاملے میں سطحیت اور موجودہ تہذیب وتمدن کو اپنایا جاتا ہو، ایسے گھروں میں پرورش پانے والے بچے مدارس کی تعلیم وتربیت سے فائدہ نہیں اٹھا سکیں گے، ان کے ذہن وقلب میں لاشعوری طور پر سوچنے، سمجھنے اور عمل کے لیے دو متضاد راستے بنتے چلے جائیں گے اور آگے چل کر خطرناک نفاق کی شکل اختیار کر لیں گے۔ اس طرح گھر میں اگر شعائر شریعت کا چلن ہے، بچوں کی تربیت اسلامی اصول وضوابط پر ہو رہی ہے، گھر کے جملہ افراد اللہ ورسول کی اطاعت کو سب

Marfat.com

چیزوں سے بالاتر مانتے ہیں، ایسے گھروں کے بچے اگر اس طرح کے مدارس میں داخل ہوں جہاں کے اساتذہ اسلامی اصول تربیت وتعلیم سے نابلد ہوں، درسی کتابوں کے مضامین اسلامی مزاج سے میل نہ کھاتے ہوں، ادارے کی ایک ایک اینٹ اللہ ورسول کی عظمت کے آگے خمیدہ سر نہ ہو، ایسے ادارے بچوں کو روایت پرست، کوتاہ فکر، شعائر اسلام سے بے رغبت اور ملحد و بے دین ہی بنا سکتے ہیں، ان کے لیے ایسے ہی ادارے کارآمد ہو سکتے ہیں جہاں اسلام پسند، فن تعلیم وتربیت سے واقف اساتذہ موجود ہوں، جو گھر کے تربیتی مشن کو والدین اور اہل کنبہ سے ربط وضبط کے ذریعے مدرسہ کی منظم تعلیم وتربیت کی روشنی میں آگے بڑھائیں۔

معاشرے کے یہ دونوں ادارے بچوں کو مسجد کے پیغام کا علمبردار بنائیں۔ گھر اور مدرسہ دونوں بچوں کو پانچ وقت نماز باجماعت کی پابندی کی تلقین کریں، قرآن کی تلاوت، تقریروں اور خطبوں کی سماعت اور حسب حیثیت اجتماعی امور میں شرکت کے لیے ہمت افزائی کریں۔

واضح رہے کہ مسجد مسلم معاشرے کا آئینہ ہے اور ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا آئینہ ہے، اس آئینہ خانہ میں ہر مسلمان اپنی کمی دیکھ سکتا ہے، جس کی اصلاح اس کا دینی فریضہ ہے، اگر اصلاح نہ کی جائے تو آئینہ خانہ بے مقصد ہو کر رہ جائے گا۔

Marfat.com

بچے کے فطری رجحان کالحاظ

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ((اِعْمَلُوا فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهُ)) "عمل کیے جاؤ ہر ایک جس مقصد کے لیے پیدا کیا گیا ہے اس کے مطابق اسے سہولت دی گئی ہے۔" [1]

دنیا میں جس فرد کو اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے اس کے یہاں اس کی زندگی کا ایک مقصد ہے، وہ مقصد پورا ہوتے ہی اسے دنیا سے اٹھا لیا جاتا ہے، رات کا سویا ہوا آدمی اگر دن طلوع ہونے کے ساتھ بیدار ملا تو اسے سمجھ لینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ دن کے اجالے میں اس سے کچھ کام لینا چاہتا ہے۔

اسی خدائی منصوبہ بندی کے تحت بچہ دنیا میں قدم رکھتا ہے، اس فطری رجحان یا خدائی مقصد کا پتہ لگانا مربی کا بچے کے متعلق نازک فریضہ ہے، نازک اس لیے ہے کہ بچے کے رجحان میں عمر کے لحاظ سے تبدیلیاں آتی رہتی ہیں، کبھی کوئی رجحان معلوم ہوتا ہے اور کبھی کوئی، لیکن بہرحال ایک مرحلے میں واضح طور پر معلوم کیا جاسکتا ہے کہ بچے کا فطری رجحان یہ ہے۔

ابتداءً بچہ جبلت اور جذبات کا تابع ہوتا ہے۔ تجربات، علم اور غور وفکر کی کمی کے باعث اپنی جملہ خواہشات کی تکمیل کے لیے خواہ اچھی ہوں یا بری، ضد کرتا ہے۔ آٹھ نو سال تک پہنچتے پہنچتے بچہ کچھ نہ کچھ اپنی جبلت اور جذبات کو اپنے محدود تجربات، علم اور شعور کے ذریعے قابو میں رکھتا ہے، لیکن اب بھی جذبات ہی کا غلبہ ہوتا ہے، جس کے سبب سے بچے کے رجحانات، خیالات اور دلچسپیوں میں ٹکاؤ نہیں ہوتا، آج کسی کام سے دلچسپی ہے تو کل کسی سے، یہ سب جبلت وجذبات کے غلبے تجربات اور علم وشعوری کی غیر پختگی کے سبب سے ہوتا ہے، عمر کے مزید اضافے کے ساتھ بچہ اپنی جبلت وجذبات کو اور زیادہ قابو میں رکھنا سیکھ لیتا ہے، وہ اپنے جذبات کی اندھادھند تسکین کے بجائے بڑوں کی ناخوشی سے بچنا اور ان کی رضا حاصل کرنا چاہتا ہے، ساتھیوں کے جذبات کا خیال، ان کے لیے ایثار اور جماعتی اصول پسندی کو

---

[1] صحیح البخاري، کتاب التفسیر، باب فسنیره للعسری، حدیث: ٤٩٤٩؛ صحیح مسلم: ٢٦٤٧، عن علی رضی اللہ عنہ۔

Marfat.com

اپنانے لگتا ہے، ایسے وقت میں جب کہ جبلت وجذبات اور ابھرتے ہوئے تجربات شعور وعلم کا تصادم ہو مربی کو چاہیے کہ مختلف قسم کے مشاغل فراہم کر کے بچے کو اس کے فطری رجحان کے مطابق کام کے انتخاب میں تعاون کرے۔

بچے کے رجحان کی تعیین میں بنیادی طور پر مربی کو اس بات سے مدد لینی چاہیے کہ بچے باہم مزاج، ذہانت اور طاقت وغیرہ میں مختلف ہوتے ہیں، لہٰذا بچہ اگر ذہین ہے اور حصول تعلیم میں پوری رغبت رکھتا ہے تو مربی اعلیٰ تعلیم کے لیے اسباب فراہم کرے، اگر بچہ اوسط درجے کی ذہانت رکھتا ہے اور کسی صنعت کے سیکھنے کی طرف رجحان ہے تو اسے اسی راستے پر لگایا جائے اور اگر بچہ کند ذہن ہے تو مربی اس کی استعداد اور مزاج کے مطابق کوئی کام مہیا کرے۔

حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے کہ ہم لوگوں کو ان کے رتبے کا مقام دیں۔ [1]

علوم چونکہ انسان کی مختلف حیثیتوں سے خدمت انجام دیتے ہیں، مثلاً تفسیر، حدیث، ادب، شعر، تاریخ، جغرافیہ، سائنس، فلسفہ، طب، انجینئرنگ، ریاضیات، فلکیات وغیرہ، ہر علم کی دلچسپیاں اور دائرہ عمل الگ الگ ہیں اور ان علوم کو انسان اپنے فطری رجحان کے مطابق ہی اختیار کرسکتا ہے۔ اگر اس نے علم اپنے طبعی رجحان کے مطابق اختیار کیا ہے تو اس میں وہ برتری اور کمال حاصل کر کے دینی وانسانی خدمت انجام دے سکتا ہے۔ اس لیے مربی بچے کی فطری استعداد اور رجحان کے آڑے نہ آئے بلکہ اسے پروان چڑھائے، بچے کے رجحان کو دبانا دنیا میں اس کے پیدا کئے جانے کے عملی مقصد کو ختم کرنا ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا ہے: ''اللہ اس باپ پر رحم کرے جو بچے کو اس کی بہتری پر تعاون دے۔'' [2]

---

[1] صحيح مسلم، مقدمه،ص: ٥، نيز ديكهيے: سنن ابی داود: ٤٨٤٢، عن عائشة رضی اللہ عنہا۔ [2] مقاصد الحسنة:٥١٦، سلسلة الاحاديث الضعيفة:١٩٥٦۔

Marfat.com

غیروں کی پیروی

اب بچہ عمر کے تقاضے کے ماتحت بہت سی باتیں سوچ سمجھ کر کرنا چاہتا ہے، تقلید کے بجائے تحقیق کا دلدادہ ہوتا ہے، اگر ابتدا ہی سے اس کی تربیت خالص اسلامی نہج پر ہوئی ہے تو بلا شبہ اسلام کے سوا دوسرے کسی طریقے کی پیروی نہیں کرے گا، لیکن گھر کا ماحول اگر غیر اسلامی اور مغربی طرز کا ہے، پورا سماج اور معاشرہ مغربی طور طریقوں کی نقالی کو اپنے لیے عزت اور فخر کا سرمایہ سمجھتا ہے تو لازماً بچہ اسی تقلیدی راستے پر چل کھڑا ہوگا، جب کہ اسلام کا اپنا ایک مخصوص خاندانی نظام ہے، وہ معاشرے کو ایک مخصوص میزان پر قائم رکھنا چاہتا ہے، اسلام کی تہذیب اور اس کا تمدن ساری انسانیت کے لیے سچی عزت اور فخر کا حقیقی سرمایہ ہے، اس لیے مسلمان یا ان کے بچے مغربی قوموں اور ان کی تہذیبوں کی نقالی کر کے اسلامی شریعت، سیرت نبوی، تاریخ اسلام کے روشن کارناموں، اسلام کی باعزیمت شخصیات کی عظمتوں اور اپنے حقیقی جوہر اور خوبیوں سے دور جا پڑتے ہیں۔ مسلم ملت کو اس کے حقیقی جوہر پر قائم رکھنے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے بار بار غیروں کی نقالی سے روکا ہے۔ آپ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

''وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو ہمارے سوا دوسروں کی نقالی کرے، سنو یہودیوں اور نصرانیوں کی نقالی مت کرو۔'' [1]

یہ نقالی بولنے چالنے، اٹھنے بیٹھنے، پہننے اوڑھنے، لین دین، کھانے پینے، سونے جاگنے، سوچنے اور عمل کرنے ہر بات میں ہو سکتی ہے، جب کہ ان تمام باتوں کے لیے اسلام کے پاس ایک ممتاز طریقہ موجود ہے۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں: ''جو کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے گا وہ انہی میں سمجھا جائے گا۔'' [2]

اس لیے اگر ہم اپنے بچوں کو ملت اسلامیہ میں شامل رکھنا چاہتے ہیں تو غیروں کی نقالی

---

[1] سنن الترمذي، كتاب الاستئذان، باب ماجاء في كراهية اشارة اليد في السلام، حديث: ٢٦٩٥۔ [2] سنن ابي داود، كتاب اللباس، باب في لبس الشهر، حديث: ٤٠٣١۔

Marfat.com

سے انہیں محفوظ رکھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے عورتوں کا سا روپ اختیار کرنے والے مردوں اور مردوں کا سا روپ اختیار کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔“ [1]

مغربی تہذیب نے مردوں اور عورتوں کے درمیان مساوات کا اصول قائم کیا ہے۔ وہ عورت کو ہر وہ کام کرنے کی آزادی دیتی ہے جنہیں مرد انجام دیتے ہیں، اسی لیے اہل مغرب شروع ہی سے اپنے بچوں اور بچیوں کو یکساں لباس اور یکساں وضع قطع اور ایک ہی نوعیت کی تعلیم دلاتے ہیں، عورت کو گھر کی ملکہ بنانے کی بجائے بازار کی تاجر اور دفتروں کی ملازم بناتے ہیں، یہی تہذیب آج ہر معاشرے میں پھیل گئی ہے۔ اب مردوں نے عورتوں کا اور عورتوں نے مردوں کا ایسا مساویانہ روپ اختیار کر لیا ہے کہ ان میں تمیز کرنا مشکل ہے۔ اسلام اسے غیر فطری اصول سمجھتا ہے، مرد کو اللہ نے فطری طور پر عورت سے ممتاز بنایا ہے، جو زندگی کے ہر میدان میں کام کر سکتا ہے، عورت میں فطری طور پر اللہ نے ایسی کمزوریاں اور نزاکتیں رکھی ہیں کہ ہر میدان میں وہ مرد کے دوش بدوش نہیں چل سکتی، دونوں کی زندگی کے دائرے اور فرائض الگ الگ ہیں، اس لیے باہم مشابہت اختیار کرنا اور انہیں مساوی بنانا بہت سی برائیوں کا سبب ہے۔

آج مغربی عورتوں کی نقالی میں بہت سی مسلم عورتیں عریاں لباس میں بے پردگی اور حیا فروشی کے ساتھ گھروں سے باہر آتی جاتی ہیں، جن کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ”ایسی عورتیں نہ جنت میں داخل ہوں گی اور نہ اس کی خوشبو پائیں گی۔“ نصرانیوں کی نقالی میں کسی موت کے وقت سیاہ چادر اوڑھتی ہیں، رقص و سرور کی محفلوں میں شریک ہوتی ہیں، غیر محرموں جیسے دیور اور چچازاد بھائی وغیرہ کے سامنے بے حجاب آتی ہیں۔ دوسری اقوام اور ان کی تہذیب کی نقالی اس بات کا پتہ دیتی ہے کہ ایسے آدمی نفسیاتی طور پر شکست خوردگی کا شکار ہیں، انہیں اپنی ذات، اپنی تہذیب، اپنے مذہب، اپنی تاریخ اور قوم پر اعتماد اور بھروسہ نہیں ہے اور یہ خاندانی، معاشرتی، دینی، تہذیبی، اخلاقی اور ملی زوال کا پیش خیمہ ہے، اس سے بچوں کو محفوظ رکھنا مربی کا زبردست فریضہ ہے۔

---

[1] صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب المتشبهين بالنساء والمتشبهات بالرجال، حديث: ٥٨٨٥۔

Marfat.com

مفید ثقافتی وسائل

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں علم میں زیادتی کے لیے دعا کرنے کی تلقین کی ہے، فرمایا:

﴿وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِي عِلْمًا﴾ [1]

''اور کہیے: اے ہمارے رب! میرے علم میں زیادتی عطا فرما۔''

بچے کی شخصیت کو ایمانی، اخلاقی، عملی، جسمانی، عقلی اور اجتماعی ہر پہلو سے اسلام کے مقصد کے مطابق پروان چڑھانے کے لیے ضروری ہے کہ اس کے لیے گوناگوں مفید اور دلچسپ ثقافتی وسائل مہیا کیے جائیں، اس کی معلومات کو وسیع کیا جائے، ہمیشہ اچھی کتابوں کے مطالعے کا شوق دلایا جائے۔

جہالت کے بعد علم دلوں کی زندگی ہے، تاریکی کے بعد نگاہوں کا چراغ ہے، کمزوری کے بعد جسموں کی طاقت ہے، لوگوں کو شرفاء اور ابرار کے درجے پر پہنچاتا ہے، دنیا اور آخرت میں بلند درجات بخشتا ہے، علم میں غور وفکر روزے کے برابر ہے، علمی مذاکرہ شب زندہ داری جیسا ہے، اسی سے صلہ رحمی بڑھتی جاتی ہے، حلال وحرام کی تمیز ہوتی ہے، علم امام ہے عمل اس کا مقتدی ہے، یہ سعداء کو نصیب ہوتا ہے اور اشقیاء اس سے محروم رہتے ہیں۔

① بچوں کے معیار فہم کے مطابق اطفال لائبریری کا قیام ایک ضروری چیز ہے جس میں دیدہ زیب قرآن پاک کے نسخے ہوں، آسان زبان میں قرآن کی تفسیر اور احادیث کے ترجمے ہوں، اسلامی عقائد، سیرت نبوی، تاریخ اسلام، اسلامی تعلیمات، ادب وشعر، عام معلومات، جغرافیہ، مشاہیر امت کے کارنامے، سبق آموز کہانیاں، پاکیزہ افسانے اور اصلاحی ناول وغیرہ موضوعات پر بچوں کے لائق معیاری مصنفوں کی کتابیں تربیتی امور سے واقف حضرات کے انتخاب کے ساتھ مہیا ہونی چاہئیں، نیز ہفتہ وار، پندرہ روزہ یا ماہانہ اسلامی جرائد ومجلّات جو بچوں کے لیے نکالے جاتے ہوں، بچوں کے مطالعہ کے لیے مہیا کیے جائیں، بلکہ بچوں کو ان کا خریدار بنایا جائے جنہیں خالی اوقات میں وہ اپنے مطالعہ میں رکھیں۔

---

[1] ۲۰/طٰہٰ: ۱۱۴۔

Marfat.com

② دنیا اور خاص طور پر دنیائے اسلام کے جغرافیائی حالات جاننے کے لیے نقشے مہیا کیے جائیں اور تاریخ کے مختلف ادوار میں اسلامی سلطنتوں اور اقوام کے ثقافتی اور علمی کارناموں کی تصویریں مہیا کی جائیں۔

③ گاہے گاہے ملک یا بیرون ملک کے جغرافیائی اور معاشرتی حالات نیز تاریخی آثار، خاص طور پر مسلمان حکمرانوں کی یادگاروں کا مشاہدہ کرایا جائے۔ یہ سفر بچوں کے ذہن وقلب میں علم وفکر اور ثقافت وتاریخ کے نئے تابناک دریچے کھول دیتے ہیں۔

Marfat.com

اعتقادات وتوہمات کی اصلاح

عمر کے ابتدائی سالوں میں معلومات اور تجربات کی کمی کے سبب سے بچہ ہر طرح کے قصے کہانیوں پر یقین کر لیتا ہے۔ جن، بھوت، دیو اور پری کے فرضی اور بناوٹی قصوں کو بالکل سچ سمجھتا ہے، لیکن اپنی عمر کے آٹھویں نویں سال سے معلومات میں کافی اضافہ ہو جانے کی وجہ سے وہ ممکن اور غیر ممکن باتوں کو سمجھنے لگتا ہے اور اس طرح کی باتوں کی تکذیب بھی کرتا ہے، عمر کا یہ مرحلہ بچے کی اعتقادی اصلاح کے لیے بہت موزوں ہے۔

اسلامی اعتقادات بالکل واضح، دل نشین اور دیو مالائی تصورات سے یکسر پاک ہیں، اس لیے بچے کو جن و پری کے غیر ممکن قصے سنانے کے بجائے ذات باری تعالیٰ، آسمانی کتابوں، نبیوں کی حیثیت، قیامت کے احوال، تقدیر کا خیر و شر اور فرشتوں کے متعلق دلنشین انداز میں صحیح اور اطمینان بخش معلومات بہم پہنچائی جائیں، یہ بات اچھی طرح مربی کے پیش نظر رہنی چاہیے کہ بچے کے اعتقادات میں جتنی صفائی ہوگی، اسلام کے معیار کے مطابق ہر پہلو سے اس کی تربیت اتنی ہی کامل ہوگی، اعتقادات میں جھول ہمیشہ بچے کے عمل اور اس کی شخصیت میں جھول پیدا کرتا رہے گا۔ مثلاً اللہ تعالیٰ اپنے علم کے متعلق فرماتا ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَ يَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ؕ وَ مَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّا ذَا تَكْسِبُ غَدًا ؕ وَ مَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ۝﴾ [1]

”قیامت کی گھڑی کا علم اللہ ہی کے پاس ہے، وہی بارش اتارتا ہے، وہی جانتا ہے کہ ماؤں کے رحموں میں کیا ہے، کسی نفس کو معلوم نہیں کہ کل کیا کرے گا اور نہ کسی متنفس کو یہ معلوم ہے کہ کس زمین پر مرے گا، بیشک اللہ ہی علم والا اور سب کی خبر رکھنے والا ہے۔“

---

[1] ۳۱/لقمان: ۳٤۔

Marfat.com

ان باتوں کا تعلق علم غیب سے ہے، اللہ نے صراحت سے ان کے بارے میں فرما دیا ہے کہ انہیں صرف اللہ ہی جانتا ہے۔ کوئی نبی، ولی، فرشتہ یا جن اسے نہیں جانتا۔ اللہ تعالیٰ کا علم اس نامعلوم کائنات کے ذرے ذرے پر حاوی ہے، جب کہ مخلوقات میں ہر نوع کا علم اس کی اپنی ضرورت کے لحاظ سے محدود ہے۔ علم کی ایک خاص قسم غیب ہے جسے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ﴾ [1]

"کہہ دیجیے کہ آسمانوں اور زمین میں اللہ کے سوا غیب کو کوئی نہیں جانتا۔"

ایک آیت میں ہے:

﴿ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ ﴾ [2]

"البتہ جس رسول کو جتنا دینا پسند کرتا ہے اطلاع دے دیتا ہے۔"

لیکن غیب اس علم کو کہتے ہیں جسے کسی حس سے معلوم نہ کیا جا سکے، لہٰذا اللہ نے جب اس کی اطلاع دے دی تو وہ غیب نہیں رہ گیا بلکہ شہود ہو گیا۔ اسی بنیاد پر پیش گویوں، کاہنوں اور نجومیوں کی باتوں کی تصدیق کو حرام قرار دیا گیا ہے کہ وہ علم غیب نہیں رکھتے۔ ان کی ہر بات ظن وتخمین اور اٹکل سے ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: "جو شخص کسی عراف یا پیش گو کے پاس کسی چیز کے متعلق پوچھنے کے لیے آیا اور اس کی کہی ہوئی بات کی تصدیق کی اس کی چالیس دن کی نماز قبول نہیں ہوگی۔" ایک روایت میں ہے کہ "اس نے شریعت محمد ﷺ کا کفر کیا۔" [3]

یہ اس لیے ہے کہ ایسا کرنا اللہ کی صفت علم غیب کو غیر اللہ میں ثابت ماننا ہے اور یہ شرک ہے۔ اسی طرح فال نکالنا اور قسمت کے تیر چھوڑنا بھی ناجائز ہے۔ قرآن میں ایسے تیروں کو "ازلام" کہا گیا ہے جن میں ایک پر لکھا ہوتا، مجھے خدا نے حکم دیا ہے، دوسرے پر لکھا ہوتا: مجھے خدا نے منع کیا ہے، تیسرے پر کچھ تحریر نہ ہوتا، سفر، جنگ اور نکاح وغیرہ کے موقع پر

---

[1] ۲۹/النمل: ٦٥۔ [2] ۷۲/الجن: ۲۷۔ [3] صحیح مسلم، کتاب السلام، باب تحریم الکهانة وإتيان الکهان، حدیث: ۲۲۳۰، نیز دیکھیے: مسند احمد: ٤/ ٦٨، ٥/ ٣٨٠۔ [4] ٥/المائدة: ٩٠

Marfat.com

صنم خانے میں جہاں یہ تیر رکھے ہوتے آ کر ان سے اپنی قسمت معلوم کرتے، ان تیروں کو چھوڑتے تھے، جو تیر کامیاب ہوتا ویسا ہی کام کرتے، اگر سادہ تیر کامیاب ہوتا تو دوبارہ سہ بارہ چھوڑتے یہاں تک کہ حکم کا یا منع کا تیر کامیاب ہوتا۔

قرآن نے ایسے کام کو ﴿رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ﴾ 1 ''گندے شیطانی کام'' کہا ہے، ظاہر ہے ان کاموں میں خالص ظن اور اٹکل ہے اور کھلا ہوا شرک ہے، اس کے مٹانے کے لیے اسلام نے اللہ سے دعا کر کے شرعی استخارے کی تعلیم دی ہے۔

اسی صنف سے جادو اور گنڈا بھی تعلق رکھتا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا ہے: ''وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو جادو کرے یا دوسروں کے ضرر کے لیے جادو کو استعمال میں لائے۔'' 2

رسول اللہ ﷺ کے پاس دس آدمی آئے، آپ نے نو سے بیعت لی اور ایک کو چھوڑ دیا، معلوم کرنے پر آپ نے بتایا: اس کے گلے میں تعویذ ہے۔ اس نے جب اسے کاٹ کر پھینک دیا تو آپ نے بیعت لی اور فرمایا: ''جس نے اپنے گلے میں تعویذ لٹکایا اس نے شرک کیا۔'' 2

بہت سے تعویذ فروش اس طرح کی تجارت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انہیں باندھنے والے جن، نظر بد اور ہر طرح کے شر سے محفوظ رہیں گے۔

ان کے بالمقابل نبی ﷺ سے ثابت شدہ دعائیں ہیں جنہیں صاحب ضرورت پر دم کیا جائے گا لیکن اس کے لیے دم کرنے والے اور دم کرانے والے دونوں کے لیے چند باتوں کا پختہ عقیدہ ہونا لازم ہے: اول یہ کہ اعتقاد جازم ہو کہ دم یا دعا بجائے خود موثر نہیں ہے بلکہ یہ اللہ کی مرضی پر موقوف ہے، جادو اور گنڈے میں انہی کو موثر مانا جاتا ہے، دوم: یہ کہ دم کلام اللہ کے اسماء وصفات اور نبی ﷺ کی ماثور دعاؤں سے ہونا چاہیے۔

ان باتوں کا تعلق ذات باری کی صفت علم سے تصادم کا ہے، اعتقادات کے مختلف

---

1 ٥/المائدة: ٩٠۔ 2 المعجم الأوسط للطبراني: ٥/ ١٤٣، حديث: ٤٢٤٧، عن ابن عباس و صحيح الترغيب والترهيب: ٣/ ١٧٠، حديث: ٣٠٤١، عن عمران بن حصين رضی اللہ عنہ والسلسلة الصحيحة: ٦/ ٣١٠، حديث: ٢٦٥٠۔ 3 مسند احمد: ٤/ ١٥٦؛ السلسلة الصحيحة: ٤٩٢۔

Marfat.com

مسائل انسانی زندگی کے ہر موڑ پر آتے ہیں، مربی کو ان مسائل میں دین اسلام کے صاف ستھرے عقائد کو نتھرے انداز میں بچے کے سامنے پیش کرنا چاہیے تا کہ اس کا دل و دماغ آئینہ ہو جائے اور اس میں توہمات کی تاریکی راہ نہ پائے۔

بے پڑھے لکھے لوگ کوے اور الو کے بولنے اور پرندوں کے دائیں بائیں گزرنے سے فال لیا کرتے ہیں، ایک بار حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس لوگ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک چڑیا آواز کرتی ہوئی گزری، ایک شخص نے کہا: خیر! خیر! ابن عباس نے کہا: نہ خیر! نہ شر!۔

اس سے معلوم ہوا کہ حقیقی مؤثر صرف اللہ ہے، اس لیے مومن کو ہر کام اللہ کے توکل پر اسی کے نام سے کرنا چاہیے۔

Marfat.com

مشاہدۂ فطرت کی ترغیب

تجسس انسان کی فطری قوت ہے جو بچپن سے بڑھاپے تک کام کرتی ہے، اسی خصلت کے زیر اثر انسان ہر چیز کی اصلیت اور حقیقت کی جستجو میں لگا رہتا ہے۔ دنیا کے بڑے بڑے علوم و ایجادات اسی فطرت کی دین ہیں، اسی خصلت میں جب بگاڑ آجاتا ہے تو انسان دوسروں کی عیب جوئی اور مجرمانہ سرگرمیوں میں لگ جاتا ہے۔ آٹھ نو سال کی عمر سے بچے کے اس خاصے میں بڑا زور پیدا ہوتا ہے اس لیے مربی کو چاہیے کہ بچے کو گرد و پیش کی اشیاء کا مشاہدہ کرائے اور اس کے سوالوں کا مؤثر جواب دے۔ جغرافیہ، عام معلومات وغیرہ علوم کے اسباب اس عمر میں ضرور جاری کرانا چاہیے تاکہ بچے کی یہ زبردست قوت کسی غلط راہ پر نہ پڑ جائے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ مشاہدہ فطرت کے لیے بار بار دعوت دیتا ہے، فرمایا:

﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا ؕ وَ مِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌۢ بِيْضٌ وَّ حُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَ غَرَابِيْبُ سُوْدٌ ﴿۲۷﴾ وَ مِنَ النَّاسِ وَ الدَّوَآبِّ وَ الْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ كَذٰلِكَ ؕ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ ۝﴾ [1]

”کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ آسمان سے پانی اتارتا ہے پھر اس کے ساتھ مختلف رنگوں کے پھل پیدا کرتا ہے اور پہاڑوں میں جو بعض ٹکڑے سفید اور بعض سرخ مختلف رنگ کے ہیں اور بعض بہت سیاہ۔ اسی طرح آدمیوں، جانوروں اور چوپایوں میں بعض مختلف رنگ کے ہیں، اللہ کے بندوں میں سے علماء ہی ڈرتے ہیں، اللہ غالب بڑا بخشنے والا ہے۔“

ایک مقام پر خالق کائنات اپنی حسین و جمیل اشیائے کائنات کی طرف انسان کی توجہ اس طرح مبذول کراتا ہے:

---

[1] ۳۵/فاطر: ۲۷، ۲۸۔

Marfat.com

﴿هُوَ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ وَّ مِنْهُ شَجَرٌ فِیْهِ
تُسِیْمُوْنَ ۝۱۰ یُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَ الزَّیْتُوْنَ وَ النَّخِیْلَ وَ الْاَعْنَابَ وَ مِنْ
كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ۝۱۱ وَ سَخَّرَ لَكُمُ الَّیْلَ وَ
النَّهَارَ ۙ وَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ ؕ وَ النُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمْرِهٖ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ
لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ۝۱۲ وَ مَا ذَرَاَ لَكُمْ فِی الْاَرْضِ مُخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ
لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّذَّكَّرُوْنَ ۝۱۳ وَ هُوَ الَّذِیْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِیًّا
وَّ تَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْیَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَ تَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِیْهِ وَ
لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝۱۴ وَ اَلْقٰى فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ
تَمِیْدَ بِكُمْ وَ اَنْهٰرًا وَّ سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝۱۵ وَ عَلٰمٰتٍ ؕ وَ بِالنَّجْمِ هُمْ
یَهْتَدُوْنَ ۝۱۶ اَفَمَنْ یَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا یَخْلُقُ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝﴾[1]

"وہی ہے جو آسمان سے تمہارے لیے پانی اتارتا ہے اس میں تمہارے پینے کے قابل ہے اور اسی سے درخت پیدا ہوتے ہیں جنہیں تم مویشیوں کو چراتے ہو، اسی پانی سے وہ تمہارے لیے کھیتی، زیتون، کھجوریں، انگور اور ہر قسم کے پھل پیدا کرتا ہے بے شک اس میں غور وفکر کرنے والوں کے لیے بہت بڑی نشانی ہے۔ اسی نے تمہارے لیے رات، دن، سورج اور چاند کو کام میں لگا رکھا ہے اور تمام ستارے بھی اسی کے حکم سے کام میں لگے ہوئے ہیں بیشک سمجھنے والوں کے لیے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں، اور دنیا میں جن مختلف رنگ کی چیزوں کو خدا نے پیدا کیا ہے ان میں نصیحت پانے والے لوگوں کے لیے بڑی نشانی ہے، اور وہی معبود ہے جس نے سمندروں کو تمہارے کام میں لگا رکھا ہے کہ تم اس میں سے تر و تازہ گوشت کھاتے ہو اور زیور نکالتے ہو جنہیں تم پہنتے ہو اور تو جہازوں کو دیکھتا ہے کہ پانی کو چیرتے ہوئے چلے جا رہے ہیں اور تاکہ تم اس کا فضل پاؤ اور شکر کرو، اور اس نے زمین پر پہاڑ قائم کر دیے ہیں کہ تمہیں

---

[1] ١٦/النحل: ١٠۔ ١٧۔

Marfat.com

لے نہ گرے اور دریا اور راستے بنائے تاکہ تم راہ پاؤ اور کئی ایک نشان پیدا کیے ہیں اور یہ لوگ ستاروں کی چال سے راہ پاتے ہیں، تو کیا پھر خالق غیر خالق جیسا ہے؟''

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ إِلَىٰ طَعَامِهِ ۝ أَنَّا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبًّا ۝ ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا ۝ فَأَنْبَتْنَا فِيهَا حَبًّا ۝ وَعِنَبًا وَقَضْبًا ۝ وَزَيْتُونًا وَنَخْلًا ۝ وَحَدَائِقَ غُلْبًا ۝ وَفَاكِهَةً وَأَبًّا ۝ مَتَاعًا لَكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ ۝﴾ [1]

''انسان اپنے کھانے کی طرف نظر کرے، ہم نے اوپر سے پانی ڈالا پھر اس کے ساتھ زمین کو پھاڑا، پھر اس میں دانے، انگور و سبزیاں، زیتون اور کھجوریں پیدا کیں اور گھنے گھنے باغ اگائے اور میوہ جات اور چارہ پیدا کیا، تمہارے گزارے کے لیے اور تمہارے مویشیوں کے گزارے کے لیے۔''

ایک اور مقام پر خالق کائنات ارشاد فرما رہا ہے:

﴿وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۖ نُسْقِيكُمْ مِمَّا فِي بُطُونِهِ مِنْ بَيْنِ فَرْثٍ وَدَمٍ لَبَنًا خَالِصًا سَائِغًا لِلشَّارِبِينَ ۝ وَمِنْ ثَمَرَاتِ النَّخِيلِ وَالْأَعْنَابِ تَتَّخِذُونَ مِنْهُ سَكَرًا وَرِزْقًا حَسَنًا ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ۝﴾ [2]

''اور چوپایوں میں تمہارے لیے نصیحت ہے کہ ہم ان کے پیٹ سے گوبر اور خون کے درمیان سے تم کو خالص دودھ پلاتے ہیں جو پینے والوں کے لیے نہایت خوشگوار ہے، اور کھجوروں اور انگوروں سے تم شراب بناتے ہو اور عمدہ غذا جو لوگ عقل رکھتے ہیں ان کے لیے اس میں ہدایت کی دلیل ہے۔''

مزید دعوت مشاہدہ و نظارہ دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَأَوْحَىٰ رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ أَنِ اتَّخِذِي مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا وَمِنَ الشَّجَرِ وَ

---

[1] ۸۰/عبس: ۲۴، ۳۲۔ [2] ۱۶/النحل: ۶۶، ۶۷۔

Marfat.com

مِمَّا يَعْرِشُوْنَ ﴿٦٨﴾ ثُمَّ كُلِىْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِىْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًاؕ
يَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِؕ اِنَّ فِىْ
ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ○﴾ [1]

''تمہارے رب نے شہد کی مکھی کو الہام کیا ہوا ہے کہ پہاڑوں اور درختوں اور لوگوں کے مکانوں کے چھتوں پر رہنے کو گھر بنا لیا کرو، پھر ہر قسم کے پھلوں سے کھایا کرو اور اپنے پروردگار کے راستوں پر جو آسان کیے گئے ہیں چلا کرو۔ اس کے پیٹ سے شہد نکلتا ہے جس کے رنگ مختلف ہیں اس میں لوگوں کے لیے شفا ہے، بے شک غور وفکر کرنے والوں کے لیے اس میں دلیل ہے۔''

یہ بچے کے ماحول اور گرد وپیش سے متعلق کچھ اشیاء کے مشاہدے کا ذکر ہے، اس طرح کی بہت سی چیزیں ہر وقت موجود رہتی ہیں، بچے کی قوت تجسس اسے بار بار ان کی حقیقت معلوم کرنے پر ابھارتی ہے، وہ کثرت سے ان کے متعلق سوالات کرتا ہے، مربی کو یہ دھیان میں رکھنا چاہیے کہ یہ قدرتی مظاہر جس قدر اللہ کی حسین وجمیل صنعتیں ہیں ان سے زیادہ حسین یہ بچہ ہے، اور سب سے زیادہ صاحب حسن وجمال وہ ہے جس نے ان سب کو بنایا ہے، اس لیے اشیاء کا مشاہدہ اور بچے کے سوالات کے جواب اتنے خوبصورت انداز میں ہونے چاہئیں کہ اللہ کا جلال وجمال بچے کے دل ودماغ میں سب سے بالاتر معلوم ہو اور گرد وپیش کی جملہ اشیاء اپنی حسین صفت وافادیت کے ساتھ اس کے خادم محسوس ہوں۔

---

[1] ١٦/النحل: ٦٨، ٦٩.

Marfat.com

بچہ اور اس کی قوتِ یادداشت

آٹھ نو سال کی عمر میں بچہ باتوں کا مفہوم سمجھنے لگتا ہے اور سال بہ سال ہر بات کو سمجھ کر ذہن نشین کرنے کا رجحان بڑھنے لگتا ہے، پندرہ سولہ سال تک پہنچ کر اس کا دماغ اور قوت یادداشت انتہائی تیز ہو جاتی ہے۔ عمر کے اس مرحلے میں بچے کے دماغ میں تمام ضروری علوم اور زبانوں کی بنیاد ڈال دینی چاہیے۔ قرآن پاک کی سورتیں، دعائیں، تقریر، اشعار اور دیگر جائز فنون لطیفہ اس کو سکھائے اور یاد کرائے جائیں۔ یہ اور اس طرح کے دیگر علوم کا یاد کر لینا نہایت ضروری ہے، اس لیے کہ یہ لفظی علوم ہیں، مثلاً حفظ قرآن ہے کہ اس کے لیے زیر زبر کی تحریف بھی ناجائز ہے، جو لفظ جس طرح ہے ویسے ہی یاد کرنا ہے۔ البتہ طبعی علوم یا انجینئرنگ اور تجرباتی علوم میں مشاہدات اور تجربات کا دخل ہوتا ہے۔ حفظ قرآن کے متعلق رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ''قرآن بندھے ہوئے اونٹ کی طرح ہے، جب مالک اسے باندھے رکھے گا تو وہ رکا رہے گا اور جب اسے آزاد کر دے گا تو وہ چلا جائے گا، حامل قرآن جب اسے پڑھتا رہے گا تو یاد رکھے گا اور جب پڑھنا چھوڑ دے گا تو اسے بھلا دے گا۔'' [1]

کسی چیز کے حفظ کے تین طریقے ہیں: (۱) تکرار (۲) میلان (۳) فہم۔ تکرار کے لیے اوپر ذکر کردہ حدیث سے روشنی پڑتی ہے، میلان بچے میں علم کی محبت اور لگن پیدا کرتا ہے۔ بچے کو جو علم یا جو زبان پڑھانا اور یاد کرانا ہے اس کے لیے اس کے دل میں پورا میلان پیدا کیا جائے۔ حفظ کے لیے فہم ایک لازمی طریقہ ہے، بچہ کوئی بات سمجھ لے تو اس کو بآسانی یاد کر سکتا ہے، گو وہ بہت سی چیزیں رٹ کر بھی یاد کر سکتا ہے، فہم ترتیل سے حاصل ہوتا ہے، ترتیل کا مطلب الفاظ کی صحت ادائیگی، ہر حرف کو دوسرے حرف سے علیحدہ کر کے ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا ہے، اس سے زبان کی ریاضت، الفاظ کی صحت کے ساتھ غور و فکر اور فہم و استنباط کی قوت حاصل ہوتی ہے۔ جدید نفسیاتی تجربات سے بھی یہ بات ثابت ہے کہ سمجھ کر کوئی بات یاد کرنے سے بھول چوک کم ہوتی ہے، جلد یاد ہوتی ہے اور دیرپا ہوتی ہے اور اس کے استحضار پر قدرت ہوتی ہے۔

---

[1] صحیح البخاری، کتاب فضائل القرآن، باب استذکار القرآن، و تعاهده، حدیث: ۵۰۳۱؛ صحیح مسلم: ۷۸۹، ۲۲۷ عن ابن عمر رضی اللہ عنہ۔

Marfat.com

تادیب اور سزا کے تربیتی اصول

مربی خواہ والدین ہوں یا استاد یا کوئی اور، بچوں کے ساتھ ان کے برتاؤ کی بنیاد نرمی اور شفقت ہے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ''انہیں سکھلاؤ ان کے ساتھ سختی مت کرو، سکھلانے والا سختی برتنے والے سے بہتر ہے۔'' [1]

ایک روایت میں آپ ﷺ فرماتے ہیں: ''تمہارے اوپر لازم ہے کہ نرمی برتو سختی اور حد سے تجاوز کرنے سے بچو۔'' [2]

بچوں میں ذہانت اور مزاج کے اعتبار سے زبردست فرق پایا جاتا ہے، کوئی تیز فہم ہوتا ہے کوئی دیر فہم، کوئی نرم مزاج ہوتا ہے، کوئی معتدل اور کوئی سخت مزاج۔ یہ باتیں، نسلی یا ماحول کے اثرات یا نشوونما کے عوامل میں اختلاف کے سبب سے ہوتی ہیں۔ کچھ بچوں کی اصلاح کے لیے ذرا سی تیکھی نظر کافی ہوتی ہے اور کچھ زجر و توبیخ کے بغیر اصلاح قبول نہیں کرتے، اس لیے مربی جب افہام وتفہیم کے راستے سے مایوس ہوجاتا ہے تو اسے تادیب اور سزا کا طریقہ اختیار کرنا پڑتا ہے، سزا تربیت کا بالکل آخری مرحلہ ہے جس کو اختیار کرنے سے پہلے مربی کو بہت سی تدریجی منزلوں سے گزرنا لازم ہے۔ نرمی، رہنمائی، شفقت ولطف، غلط کی طرف اشارے سے کام لینا، زجروتوبیخ، علیحدہ کرنا وغیرہ مراحلِ تربیت سے گزر کر ہی سزا کا اصول اپنایا جاسکتا ہے، لیکن سزا بھی غصہ بجھانے کے لیے نہیں ہوگی، بلکہ سبق آموزی تادیب اور اصلاح کے لیے ہوگی۔

عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں بچپن میں رسول اللہ ﷺ کے زیر تربیت تھا، کھانا کھاتے وقت برتن میں ہاتھ ادھر ادھر گھماتا تھا، آپ نے فرمایا: ''اے بچے! بسم اللہ کرکے دائیں ہاتھ سے برتن کے قریبی حصہ سے کھاؤ۔'' [3]

یہاں آپ نے ڈانٹنے کے بجائے موثر اور بلیغ انداز میں بچے کو نصیحت فرمائی۔

---

[1] شعب الایمان: ١٦١٤، سلسلة الاحاديث الضعيفة: ٢٦٣٥۔ [2] الأدب المفرد: ١/ ١١٢، حديث: ٣١١۔ [3] صحيح البخاری، كتاب الأطعمة، باب التسمية على الطعام والأكل باليمين، حديث: ٥٣٧٦؛ صحيح مسلم: ٢٠٢٢۔

Marfat.com

حجۃ الوداع کے موقع پر سیدنا فضل رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ تھے، ایک عورت آئی اور اپنے بوڑھے باپ کی طرف سے حج بدل کے متعلق پوچھنے لگی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اجازت دی، فضل رضی اللہ عنہ اس عورت کی طرف دیکھ رہے تھے اور وہ عورت ان کی طرف دیکھ رہی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجنبی عورت کی طرف دیکھنے کی غلطی کی اصلاح کے لیے فضل کا چہرہ دوسری جانب پھیر دیا۔ 1

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان سے کچھ کہنے کی بجائے چہرہ پھیر کر غلطی کی طرف اشارہ فرمایا۔

ایک بار حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو سخت سست کہتے ہوئے اسے کالی عورت کا لڑکا کہا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ابوذر رضی اللہ عنہ تم نے اسے اس کی ماں کے نام سے عیب لگایا ہے، تمہارے اندر جاہلیت پائی جاتی ہے، یہ تمہارے بھائی غلام ہیں، اللہ نے تمہارے ماتحت کیا ہے، جس شخص کے ماتحت کوئی اس کا بھائی ہو تو اسے وہی کھلائے جو وہ کھاتا ہو، وہی پہنائے جو وہ پہنتا ہو، انہیں ایسے کاموں کا مکلف نہ بناؤ جنہیں وہ انجام نہ دے سکیں اور اگر ایسا کام دو بھی تو ان کی اعانت کرو۔'' 2

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ غزوۂ تبوک میں شریک نہیں ہو سکے تھے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام مسلمانوں کو مجھ سے گفتگو کرنے سے روک دیا، یہ سلسلہ پچاس دنوں تک چلا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ کی قبولیت کے متعلق آیت نازل فرمائی۔ 3

آیت کے نزول کے بعد مسلمانوں نے انہیں قبولیت توبہ کی مبارکباد دی اور سلام وکلام کا سلسلہ جاری ہو گیا۔ ان کے بچوں حتی کہ بیوی تک نے ترک تعلق وکلام کر لیا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''جب بچے سات برس کے ہو جائیں تو انہیں نماز کا حکم دو اور جب دس برس کے ہو جائیں تو نماز کی خاطر مار بھی لگاؤ اور ان کی خواب گاہیں جدا کر دو۔''

---

1 صحیح البخاری، کتاب الاستیذان، باب قول اللّٰہ تعالیٰ: ﴿یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا......﴾ حدیث: ٦٢٢٨؛ صحیح مسلم: ١٣٣٤۔ 2 صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب ما ینهی من السباب واللعن، حدیث: ٦٠٥٠؛ صحیح مسلم: ١٦٦١۔ 3 صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب حدیث کعب بن مالك رضی اللہ عنہ، حدیث: ٤٤١٨؛ صحیح مسلم: ٢٧٦٩۔

Marfat.com

اس سے معلوم ہوا کہ نماز کے سلسلے میں تدریجی تربیت کی ابتدا ساتویں سال سے ہو جاتی ہے، دس سال سے پہلے بچے کو نماز کے لیے مارا نہیں جا سکتا بلکہ اسے سمجھایا بجھایا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَ اهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَ اضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْهِنَّ سَبِیْلًا﴾ [1]

"اور جن عورتوں کی تم شرارت معلوم کرو ان کو سمجھاؤ اور شب باشی میں ان کو علیحدہ کر دو اور مارو پھر اگر وہ تمہاری فرمانبرداری کریں تو ان پر بے جا الزام لگانے کی فکر نہ کرو۔"

اس آیت میں مربی کو تربیت کی ایک فطری ترتیب و تدریج ملتی ہے، اگر آسان طریقے سے مقصد پورا ہو جائے تو سخت طریقہ اختیار کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ سزائیں بامقصد اور اصلاح کی خاطر ہونی چاہیں، سزا ایسی ہی صورت میں فائدہ بخش ہو سکتی ہے جب غصہ بجھانے کے لیے نہ ہو، ورنہ اس کا اثر بہت خطرناک ہوتا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَ لَكُمْ فِی الْقِصَاصِ حَیٰوةٌ یّٰۤاُولِی الْاَلْبَابِ﴾ [2]

"تمہارے لیے قصاص (بدلے) میں زندگی ہے اے دانش ورو۔"

خلاصہ

1. بچے کو سزا اس وقت دی جائے جب تمام تربیتی وسائل سے ناکامی ہو جائے۔
2. بچے کو نقصان پہنچنے کے اندیشے سے سخت غصے کی حالت میں نہ مارا جائے۔
3. سر، سینہ، چہرہ اور پیٹ، وغیرہ پر نہ مارا جائے، غامدیہ عورت کو رجم کرنے کے وقت آپ ﷺ نے فرمایا تھا: "اسے چہرہ بچا کر مارو۔" [3]
   ان مقامات پر مارنے سے ضرر کا اندیشہ ہے اور ضرر سے آپ نے روکا ہے۔
4. پہلی خطا پر بچے کو معاف کر دیا جائے اور دوبارہ غلطی نہ کرنے کا عہد لیا جائے۔

---

[1] ٤/النساء: ٣٤۔ [2] ٢/البقرة: ١٧٩۔ [3] سنن ابی داود، کتاب الحدود، باب المرأة امر النبی ﷺ برجمها من جهينة، حديث: ٤٤٤٤۔

Marfat.com

ریاضت اور بہادری کے کھیل

زندگی کے فرائض کی ادائیگی کے لیے جسم کی سلامتی، کامل صحت، طاقت وقوت اور چستی ونشاط لازم ہے۔ اسلام اور پیغمبر اسلام نے اسے زبردست اہمیت دی ہے، رسول اللہ ﷺ نے اس مقصد کے حصول کے لیے اپنے دور کے مسلمانوں کی ہمت افزائی کی، آپ نے مسجد نبوی کے صحن میں بہادرانہ کھیل کھیلنے کی اجازت دی تھی، یہ اسلام کے بلند مقاصد کے حصول کے لیے اہم تربیتی مسئلہ ہے۔ بچوں کو کامل ایمان، کامل اخلاق اور شاندار شعور اجتماعیت دینے کے ساتھ انہیں صحت مند جسم بھی دیں، جبھی وہ زندگی کے معیار پر کامل مومن اور کامل انسان بن کر اتر سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ﴾ [1]

''کافروں کے مقابلے کے لیے جس قدر طاقت رکھتے ہو سامان تیار رکھو۔''

رسول اللہ فرماتے ہیں:

((اَلْمُؤْمِنُ الْقَوِيُّ خَيْرٌ وَاَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِيفِ)) [2]

''طاقت ور مومن بہتر ہے، اور اللہ کے نزدیک کمزور مومن سے زیادہ محبوب ہے۔''

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ''تیر اندازی سیکھو کہ یہ بہترین کھیل ہے۔'' [3]

ایک روایت میں آپ فرماتے ہیں: تیر چلاؤ اور گھڑ سواری کرو۔'' [4]

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَّالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً﴾ [5]

''اس نے گھوڑے اور خچر اور گدھے پیدا کیے تاکہ تم ان پر سوار ہو اور رونق کا

---

[1] ۸/الانفال: ٦٠ [2] صحیح مسلم، کتاب القدر، باب الإیمان، بالقد والاذعان له حدیث: ۲٦٦٤ [3] مصنف ابن شیبة: ۱۳/ ٤١٦، حدیث: ۲٦٨٤٣۔ [4] سنن ابی داود، کتاب الجهاد، باب فی الرمی، حدیث: ۲٥١۳۔ [5] ۱٦/النحل: ۸۔

Marfat.com

کام دیں۔"

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: "گھوڑوں کی پیشانیاں خیر سے بندھی ہوئی ہیں۔" 1

حضرت عبداللہ بن عمر کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے شہسواری کا مقابلہ کرایا، اور آگے نکل جانے والے کو انعام سے نوازا۔ 2

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ایک گھوڑے کی، جس کا نام سبحہ تھا، دوڑ کی بازی لگائی وہ گھوڑا سب سے آگے نکل گیا جس سے آپ بہت خوش ہوئے۔ 3

آپ نے حبشیوں کو مسجد نبوی میں نیزہ بازی کی اجازت دی اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اسے دکھلایا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں روکنا چاہا تو آپ نے فرمایا: "عمر انہیں دیکھنے دو۔" 4

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم باہم دوڑ کا مقابلہ کرتے تھے، خود رسول اللہ ﷺ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دوڑ کے مقابلے کیے ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ دوڑ لگانے میں بہت تیز تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے عرب کے مشہور پہلوان رکانہ سے کشتی لڑی اور اسے کئی مرتبہ پچھاڑا۔ 5

شکار ایک قسم کی ریاضت ہے، اللہ تعالیٰ اس کے متعلق ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا﴾ 6

"جب تک تم حالت احرام میں ہو خشکی کا شکار تم پر حرام ہے۔"

اس سے معلوم ہوا کہ آدمی احرام کی حالت میں نہ ہو یا وہ حدود حرم مکہ میں نہ ہو تو اسے شکار کھیلنے کی اجازت ہے۔ دریائی شکار کے متعلق فرمایا:

﴿أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ﴾ 7

"دریا کا شکار اور اس کا کھانا تمہارے لیے حلال کیا گیا ہے۔"

---

1 صحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب الخیل معقود فی نواصیها الخیرالی یوم القیامة حدیث: ٢٨٤٩۔ 2 مسند احمد: ٢/٦٧۔ 3 مسند احمد: ٣/ ٢٥٦۔ 4 صحیح البخاری، کتاب العیدین، باب اذا فاته العید یصلی رکعتین، حدیث: ٩٨٨؛ صحیح مسلم: ٨٩٢۔ 5 مصنف عبدالرزاق، باب قوة النبی ﷺ: ١١/ ٤٢٧، حدیث: ٢٠٩٠٩۔ 6 ٥/المائدة: ٩٦۔ 7 ٥/المائدة: ٩٦۔

Marfat.com

یہ شکار بندوق، تلوار، تیر، غلیل، سکھائے ہوئے جانور جیسے چیتا، کتا، باز اور شکرے وغیرہ سے کھیلا جاسکتا ہے، قرآن میں ہے:

﴿ تَنَالُهٗۤ اَيْدِيْكُمْ وَ رِمَاحُكُمْ ﴾ [1]

''جو تمہارے ہاتھوں اور نیزوں کی زد میں آجائے۔''

نیز فرمایا: ﴿ وَ مَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ ﴾ [2]

''اور جن شکاری جانوروں کو تم نے سدھایا ہو......۔''

شکار کے متعلق کچھ تربیتی اصول ہیں' مثلاً یہ کہ شکار محض برائے تفریح نہیں بلکہ اس سے کھانا اور انتفاع مقصود ہو، شکاری حالت احرام اور حدود حرم میں نہ ہو، شکار کا آلہ خوب تیز ہو، ہتھیار مارتے یا جانور چھوڑتے وقت اس پر بسم اللہ پڑھ لی جائے، اگر شکار پانی میں گر جائے اور مرا ہوا ملے تو نہیں کھایا جائے گا، ان اصولوں کا تعلق خشکی کے شکار سے ہے۔

برے کھیل

''جوا'' دورِ قدیم وجدید میں دولت اکٹھی کرنے، نیز تفریح کا ایک ذریعہ رہا ہے لیکن یہ کھیل دونوں مقاصد کے لیے اصلاً حرام ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَيْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۝ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَ الْمَيْسِرِ وَ يَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ عَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ۝ ﴾ [3]

''اے مومنو! شراب، جوا، تھان اور پانسے سب گندے شیطانی کام ہیں ان سے بچو تاکہ فلاح پاؤ۔ شیطان تو بس یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے میں تمہیں مبتلا کر کے تمہارے درمیان عداوت اور بغض ڈالے اور تمہیں اللہ کی یاد اور نماز سے روک دے تو کیا تم ان چیزوں سے باز رہو گے؟''

---

[1] ٥/المائدة: ٩٤۔ [2] ٥/المائدة: ٤۔ [3] ٥/المائدة: ٩٠، ٩١۔

Marfat.com

لاٹری بھی ایک قسم کا جوا ہے، یہ اس بنا پر جائز نہیں ہو سکتی کہ اس سے حاصل ہونے والی دولت کو انسانی بھلائی کے کاموں میں لگایا جائے گا، چونکہ اسلام اچھے کاموں کے لیے اچھے ذرائع اختیار کرتا ہے اور لاٹری جوا ہے جو ناپسندیدہ ذریعہ ہے، اس لیے یہ ناجائز ہے۔ جوئے میں انسان پسینہ بہانے کے بجائے صرف آرزوؤں سے روزی حاصل کرنا چاہتا ہے، اس سے کتنے دولت مند گھرا جڑ جاتے ہیں، انسان میں بغض وعداوت، ذکر اللہ سے بے رغبتی، جرائم پسندی، چوری، غصب، رشوت، غم اور مرض وغیرہ بے شمار تباہیاں جنم لیتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ''اگر کوئی شخص اپنے ساتھی سے کہے آؤ جوا کھیلیں تو اسے صدقہ کرنا چاہیے۔'' [1]

حرام کھیلوں میں سے شطرنج بھی ہے: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے شطرنج کھیلی گویا اس نے خنزیر کے گوشت اور خون میں اپنے ہاتھ رنگ لیے۔'' [2] نیز آپ نے فرمایا: ''جس نے شطرنج کھیلی اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔'' [3]

سینما جس کی ایک قسم ٹیلی ویژن بھی ہے، آج دنیا کا سب سے مقبول کھیل ہے، لیکن دنیا میں بیشتر برائیاں اسی سے پھیلتی بڑھتی اور معاشرے میں گھر کرتی ہیں، یہ کھیل ہمیشہ آلات طرب، سحر انگیز موسیقی، فحش اور ننگے رقص اور عریانیت کے حیا سوز مناظر کے ساتھ دکھایا جاتا ہے، اس میں عزت، نسب، شرف وفضیلت کی مکمل بربادی ہے، سینما ہاؤس میں مردوں اور عورتوں کا اختلاط ہوتا ہے، جسے اسلام ایک لحظے کے لیے برداشت نہیں کرتا، موجودہ سینما گھر بے حیائی اور فحاشی کے اڈے بن چکے ہیں، اس لیے ان عیوب سے اگر کوئی فلم پاک بھی ہو تو اسے ایسے مقامات پر نہیں دیکھا جا سکتا۔ اس کے علاوہ اس میں نظر کی کمزوری، نفسیاتی الجھن، بچوں کا تعلیمی نقصان اور بے پناہ اقتصادی خسارہ ہے۔ اس میں زبردست اجتماعی خطرات، اخلاقی انارکی اور خاندانی بربادی ہوتی ہے، کتنی عزتیں لٹتیں، کتنے خون بہتے، کتنے فتنے اٹھتے ہیں۔

---

[1] صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب افرأیتم اللت والعزیٰ، حدیث: ٤٨٦٠؛ صحیح مسلم: ١٦٤٧، عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ. [2] صحیح مسلم، کتاب الشعر، باب تحریم اللعب بالنرد شیر، حدیث: ٢٢٦٠۔ [3] سنن ابی داود، کتاب الأدب، باب فی النہی عن اللعب بالنرد، حدیث: ٤٩٣٨۔

Marfat.com

فصل سوم

دورِ شباب تک

پندرہ سال سے
پچیس سال تک

Marfat.com

دائمی خوف خدا

بچے کی پیدائش پر کانوں میں اذان، سب سے پہلے بچے کو کلمہ طیبہ کی تعلیم، ساتویں سال سے نماز کی پابندی کا حکم اور مشاہدۂ فطرت کی ترغیب سے شریعت کا مقصد یہی ہے کہ بچے کے دل ودماغ میں تقویٰ راسخ کیا جائے، نوجوانی کی عمر تک پہنچتے پہنچتے تجربات، علم اور ذہنی افق میں اتنی وسعت پیدا ہو جاتی ہے کہ تعلیمات شریعت اور اعتقادات کے اسرار و معارف اور ان کے حقائق جاننے کی شدید خواہش ہوتی ہے اور حقائق نہ معلوم ہو سکنے کے نتیجے میں شکوک و شبہات اپنی راہ بنانے لگتے ہیں، اس لیے مربی کو چاہیے کہ ایمانی تربیت کے ضمن میں وجود ذات باری تعالیٰ، اس کی صفات، قضا وقدر، رسالت و وحی اور آخرت وغیرہ کے مسائل، ان کے حقائق، شگفتہ اور دلنشیں انداز میں سمجھائے تا کہ اطمینان قلب میں اضافہ، ایمان میں مضبوطی، صفت تقویٰ میں استحکام اور اللہ کا دوامی خوف پیدا ہو، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَٰؤُا ﴾ [1]

''اللہ کے بندوں میں سے علما ہی اللہ سے ڈرتے ہیں۔''

یعنی جو لوگ اللہ کی صفات کا علم رکھتے ہیں وہی اس سے ڈرتے ہیں، اس لیے نوجوانوں کو ان کا علم بڑے دل پذیر انداز میں مہیا کیا جائے۔

نوجوانوں کو یہ سمجھایا جائے کہ اللہ سبحانہ اپنے علم سے کائنات کے ذرے ذرے کو محیط ہے، عبادت کے لائق صرف وہی ہے، وہ ہمیشہ سے زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا اور ساری کائنات کا محافظ ونگراں ہے، وہ اتنا طاقتور ہے کہ نہ اسے اونگھ آتی ہے نہ نیند، اور زمین وآسمان کے انتظام سے وہ تھکتا نہیں ہے، وہ سب سے بلند اور سب سے بڑا ہے، وہ ہر وقت ہمیں دیکھتا ہے، ہمارے چھپے، کھلے اور سینوں کے راز کو بھی جانتا ہے، ان عقائد کو علم، تربیت، عمل اور احساس کے ذریعے اتنا راسخ کر دیا جائے کہ نوجوانوں کا ہر عمل خوف خدا ہی سے صادر ہونے لگے۔

---

[1] ۳۵/فاطر: ۲۸۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ۝ ﴾ [1]

''اوران کو یہی حکم کیا گیا ہے کہ یکسو ہو کر اللہ ہی کی عبادت اخلاص سے کیا کریں اور نماز پڑھیں اور زکوٰۃ ادا کریں اور محکم طریقہ یہی ہے۔''

ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ''اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے، اور ہر آدمی کے لیے وہی ہے جو اس نے نیت کی ہے۔'' [2]

آپ ﷺ فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ وہی اعمال قبول کرے گا جو خالص اس کی نیت سے ہوں۔'' [3]

نوجوانوں کو یہ تربیت دی جائے کہ وہ اپنی نیتوں، اپنے اعمال واقوال اور اپنی عبادت کو محض اللہ کے لیے خاص کریں، اس میں اور کوئی دوسری غرض شامل نہ ہو۔

---

[1] ۹۸البینة: ۵۔ [2] صحیح البخاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی.....حدیث: ۱؛ صحیح مسلم: ۱۹۰۷، عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔ [3] سنن النسائی، کتاب الجهاد، باب من غزایلتمس الأجر والذکر، حدیث: ۳۱۴۰، عن ابی امامة الباهلی۔

Marfat.com

حیا وشرم

حیا ایک فطری صفت ہے جو انسان کے بہترین اعمال کا سرچشمہ ہے، دوسروں کے حقوق ادا کرنے کا قدرتی ذریعہ، بڑوں کے آداب کی پاسداری کا بنیادی سبب اور برے افعال سے باز رہنے کے لیے فطری ڈھال ہے۔ پندرہ سولہ سال کی عمر عنفوان شباب کا دور ہے، اب بچہ نوجوان ہوچکتا ہے۔ ذہن، جسم، بول چال، احساسات ہر چیز میں شباب اور کیف وامنگ کی چھاپ نمایاں ہوجاتی ہے اور ساتھ ہی حیا وشرم کا مادہ بھی زیادہ ہوجاتا ہے۔ عمر کے اس مرحلے میں جنسی جذبات شدید ہوتے ہیں اس لیے عادات واطوار کے بگڑنے اور جسمانی واخلاقی فساد کے اندیشے زیادہ ہوجاتے ہیں، قدرت حیاء میں اضافہ اسی غرض سے کرتی ہے کہ نوجوانوں کی صحت، اخلاق اور چال چلن کو محفوظ رکھا جائے، جدید تہذیب نے عورت مرد کی مساوات و اختلاط کا اصول قائم کر کے انسان کے جوہر حیا کو فنا کرنا چاہا ہے، جس کے نتیجے میں نوجوان ذہنی، جسمانی، اخلاقی، جنسی اور دینی بحران میں مبتلا ہوگئے اور معاشرے کا لحاظ و پاس اٹھ گیا ہے۔ اسلام ایک فطری مذہب ہے، وہ نوجوانوں کے بے نظیر قدرتی اثاثے یعنی حیا کو باقی رکھ کر اسے تمام پہلوؤں سے کامل انسان بنانا چاہتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اگر حیا مجسم انسانی شکل اختیار کرتی تو وہ ایک صالح مرد ہوتا، اور اگر بے حیائی مجسم شکل اختیار کرتی تو وہ بدکار مرد ہوتا۔“ [1]

آپ ﷺ فرماتے ہیں: ”جس کام میں بے حیائی کا دخل ہوتا ہے اسے عیب لگ جاتا ہے اور جس کام میں حیا کا دخل ہوتا ہے اسے زینت مل جاتی ہے۔“ [2]

معلوم ہوا کہ حیا مردانگی کا روپ اور مردوں کی شان ہے اور عورت کے لیے پاکیزگی اور عظمت کا زیور ہے۔

---

[1] المعجم الأوسط: ١/ ٢٢٢، حديث: ٣٣٣؛ صحيح الترغيب والترهيب: ٣/٥، حديث: ٢٦٣١، عن عائشة رضی اللہ عنہا۔ [2] سنن الترمذی، کتاب البر والصلة، باب الفحش والتفحش، حدیث: ١٩٧٤، عن انس رضی اللہ عنہ۔

Marfat.com

آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ''ہر دین کا ایک مزاج ہوتا ہے اور اسلام کا مزاج حیا ہے۔'' [1]

ایک حدیث میں ہے: ''حیا ایمان کی ایک شاخ ہے۔'' [2]

معلوم ہوا کہ اسلام کی جملہ تعلیمات کا جوہر حیا ہے اور یہ ایمان کا جز ہے۔

ہمارے نوجوان اگر حیا کی صفت کو صحیح طور پر برقرار رکھیں تو ملت اسلامیہ کو ایسی نسل مل جائے جو اخلاقی، معاشرتی، تہذیبی، ذہنی اور جسمانی ہر پہلو سے کامل ہو، ملت اسلامیہ کا نام روشن ہو اور دیگر اقوام کے بے راہ نوجوانوں کے لیے ایک آئیڈل ہو۔

---

[1] سنن ابن ماجه، كتاب الزهد، باب الحياء، حديث: ٤١٨١، عن انس رضی اللہ عنہ ٤١٨٢، عن ابن عباس رضی اللہ عنہ۔ [2] صحيح البخاری، كتاب الإيمان، باب الأمور الإيمان، حديث: ٩؛ صحيح مسلم: ٣٥ عن ابی هريرة رضی اللہ عنہ۔

Marfat.com

مخلوط تعلیم

بچیوں کی صحیح تعلیم وتربیت بچیوں کے لیے مخصوص مدارس وجامعات میں ہوسکتی ہے، عزت وشرافت، عفت وحیا، بہترین اخلاق وآداب سے آراستگی اور اپنے وظیفہ حیات سے سچی آگہی ان کی الگ اور مستقل تعلیم ہی سے ممکن ہے، اسی طرح لڑکوں کی عمدہ تعلیم و تربیت، بہترین اخلاق وآداب سے آراستگی اور وظیفۂ حیات کی سچی آگاہی لڑکوں کے لیے مخصوص کلیات اور جامعات ہی سے ہوسکتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ تعلیم اور معاشرت ہر ایک میں مرد اور عورت کے اختلاط کو ناپسند فرماتے تھے، اس لیے کہ اختلاط سے سیکڑوں معاشرتی اصول پارہ پارہ ہوجاتے ہیں، تعلیم کا مقصد فوت اور وظیفۂ حیات کا شعور غلط راہ اختیار کرلیتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک عورت آئی اور عرض کیا: اللہ کے رسول! مردوں نے آپ کی تعلیمات حاصل کیں، ہمارے لیے ایک دن مقرر فرمادیجیے اور اس میں اللہ نے آپ کو جو سکھایا ہے ہمیں بھی تعلیم فرمائیے۔ آپ نے فرمایا: ''فلاں فلاں دن اکٹھی ہوجایا کرو، وہ اکٹھی ہوتیں اور آپ انہیں اللہ کا عطا کردہ علم سکھاتے۔ [1]'' اس سے عدم اختلاط کی تربیت واضح ہے۔

آپ فرماتے ہیں: ''جب کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ تنہا ہوتا ہے تو ان میں تیسرا شیطان ہوتا ہے۔'' [2]

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَاسْأَلُوهُنَّ مِن وَرَاءِ حِجَابٍ ﴾ [3]

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب تعلیم النبی ﷺ أمته من الرجال والنساء......ح: ۷۳۱۰؛ صحیح مسلم: ۲۶۳۳، عن ابی سعید۔
[2] سنن الترمذی، کتاب الرضاع، باب کراهیة الدخول علی المغنیات حدیث: ۱۱۷۱، عن عقبة بن عامر رضی اللہ عنہ۔ [3] ۳۳/الاحزاب: ۵۳۔

Marfat.com

''اور جب تم ان سے کوئی چیز طلب کرو تو پس پردہ طلب کیا کرو۔''

اسحاق ایک تابعی تھے جو نابینا تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب ان سے پردہ کیا تو بولے کہ میں تو دیکھتا نہیں، مجھ سے کیا پردہ؟ فرمایا: لیکن میں تو تمہیں دیکھتی ہوں۔ [1]

جن طالب علموں سے آپ کا رشتہ رضاعت ہوتا ان کے علاوہ دیگر طلبہ اور ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے درمیان ہمیشہ پردہ پڑا رہتا تھا۔

مدرسۃ البنات آنے جانے والی طالبات کے راستے کے آداب پر یہ آیت صحیح روشنی ڈالتی ہے:

﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَ بَنٰتِكَ وَ نِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ ﴾ [2]

''اے نبی! اپنی بیویوں، بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ (باہر چلتے وقت) بڑی چادریں اوڑھا کریں اس سے ان کی پہچان ہو سکے گی (کہ شریف زادیاں ہیں) تو ان کو تکلیف نہ ہوگی۔ اور اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔''

اختلاط اور اس کے مفاسد سے بچنے کے لیے عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے لیے درج ذیل آیت میں ہدایات بیان فرمائی ہیں، ان میں نوجوان طلبہ اور طالبات بھی داخل ہیں:

﴿ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ يَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ؕ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝ وَ قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَ يَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَ لَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ لْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ﴾ [3]

''مومنوں سے کہو اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کے حق میں زیادہ صفائی ہے اللہ کو ان کے سب کاموں کی خبر ہے اور مومن

---

[1] الطبقات الکبریٰ لابن سعد: ٨/ ٦٩۔ [2] ٣٣/الاحزاب: ٥٩۔
[3] ٢٤/النور: ٣١۔

Marfat.com

عورتوں سے کہو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں سوائے اس کے جو خود کھلی رہے اور چلتے وقت اپنے سینوں پر دوپٹوں کی بکل مارا کریں۔‘‘

معاشرہ اور خاندان کے کچھ مخصوص محرم افراد ہیں کہ جن میں باہم رشتۂ نکاح حرام ہے، اس لیے عورتیں ان کے سامنے بے حجاب ہو سکتی ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِيْٓ اٰبَآىِٕهِنَّ وَ لَآ اَبْنَآىِٕهِنَّ وَ لَآ اِخْوَانِهِنَّ وَ لَآ اَبْنَآءِ اِخْوَانِهِنَّ وَ لَآ اَبْنَآءِ اَخَوٰتِهِنَّ وَ لَا نِسَآىِٕهِنَّ وَ لَا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ ۚ وَ اتَّقِيْنَ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ۝﴾ [1]

’’ان کو اپنے باپ دادا، حقیقی بیٹوں یا حقیقی بھائیوں یا حقیقی بھتیجوں یا بھانجوں یا اپنی عورتوں یا زر خرید غلاموں کے سامنے بے حجاب ہونے میں کوئی گناہ نہیں ہے، تم بھی اے عورتو! اللہ سے ڈرتی رہو بے شک اللہ ہر چیز پر نگہبان ہے۔‘‘

---

[1] ۳۳/الاحزاب: ۵۵۔

Marfat.com

اجازت طلب کرنا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَ اِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ﴾ [1]

"اور جب تمہارے بچے بلوغت کو پہنچیں تو وہ اجازت لیا کریں جس طرح ان سے پہلے کے لوگ اجازت لیتے رہے ہیں۔"

بنی عامر کا ایک شخص آپ ﷺ کے پاس آیا، آپ گھر میں تھے، اس نے اجازت طلب کرتے ہوئے کہا: آجاؤں؟ آپ نے خادم سے کہا: جاؤ اور اسے اجازت کے آداب سکھاؤ۔ اس سے کہو کہ کہے: السلام علیکم، کیا میں آجاؤں۔ اس آدمی نے یہ بات سن لی اور کہا: السلام علیکم! کیا میں آجاؤں؟ رسول اللہ ﷺ نے اسے اجازت دی تو داخل ہوا۔ [2]

آپ ﷺ فرماتے ہیں: "اجازت طلبی تین بار ہے اگر تمہیں اجازت مل جائے تو ٹھیک ہے ورنہ لوٹ جاؤ۔" [3]

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَ تُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَا ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَاۤ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ ۚ وَ اِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ ﴾ [4]

"ایمان والو! تم اپنے گھروں کے علاوہ دوسرے گھروں میں بغیر معلوم کرائے

---

[1] ٢٤/النور: ٥٩۔ [2] سنن ابی داود، کتاب الأدب، باب الاستيذان، حديث: ٥١٧٧۔ [3] صحيح البخاری، کتاب الاستيذان، باب التسليم والاستئذان ثلاثا، حديث: ٦٢٤٥؛ صحيح مسلم: ٢١٥٣، عن ابی سعيد الخدری رضی اللہ عنہ۔ [4] ٢٤/النور: ٢٧، ٢٨۔

Marfat.com

اوراس میں رہنے والوں کوسلام کیے بغیر داخل نہ ہوا کرو، یہ تمہارے لیے اچھا ہے تاکہ تم نصیحت پاؤاور اگر تم ان میں کسی کو نہ پاؤ تو تم ان میں داخل نہ ہوا کرو جب تک کہ تمہیں اجازت نہ ملے اور اگر تمہیں کہا جائے کہ آپ لوٹ جائیں تو واپس لوٹ جاؤ یہ تمہارے لیے زیادہ صفائی کی بات ہے۔''

آپ فرماتے ہیں: ''اجازت طلبی نظر کے سبب سے ہے۔'' 1

رسول اللہ ﷺ جب کسی کے دروازے پر آتے تو بالکل سامنے نہیں کھڑے ہوتے تھے، بلکہ دائیں یا بائیں کھڑے ہوتے تھے پھر السلام علیکم فرماتے۔ 2

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے دروازے انگلیوں سے کھٹکھٹائے جاتے تھے۔ 3

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ایک بار میں آپ ﷺ کے پاس آیا اور دروازہ کھٹکھٹایا آپ نے فرمایا: کون؟ میں نے کہا: میں! آپ نے فرمایا: ''میں، میں! گویا آپ نے اسے ناپسند کیا۔'' 4

آپ ﷺ فرماتے ہیں: ''اگر کوئی شخص کسی کے گھر میں جھانکے اس کے لیے حلال ہے کہ اس کی آنکھ پھوڑ دے۔ایک روایت میں ہے جس نے کسی کے گھر میں جھانکا اور اس نے آنکھ پھوڑ دی تو اس کا کوئی قصاص و دیت نہیں ہے۔ 5

معراج میں جب جبرئیل علیہ السلام آنحضرت ﷺ کو لے کر آسمان پر پہنچے اور اجازت طلب کی تو پوچھا گیا: کون؟ کہا: جبرئیل علیہ السلام، کہا گیا: تمہارے ساتھ کون ہیں؟ کہا: محمد ﷺ! پھر دروازہ کھول دیا گیا، اسی طرح ہر دروازے پر ہوا۔ 6

---

1 صحیح البخاری، کتاب الاستئذان، باب الاستئذان من أجل البصر، حدیث: ٦٢٤١؛ صحیح مسلم: ٢١٥٦۔ 2 سنن ابی داود، کتاب الأدب، باب کم مرة یسلم الرجل فی الاستئذان، ح: ٥١٨٦۔ 3 الادب المفرد: ١٠٨٠؛ السلسلة الصحیحة: ٥/١٢٨، ح: ٢٠٩٢۔ 4 صحیح البخاری، کتاب الاستئذان، باب اذا قال من قال ذا فقال انا، حدیث: ٦٢٥٠ 5 صحیح البخاری ، کتاب الدیات، باب من اطلع فی بیت...... حدیث: ٦٩٠٢؛ صحیح مسلم: ١٦٢۔ 6 صحیح البخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائکة......حدیث: ٣٢٠٧۔

Marfat.com

اس سے معلوم ہوا کہ استیذان کا طریقہ آسمانوں میں ملائکہ کی دنیا میں بھی چلتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ ایک باغ کے کنویں پر بیٹھے ہوئے تھے، ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور اجازت چاہی۔ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا: کون؟ کہا: ابوبکر، پھر عمر رضی اللہ عنہ آئے اور اجازت چاہی، انہوں نے کہا: کون؟ کہا: عمر، پھر عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا۔[1]

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَ الَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ؕ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَ حِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَ مِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ؕ۫ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَ لَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ ؕ طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ وَ اِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝﴾[2]

''اے ایمان والو! تمہارے غلام اور تمہارے نابالغ لڑکے تین اوقات میں تم سے اجازت لیا کریں، صبح کی نماز سے پہلے، دوپہر کو جب تم کپڑا اتارا کرتے ہو اور عشاء کی نماز کے بعد، یہ تین اوقات تمہارے پردے کے ہیں، ان کے بعد اگر وہ آئیں تو نہ تم پر گناہ ہے اور نہ ان پر، بعض کو بعض کے پاس آنا جانا لگا رہتا ہے، اللہ تعالیٰ اسی طرح تمہارے لیے احکام بیان کرتا ہے اور اللہ بڑے علم والا، بڑی حکمت والا ہے اور جب تمہارے بچے بلوغت کو پہنچیں تو وہ اجازت لیا کریں جس طرح ان سے پہلے کے لوگ اجازت لیتے رہے ہیں۔''

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الفتن، باب الفتنة التى تموج كموج البحر، حديث: ٧٠٩٧؛ صحيح مسلم: ٢٤٠٣، عن ابى موسىٰ الاشعرى رضی اللہ عنہ۔

[2] ٢٤/النور: ٥٨، ٥٩۔

Marfat.com

جائز آزادی

عمر کا یہ مرحلہ اس پہلو سے بڑا نازک ہوتا ہے کہ اس میں بے ٹوک آزادی، خود رائی اور بڑوں کی کسی دخل اندازی کے بغیر اپنے جملہ امور خود انجام دینے کا جذبہ شباب پر ہوتا ہے، حقائق کی سچی عملی دنیا اور اس کی تلخیوں سے گریز اور بڑے بڑے ذہنی منصوبے بنانے کا دور ہوتا ہے، اس لیے جائز آزادی ملنا ان کا حق ہے، زیادہ بندشیں انہیں انحراف پر آمادہ کر دیتی ہیں اس لیے ان سے نرمی، مشاورت، مختلف کاموں کی ذمہ داری دینے کا راستہ اختیار کرنا چاہیے، اس سے ان کے جذبہ آزادی کو صحیح راستے پر لگایا جا سکے گا اور ممکن اور غیر ممکن باتوں میں فرق کرنے کا تجربہ کرایا جا سکے گا۔

ایک بار رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''وہ کون سا درخت ہے جو مومن کے مثل ہے، جس پر خزاں کا موسم نہیں آتا؟'' لوگ جنگل کے درختوں کی طرف خیال دوڑانے لگے، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ابھی نوعمر تھے، کہتے ہیں کہ میرے دل میں آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے لیکن بتانے سے مجھے شرم آئی، لوگوں نے کہا: اللہ کے رسول آپ ہی ہمیں بتا دیجیے۔ آپ نے فرمایا: ''وہ کھجور کا درخت ہے۔'' عبداللہ بن عمر کہتے ہیں: میں نے جب دیکھا کہ حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما نہیں بول رہے ہیں تو میں نے بولنا نامناسب سمجھا۔ پھر مجلس سے جب ہم اٹھے اور والد صاحب کو یہ بات بتائی تو انہوں نے فرمایا: ''اگر تم اسے بتا دیتے تو یہ میرے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہوتا۔'' [1]

اس واقعہ سے یہ بات سمجھی جا سکتی ہے کہ بہترین اسلامی تربیت نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے جذبۂ آزادی رائے کو باادب بنا دیا تھا اور مربی کی طرف سے ان کو جائز آزادیٔ رائے کا پورا حق حاصل تھا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی خلافت کے دور میں

---

[1] صحیح البخاری، کتاب العلم، باب الحیاء فی العلم، حدیث: ۱۳۱؛ صحیح مسلم: ۲۸۱۱۔

Marfat.com

میں مجھے شریک فرماتے، تو مشورے میں شریک کیا کرتے تھے۔ جو بعض حضرات کو ناپسند تھی، چنانچہ ایک بار آپ نے ان سب سے یہ بات پوچھی: (إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ) کا کیا مطلب ہے؟ بعض حضرات نے کہا: جب ہمیں اللہ کی مدد حاصل ہو تو ہمیں اس نے حمد و استغفار کا حکم دیا ہے۔ پھر مجھ سے پوچھا: کیا تم یہی کہتے ہو؟ میں نے کہا: یہ آپ ﷺ کی موت کی علامت ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”میں بھی یہی جانتا ہوں۔“ 1

ایک نوجوان نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا: اے اللہ کے نبی! کیا مجھے زنا کی اجازت ہے؟ لوگ یہ سن کر اسے جھڑکنے لگے۔ آپ نے فرمایا: ”اسے میرے پاس لاؤ۔“ نوجوان سے کہا: قریب آؤ، وہ آپ کے سامنے بیٹھ گیا، نبی ﷺ نے فرمایا: ”کیا تم اس فعل کو اپنی ماں کے لیے پسند کرتے ہو؟“ اس نے کہا: نہیں، فرمایا: ”دوسرے لوگ بھی اپنی ماں کے لیے اسے پسند نہیں کرتے۔“ کیا تم اسے اپنی بیٹی کے لیے پسند کرتے ہو؟“ اس نے کہا: اللہ مجھے آپ پر قربان کرے یہ نہیں ہو سکتا، فرمایا: ”دوسرے لوگ بھی اپنی بیٹیوں کے لیے اسے پسند نہیں کرتے۔ کیا تم اسے اپنی بہن کے لیے پسند کرتے ہو؟“ کہا: نہیں، اللہ مجھے آپ پر قربان کرے، فرمایا: ”دوسرے لوگ بھی اپنی بہنوں کے لیے اسے پسند نہیں کرتے۔“ آپ نے پھوپھی اور خالہ کا ذکر کیا اور ہر ایک میں اس نے انکار کیا، آپ نے اپنا ہاتھ اس کے سینے پر رکھا اور فرمایا: ”اے اللہ! اس کا دل پاک کر دے، اس کا گناہ بخش دے، اس کی شرمگاہ کی حفاظت فرما۔“ چنانچہ وہ آپ ﷺ کے پاس سے اس حال میں رخصت ہوا کہ زنا سے زیادہ ناپسندیدہ فعل اس کے نزدیک کوئی نہ تھا۔ 2

آپ ﷺ نے فرمایا: ”جس معاملے میں نرمی ہوتی ہے اس میں زینت ہوتی ہے اور جس میں نہیں ہوتی اس میں عیب پیدا ہو جاتا ہے۔“ 3

---

1 صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی ﷺ ووفاته، حدیث: 4430۔ 2 مسند احمد: 5/ 256، السنن الکبری للبیہقی: 10/ 161۔ 3 صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب فضل الرفق، حدیث: 2594۔

Marfat.com

ہجرت کے وقت جب آپ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ غار ثور میں تین روز ٹھہرے تو آپ حضرات کے کھانے پینے اور خفیہ طور پر قریش کی نقل وحرکت اور ان کے ارادوں کی اطلاع کا زبردست کام تین نوعمر اشخاص حضرت عبداللہ بن ابوبکر، حضرت اسماء اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم کے سپرد تھا، جسے انہوں نے نہایت کامیابی سے انجام دیا، اس سے حریت عمل کا اندازہ ہوتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی نوجوانی کے دور میں کعبہ کی تعمیر ہورہی تھی، اشرافِ قریش کے ساتھ آپ بھی پتھر ڈھورہے تھے، حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا کہ ازار کندھے پر رکھ لو تاکہ پتھر سے حفاظت رہے۔ پھر ایسا کرتے ہی آپ زمین پر گر پڑے اور آنکھیں آسمان کی طرف چڑھ گئیں، پھر کھڑے ہوئے اور فرمایا: ''میرا ازار، میرا ازار؟'' چنانچہ آپ کا ازار باندھ دیا گیا، آپ نے فرمایا: ''مجھے عریاں چلنے کی ممانعت ہے۔'' [1]

نبی کریم ﷺ نے مسجد نبوی میں حبشیوں کو نیزہ بازی کے کرتب کی اجازت دی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اسے خود دکھلایا، اتنے میں حضرت عمر آئے اور ان پر کنکری پھینکی آپ ﷺ نے فرمایا: ''عمر انہیں کھیلنے دو۔'' [2]

---

[1] صحیح البخاری، کتاب فضائل مناقب الأنصار، باب بیان الکعبة، حدیث: ٣٨٢٩؛ صحیح مسلم: ٣٤٠، عن عبداللّٰہ بن جابر رضی اللہ عنہ۔ [2] صحیح مسلم، کتاب صلاة الاستسقاء، باب الرخصة فی اللعب الذی لا معصیة فیه، فی ایام العید، حدیث: ٨٩٣، عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ۔

Marfat.com

خدمت خلق

عمر کے اس مرحلے میں بے لوث محبت کا جذبہ ابھرتا ہے، خود اپنی شخصیت سے جو زیبائش و آرائش کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے نیز اپنے ہم مزاج سے اور پھر صنف مخالف سے بھی۔ محبت کے یہ مظاہر فطری ہیں انہیں حد اعتدال پر رکھنا مربی کا فریضہ ہے، اس جذبے کی سچی تربیت سے نوجوانوں کو خدمت خلق کا خوگر بنایا جا سکتا ہے، خدمت خلق ہی اشاعت اسلام کی زمین ہے، جس پر اس دین انسانیت کا بیج اگتا ہے، رسول اللہ ﷺ کی سیرت میں اس جذبے کا زبردست غلبہ پایا جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کو بیوہ اور مسکین کے ساتھ جا کر ان کا کام پورا کر دینے میں کوئی عار نہ تھی۔ [1]

ایک بار آپ ﷺ نماز کے لیے کھڑے ہوئے، اتنے میں ایک بدو آیا اور آپ کا دامن پکڑ کر کہنے لگا: پہلے میرا ایک کام کر دو، آپ مسجد سے باہر تشریف لے گئے، اس کا کام پورا کیا پھر آ کر نماز ادا کی۔ [2]

ایک بار عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں مدینہ کی عورتوں میں چادریں تقسیم کیں، ایک اچھی چادر بچ گئی تو لوگوں نے کہا کہ اپنی بیوی ام کلثوم کو دے دیجیے، فرمایا: ام سلیط اس کی زیادہ حقدار ہیں، وہ غزوۂ احد میں پانی لا لا کر غازیوں کو پلاتی تھیں۔ [3]

مدینہ سے باہر ایک قافلہ ٹھہرا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہونے کے باوجود اس کی پہرہ داری کر رہے تھے، دیکھا کہ ایک بچہ بار بار ماں کی گود میں رو رہا ہے، آپ نے جھڑکا تو

---

[1] سنن النسائی، کتاب الجمعة، باب ما یستحب من تقصیر الخطبة، حدیث: ١٤١٤۔ [2] صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب الدلیل علی أن نوم الجالس لا ینقض الوضوء حدیث: ٣٧٦، عن انس رضی اللہ عنہ۔ [3] صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب ذکر ام سلیط حدیث: ٤٠٧١، عن ثعلبة بن مالک رضی اللہ عنہ۔

Marfat.com

ماں نے جواب دیا کہ اصل بات تم نہیں جانتے، خلیفۃ المسلمین عمر کا فرمان ہے کہ بچے جب دودھ چھوڑ دیں تب ان کا وظیفہ بیت المال سے جاری ہوگا، میں اسی غرض سے اس بچے کا دودھ چھڑاتی ہوں، حضرت عمر کو بڑا رحم آیا اور منادی کرادی کہ پیدائش کے ساتھ ہی بچوں کا وظیفہ مقرر کیا جائے۔

خباب بن ارت رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک غزوے میں بھیجا اور اس مدت میں آپ ان کے گھر تشریف لے جاتے اور دودھ دیا کرتے تھے۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو روٹی پکانا نہیں آتی تھی مدینہ میں ان کی پڑوسی عورتیں ان کا یہ کام کردیا کرتی تھیں۔ [1]

ام درداء رضی اللہ عنہا کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے بتایا کہ میری بیوی بیمار ہے، انہوں نے اسے کھانا کھلایا اور جب تک اس کی بیوی شفایاب نہیں ہوئی، اس کی خیریت معلوم کرتی اور کھانا کھلاتی رہیں۔ [2]

---

[1] صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب الغیرۃ، حدیث: ٥٢٢٤؛ صحیح مسلم: ٢١٨٢، عن اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا۔ [2] الأدب المفرد: ٥١٣، عن ابراهيم بن ابی علیۃ رحمہ اللہ۔

Marfat.com

مثالی شخصیت، مثالی کردار

ابھرتے ہوئے شباب کے اس مرحلے میں ذوق ورجحان کے مطابق نوجوانوں کی کچھ من پسند معروف شخصیات ہوتی ہیں جن سے انہیں حسن ظن، اعتقاد اور دلی ربط ہوتا ہے۔ جن شخصیات اور کردار کو وہ اپنے لیے مثال اور نمونہ بناتے اور ان کی مدح میں رطب اللسان رہتے ہیں یہ مسئلہ بھی مربی کی تربیتی حکمت شناسی کے لیے ایک امتحان ہوتا ہے، یہ بات تو ہر شبے سے خالی ہے کہ انسانی زندگی کی بہتری اور دنیا و آخرت میں شاندار کامرانی کے لیے زندگی اور انسانی معاشرے کے ہر تعمیری اور بارآور کام کے لیے اسلام کے بےنظیر اصولوں کے ساتھ اسلام کی پندرہ صدیوں پر پھیلی ہوئی تاریخ میں ہر شعبۂ حیات سے متعلق قابل فخر شخصیات موجود ہیں اور یہ بات بھی شبہ سے خالی ہے کہ اسلام کی یہ تمام معروف، قدآور اور عظیم شخصیتیں اس مثالی شخصیت سے مربوط ہیں جس کے متعلق خالق کائنات نے ''سارے جہانوں کے لیے رحمت'' اور ''خلق عظیم'' پر ہونے کی گواہی دی ہے۔ مربی کا کام یہ ہے کہ نوجوانوں کو ان کے شعبۂ عمل سے متعلق عظیم اسلامی تاریخی شخصیات سے ربط وآگہی بخشے اور ساتھ ہی انہیں یہ اعتقادی کامل بھی عطا کرے کہ ان تمام شخصیتوں کا محور امام الانبیاء، سید البشر، خاتم النبیین، محسن انسانیت، رحمت عالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں، یہی ذات گرامی تمام امت مسلمہ، اس کے چھوٹے بڑے، پڑھے بے پڑھے جملہ افراد کے لیے مثالی شخصیت ہے، اس کا اسوہ اور کردار سب کے لیے مثالی ہے جو تمام محاسن کا جامع ہے، اس لیے اتباع اور پیروی کے لائق یہی شخصیت اور یہی کردار ہے جس کے متعلق کہا گیا ہے کہ ((كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنُ)) ''آپ کا کردار قرآن تھا'' ظاہر ہے غیر اقوام میں تو کیا امت مسلمہ کی کسی بڑی سے بڑی شخصیت کو آپ ﷺ کا سا امتیازی مقام حاصل نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ [1]

---

[1] ۳۳/الاحزاب: ۲۱۔

Marfat.com

''رسول خدا میں تمہارے لیے بہترین نمونہ ہے۔''

اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو خطاب کر کے فرماتا ہے:

﴿ يَاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا ۝ وَّ دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ۝ ﴾ [1]

''اے نبی! ہم نے آپ کو گواہ، خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا اور اللہ کے حکم سے اللہ کی طرف بلانے والا اور روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے نبوت ایسے عظیم انسانوں کو دی ہے جو روحانی، اخلاقی اور عقلی اعتبار سے انتہائی کامل لوگ تھے، جن کی شخصیت اور کردار بے داغ اور کھلی کتاب تھے، رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے ان صفات میں اس درجے کا کمال عطا کیا تھا کہ قیامت تک تاریخ کے ہر انقلاب، علم کی بے پایاں ترقی، تہذیب و تمدن کی انتہائی بلندی کے باوجود آپ کی شخصیت اور کردار سب سے معیاری رہیں گے۔

مثالی شخصیت اور مثالی کردار کا جوہر صداقت شعاری ہے، اس کا قول و عمل سچائی سے سرمو تجاوز نہ کرے، اسی سے انسانی کردار میں جامعیت اور کمال پیدا ہوتا ہے اور یہ صفت رسول اللہ ﷺ میں بدرجہ کمال پائی جاتی تھی، آپ کی پوری زندگی صداقت کا بے داغ آئینہ ہے۔

آپ کا سب سے بڑا دشمن ابوجہل کہتا تھا: اے محمد! میں تمہیں جھوٹا نہیں کہتا، البتہ تمہاری باتوں کو میں تسلیم نہیں کر سکتا، اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق آیت نازل فرمائی:

﴿ قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَ لٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ۝ ﴾ [2]

''ہم جانتے ہیں کہ یہ کافر جو کہتے ہیں ان سے تم رنجیدہ ہوتے ہو اس لیے کہ وہ تجھ کو نہیں جھٹلاتے بلکہ وہ ظالم لوگ اللہ کی آیات کا انکار کرتے ہیں۔'' [3]

---

[1] ٣٣/الاحزاب: ٤٥، ٤٦۔ [2] ٦/الانعام: ٣٣۔ [3] سنن الترمذی، كتاب تفسير القرآن [باب] و من سورة الأنعام، حديث: ٣٠٦٤، عن علی رضی اللہ عنہ۔

Marfat.com

قیصر روم نے اپنے دربار میں ابوسفیان سے جو اس وقت آپ ﷺ کے سخت دشمن تھے آپ کے متعلق پوچھا تھا کہ دعوائے نبوت سے پہلے تم نے اسے کبھی جھوٹ بولتے ہوئے دیکھا تھا؟ ابوسفیان نے ہزار عداوت کے باوجود کہا تھا: نہیں! بعد میں رومی بادشاہ نے اہل دربار کے سامنے ابوسفیان سے کہا کہ میں نے تم سے پوچھا تھا کہ کیا وہ کبھی جھوٹ کا مرتکب ہوا تھا تو تم نے جواب دیا کہ نہیں، اس لیے مجھ کو یقین ہے کہ اگر وہ اللہ کے متعلق جھوٹ بولتا یعنی دعوائے وحی ورسالت میں جھوٹا ہوتا۔ تو وہ لوگوں میں جھوٹ بولنے سے کب باز آتا۔ [1]

قریشی روساء کی ایک مجلس میں آپ کا ذکر ہو رہا تھا، سب سے زیادہ تجربہ کار سردار نضر بن حارث نے کہا: محمد ﷺ تمہاری آنکھوں کے سامنے بچے سے جوان ہوا، تم سب میں سب سے زیادہ کریم النفس، صداقت شعار اور امین تھا، اور جب اس کے بالوں میں سپیدی آ گئی اور تمہارے سامنے اپنی سب باتیں پیش کیں تو تم اسے شاعر، کاہن، مجنون اور جادوگر کہنے لگے، بخدا! وہ یہ سب کچھ نہیں ہے تم پر کوئی نئی افتاد آئی ہے۔ [2]

ذہانت اور عقلی کمال آپ ﷺ کی ایک ایک ادا سے ظاہر ہے، نبوت سے پہلے جواں عمری میں خانۂ کعبہ کی تعمیر ہو رہی ہے، حجر اسود نصب کرنے کا موقع آیا تو شدید قبائلی کشمکش پیدا ہوئی، ہر قبیلہ اس پتھر کو نصب کرنے کا شدید خواہاں ہے، معاملہ کشف وخونریزی تک پہنچنے والا ہے، ایک بوڑھے سردار نے رائے دی کہ صبح حرم میں جو شخص سب سے پہلے آئے وہ اس کا زیادہ حقدار ہے، اتفاق کہ سب سے پہلے آپ کی ذات گرامی وہاں حاضر ہوئی اس لیے اسے نصب کرنے کے آپ حقدار قرار پائے لیکن آپ کی عقل وتدبیر ہمہ گیر نے اس حق میں سب کو شریک کیا، چادر بچھائی، حجر اسود کو اس میں رکھا اور ہر قبیلے کے سردار کو چادر پکڑ کر اٹھانے کو کہا۔ اس کے بعد خانہ کعبہ کی دیوار میں جہاں اسے نصب کرنا تھا چادر سے اٹھا کر آپ نے نصب کر دیا، اس شرف میں تمام لوگ شریک ہو گئے، خون کی ندیاں جو موجزن ہونے کے لیے بے تاب تھیں خشک ہو کر رہ گئیں، آپ کی تدبیریں کمال درجہ تعمیری ہیں جس میں

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب دعاء النبی ﷺ إلی الاسلام حدیث: ۳۹۴۱؛ صحیح مسلم: ۱۷۷۳۔ [2] سیرة ابن هشام: ۱/ ۲۹۹۔

Marfat.com

تاقیامت آپ کا کوئی ثانی نہ ہوگا، پوری زندگی بے مثال حسن تدبیر کا آئینہ ہے۔

مربی نوجوان کی عقلی تربیت میں رسول اللہ ﷺ کے تعمیری اسوہ کو پیش نظر رکھے اور ان عقل پرستوں کی پیروی سے بچائے جو خدا اور رسول کا انکار کر کے اللہ کے بندوں کو خود ساختہ ظالمانہ قوانین کے شکنجوں میں کس کر بے دست و پا کر دیتے ہیں اور انسان کو مختلف تباہ کن راستوں پر کھینچتے ہیں۔

اسلام کے پیغام کو سارے انسانوں کو پہنچانے کے لیے آپ ﷺ نے دنیا کا عیش و آرام ترک کر دیا تھا، اللہ کی طرف سے آپ کا یہ اعلان تھا: ''اے لوگو میں تم سے اس پر کوئی مال نہیں طلب کرتا، میرا اجر تو بس اللہ کے ذمہ ہے۔'' [1] لوگ اس پیغام کی عظمت واہمیت کو نہ سمجھتے تو آپ بے انتہا رنجیدہ ہوتے، اللہ نے آپ کے غم کی تخفیف کے لیے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلَىٰٓ اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ﴾ [2]

''اگر یہ لوگ اس کلام پر ایمان نہ لائیں گے آپ شاید تو ان کے پیچھے افسوس سے اپنی جان کو ہلاک کر ڈالیں گے۔''

اسلام کا پیغام جس بے نفسی، صبر و ثبات اور عزم و حوصلے سے آپ ﷺ نے دنیا تک پہنچایا ہے وہ قیامت تک آنے والی نسلوں کے لیے بے مثل نمونہ ہے۔

قرآن نے بتایا ہے کہ دنیا میں انسانوں کی تخلیق کا مقصد ایک اللہ کی عبادت کرنا ہی ہے: ﴿ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴾ حضرت ﷺ جس قدر رتبے میں بلند و بالا ہیں اسی قدر اللہ کی بندگی اور عبادت میں سب سے بڑھ کر ہیں۔ حدیث میں ہے کہ رات کو جاگ کر آپ اس قدر اللہ کی عبادت کرتے تھے کہ آپ کے قدموں میں ورم آجاتا تھا اور جب آپ ﷺ سے کہا جاتا کہ اللہ نے آپ کی اگلی پچھلی لغزشیں معاف نہیں کر دی ہیں؟ تو

---

[1] ١١/هود:٢٩۔ [2] ١٨/الكهف: ٦۔

Marfat.com

تو آپ ﷺ فرماتے: ''تو کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟'' [1]

آپ ﷺ کے اعمال کی ایک عظیم ترین صفت یہ ہے کہ جو کام کرتے ہمیشہ کرتے تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شہادت ہے: (كَانَ عَمَلُهُ دِيمَةً) آپ کا عمل بارش کی جھڑی کی طرح ہوتا تھا۔ یعنی ہیشگی سے انجام دیتے تھے اور جس بات کی طاقت آپ رکھتے تھے تم میں کون اس کی طاقت رکھتا ہے۔ [2]

آپ کی عظیم ترین صفت یہ ہے کہ آپ جن باتوں کی دعوت دوسروں کو دیتے تھے ان پر آپ سب سے پہلے ایمان لاتے اور عمل کر کے دکھاتے تھے، قرآن کہتا ہے:

﴿ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ ﴾ [3]

''رسول ان باتوں پر خود ایمان لایا ہے جو اس کے رب کی طرف سے اس پر نازل کی گئی ہیں۔''

نیز اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے آپ سے کہلوایا:

﴿ لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ﴾ [4]

''وہ باتیں تم کیوں کہتے ہو جنہیں کرتے نہیں؟''

نوجوانوں کے لیے مداومت عمل، عبادت الٰہی اور قول وعمل کی یکسانیت جیسی اعلیٰ ترین انسانی اقدار میں آپ سے بڑھ کر کوئی نمونہ نہیں ہے۔ آپ کے حسن اخلاق کی دنیا اتنی وسیع ہے جتنی قرآنی تعلیمات کی، آپ اپنے اور بیگانے، چھوٹے اور بڑے، امیر اور غریب، دوست اور دشمن، خلوت اور جلوت، صلح اور جنگ، ہر شخص اور ہر موقع پر اپنے بلند ترین اخلاق کی رحمت آمیز بدلیاں برساتے تھے۔ جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے کسی کے سوال پر ''نہیں'' کبھی نہیں کہا۔ [5]

---

[1] صحيح البخاري، كتاب التهجد، باب قيام النبي الليل، حديث: ١١٣٠، ٤٨٣٦، ٤٦٧١؛ صحيح مسلم: ٢٨١٩۔ [2] صحيح البخاري، كتاب الصوم، باب هل يخص شيأ من الأيام، حديث: ١٩٨٧، ٦٤٦٦؛ صحيح مسلم: ٧٨٣۔ [3] ٢/البقرة:٢٨٥۔ [4] ٦١/الصف:٢۔ [5] صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب حسن الخلق والسخاء......، حديث: ٦٠٣٤؛ صحيح مسلم: ٢٣١١۔

Marfat.com

ایک شخص نے آپ سے کچھ درخواست کی، اس وقت آپ کی بکریوں کا ریوڑ بہت دور تک پھیلا ہوا تھا، آپ نے سب اسے دے دیں، وہ شخص اپنے قبیلہ میں واپس گیا اور بولا: اسلام قبول کرلو! محمد ﷺ ایسے فیاض ہیں کہ فقر وفاقہ سے بھی نہیں ڈرتے۔ [1]

ایک رات حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ چل رہے تھے، آپ نے فرمایا: ''ابوذر! اگر احد پہاڑ میرے لیے سونا بنا دیا جائے تو میں اسے تین راتوں سے زیادہ روکنا پسند نہیں کروں گا حتی کہ ایک دینار بھی نہیں الا یہ کہ قرض کی ادائیگی کے لیے بچا لوں۔'' [2]

فیاضی اعلیٰ انسانی صفت ہے، انسانی ہمدردی کے حصول اور تسخیر قلوب کے لیے یہ سحر حلال ہے، دیگر صفات کی طرح یہ بھی تعمیری، بے غرض اور بے مثال صفت نبوی ہے اور رہتی دنیا کے لیے نمونہ انسانیت ہے۔ فتوحات کے دور میں آپ کے پاس بے پناہ دولت چاروں طرف سے آتی تھی، لیکن جس سادگی کا راستہ آپ نے اختیار کیا تھا اس میں کوئی تبدیلی نہیں کی، اخیر دم تک اسی سنت پر باقی رہے اور حق کوشوں کے لیے سخت کوشی کا کھرا راستہ چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہوئے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کے گھر گیا، میں نے آپ کے پہلو پر چٹائی کے نشانات دیکھے، عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اس تکلیف سے حفاظت کے لیے چٹائی پر ایک گدھا بچھا دیا جائے، آپ نے فرمایا: ''دنیا سے میرا کیا واسطہ؟ میری اور دنیا کی مثال ایسے ہے جیسے کوئی سوار کسی درخت کے سائے میں تھوڑی دیر رک کے پھر اسے چھوڑ کر چل دے۔'' [3]

آپ ﷺ نے اپنی آل کی روزی کے متعلق دعا کی: ((اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ اٰلِ مُحَمَّدٍ كَفَافًا)) ''اے اللہ! آل محمد کی روزی بقدر کفایت مقرر کر۔'' [4]

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فی سخائه، حدیث: ٢٣١٢۔ [2] صحیح البخاري، كتاب الاستقراض، باب أداء الديون، حديث: ٢٣٨٨۔ [3] سنن الترمذي، كتاب الزهد، باب ما الدنيا الا كراكب استظل، حديث: ٢٣٧٧۔ [4] صحيح البخاري، كتاب الرقاق، باب كيف كان عيش النبي ﷺ...... حديث: ٦٤٦٠؛ صحيح مسلم: ١٠٥٥، ٧٤٤٠۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ آپ کو اس کے متعلق تربیت دیتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِۦٓ أَزْوَٰجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ ۚ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ ۝﴾ 1

''اور جو کچھ ہم نے مختلف قسم کے لوگوں کو متاع دنیا سے بہرہ ور کیا ہے اس کی طرف اپنی آنکھیں دراز نہ کرو تاکہ ہم ان کو اس مال کی وجہ سے مبتلائے فتنہ کریں۔ تیرے پروردگار کا رزق سب سے اچھا اور باقی رہنے والا ہے۔''

آپ ﷺ ایک غزوہ سے تشریف لائے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے گھر میں پردہ لٹکا رکھا تھا، آپ نے اسی وقت اسے پھاڑ دیا اور فرمایا: ''اللہ نے دولت ہم کو اس لیے نہیں دی ہے کہ اینٹ پتھر کو کپڑے اوڑھائیں۔'' 2

ایک شخص آپ ﷺ سے ملنے آیا اور رعب نبوت سے کانپنے لگا، آپ نے فرمایا: ''گھبراؤ مت میں ایک قریشی عورت کا بیٹا ہوں جو سوکھے گوشت پکا کر کھایا کرتی تھی۔'' 3

ایک شخص نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: آپ ﷺ گھر میں کیا کرتے تھے؟ کہا: آپ گھر کا کام کیا کرتے تھے، کپڑوں میں پیوند لگاتے، گھر میں جھاڑو دیتے، دودھ دھوتے، بازار سے سودا خرید لاتے، جوتیاں گانٹھ لیتے، ڈول میں ٹانکے لگا دیتے، اونٹ اپنے ہاتھ سے باندھتے، اسے چارہ ڈالتے، غلام کے ساتھ مل کر آٹا گوندھتے۔

نبی اور صاحب حکومت ہو کر یہ سادگی اختیار کرنا رہتی دنیا تک تمام بنی نوع انسان کے لیے خصوصاً آج کے مادہ پرست دور کے لیے ایک بے مثال نمونہ ہے، مسلم نوجوان اس اعلیٰ صفت کو اپنا کر خدمتِ خلق اور تسخیر قلوب کے شاندار کارنامے انجام دے سکتے ہیں۔

جسمانی قوت کے اعتبار سے بھی آپ کی شخصیت مثالی ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ سب سے زیادہ شجاع تھے، مدینہ میں ایک شور ہوا کہ دشمن آ گئے، سب لوگ تیار ہو

---

1 ۲۰/طٰہٰ: ۱۳۱۔ 2 صحیح مسلم، کتاب اللباس والزینة، باب تحریم تصویر صورة......، حدیث: ۲۱۰۷، عن عائشة رضي الله عنها۔ 3 سنن ابن ماجه، کتاب الاطعمة، باب القدید، حدیث: ۳۳۱۲، عن ابن مسعود رضي الله عنه؛ السلسلة الصحیحة: ۴/ ۴۹۶، حدیث: ۱۸۷۶۔

Marfat.com

گئے، لیکن سب سے پہلے آپ نکلے، بغیر زین کے گھوڑے کی ننگی پشت پر سوار ہوئے خطرے کی تمام جگہوں کا گشت کر کے واپس آئے اور تسکین دیتے ہوئے فرمایا: "کوئی خطرے کی بات نہیں ہے۔" 1

غزوۂ حنین میں دشمنوں کے تیر کی بوچھاڑ سے اکثر صحابہ کے قدم اکھڑ گئے، لیکن آپ ﷺ چند فداکاروں کے ساتھ ڈٹے رہے، آپ کی زبان اطہر پر یہ شعر تھا:

أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ أَنَا ابْنُ عَبْدِالْمُطَّلِب 2

"میں سچا پیغمبر ہوں میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔"

فاتح خیبر علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: بدر میں جب گھمسان کی جنگ شروع ہوئی تو ہم نے آپ ﷺ ہی کے دامن میں پناہ لی۔ آپ سب سے زیادہ جہاد کرنے والے تھے، مشرکوں کی صف سے آپ سے زیادہ قریب کوئی نہ تھا۔ 3

ابی بن خلف بدر میں قید ہو کر آیا پھر فدیہ دے کر رہا ہوا، جاتے ہوئے اس نے کہا: میں اپنے ایک مخصوص گھوڑے کو روزانہ جوار اسی غرض سے کھلاتا ہوں کہ اس پر سوار ہو کر محمد کو قتل کروں گا، غزوۂ احد میں اسی پر سوار ہو کر صفیں چیرتا آپ کے قریب پہنچا، صحابہ نے بیچ میں اسے روکنا چاہا، آپ نے انہیں منع فرمایا، پھر ایک مسلمان سے نیزہ لے کر اس کی طرف آپ بڑھے اور آہستہ سے اس کی گردن میں انی چبھو دی۔ وہ چیخ کر بھاگا تو لوگوں نے کہا: تم اس قدر کیوں ڈر گئے زخم تو کاری نہیں ہے، اس نے کہا: یہ محمد کے ہاتھ کا زخم ہے۔ 4 عرب کے زبردست پہلوان رکانہ کو آپ نے تین بار کشتی میں پچھاڑا تیسری بار اس نے آپ کی نبوت کی گواہی دی۔

آپ نے فرمایا ہے: "طاقتور مومن اللہ کے نزدیک ضعیف اور کمزور مومن سے زیادہ محبوب اور بہتر ہے۔" 5

---

1 صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فی شجاعة النبی ﷺ وتقدمه للحرب، حدیث: ٢٣٠٧، عن انس رضی اللہ عنہ۔ 2 صحیح البخاری، کتاب الجهاد والسير، باب من قاددابة غيره فى الحرب، حدیث: ٢٨٦٤؛ صحیح مسلم: ١٧٧٦۔ 3 البحر الزخار: ٣/١٤، حدیث: ٧٦١۔ 4 الرحيق المختوم: ٤٤٦۔ 5 صحیح مسلم، كتاب القدر، باب الإيمان بالقدر والإذعان له حدیث: ٢٦٦٤۔

Marfat.com

جن شخصیات میں شجاعت کا جوہر موجود ہوتا ہے ان میں صبر وضبط اور عزم واستقلال کا خاصہ غایت درجہ پایا جاتا ہے، جس طرح آپ شجاعت میں فرید تھے، عزم واستقلال میں بھی آپ کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ تئیس سالہ آپ کی پیغمبرانہ جدوجہد آپ کی اس بلند ترین صفت کی گواہ ہے، آپ کی مخالفت میں سارا عرب ہے اور آپ یکتا وتنہا، لیکن ان کے نظام کفر وشرک سے آپ نے صلح نہیں کی بلکہ ان کی ساری طاقت آپ کے استقلال کی چٹان سے ٹکرا کر پاش پاش ہوگئی۔ تیرہ سال تک مسلسل آپ بے یار ومددگار رہے، لیکن آپ کے قدم میں جنبش نہ ہوئی، اللہ نے اپنی تربیت سے آپ کی اس صفت کو اور زیادہ مضبوط کرتے ہوئے فرمایا:

﴿فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ﴾ [1]

''پس تم صبر اختیار کرو جس طرح اولوالعزم پیغمبروں نے صبر کیا۔''

ایک بار صحابہ نے کافروں کی مسلسل ایذادہی سے اکتا کر کہا: آپ اللہ سے ہماری کشائش کے لیے دعا کیوں نہیں فرماتے؟ آپ نے فرمایا: ''تم سے پہلے کے لوگوں کو چیر کر دوٹکڑے کر دیا جاتا تھا، لوہے کے کنگھوں سے ان کے جسم کے گوشت نوچ لیے جاتے تھے، لیکن یہ مصائب انہیں ان کے مذہب سے نہیں پھیر سکے، بخدا! اسلام کمال تک پہنچے گا کہ ایک سوار صنعاء سے حضر موت تک سفر کرے گا اور اسے اللہ کے سوا کسی کا ڈر نہ ہوگا۔'' [2]

عدل ومساوات اسلام کی وہ خوبی ہے جس کا اعتراف دنیا کے ہر اس شخص اور ہر اس قوم کو ہے جس نے اسلام کو سچے زاویئے سے دیکھا اور مسلمانوں سے تاریخ کے کسی بھی دور میں اس کا سابقہ رہا ہے، اسلام اور اس کے ماننے والے اس معاملے میں دنیا کے ہر مذہب اور ہر قوم سے ہر دور میں ممتاز رہے ہیں، اور کیوں نہ ہو؟ یہ مذہب اس ذات کا وضع کردہ ہے جو کائنات کی ہر شے اور نوع انسانی کی ہر قوم کا منتظم اور روزی رساں ہے، اس مذہب کو انسانوں میں نافذ کرنے کے لیے اللہ نے جس انسان کو منتخب کیا قدرتی طور پر اسے صفت عدل ومساوات سے متصف ہونا ازبس ضروری تھا، چنانچہ بلاشبہ یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ عدل ومساوات میں آپ کا نہ کوئی ثانی ہوا ہے اور نہ ہوگا۔

---

[1] ٤٦/الاحقاف: ٣٥۔ [2] صحيح البخاري، كتاب مناقب الأنصار، باب ما لقى النبي واصحابه من المشركين بمكة حديث: ٣٨٥٢۔

Marfat.com

جنگ بدر میں آپ کے چچا عباس رضی اللہ عنہ گرفتار ہو کر آئے، دیگر قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑا جا رہا تھا، بعض انصار نے کہا: اللہ کے رسول! اگر آپ اجازت دیں تو عباس کا فدیہ معاف کر دیا جائے، آپ نے فرمایا: بالکل نہیں، ایک درہم بھی معاف نہ کیا جائے۔ [1]

ایک مخزومی عورت چوری میں پکڑی گئی، آپ سے تعلق خاص کی بنا پر لوگوں نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو سفارشی بنایا، آپ نے فرمایا: ''اسامہ! قانونِ خداوندی کے مقابلے میں سفارش کرتے ہو؟ لوگو! تم سے پہلے کی قومیں اسی بنا پر برباد ہوئیں کہ جب ان میں کوئی مقتدر آدمی جرم کرتا تو اسے معاف کر دیتے، اور معمولی آدمی جرم کرتا تو اسے سزا دیتے، بخدا! اگر محمد کی بیٹی فاطمہ چوری کرتی تو اس کے بھی ہاتھ کاٹے جاتے۔'' [2]

خادم رسول انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: آپ میرے گھر تشریف لائے اور پانی طلب کیا، میں نے دودھ پیش کیا، مجلس میں آپ کے دائیں ایک بدو، بائیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور سامنے حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے، آپ کا دستور تھا کہ مجلس میں ہر چیز دائیں طرف سے تقسیم فرماتے، آپ پی چکے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو عنایت فرمانے کا اشارہ کیا، آپ نے فرمایا: ''نہیں دائیں والے کا حق ہے، چنانچہ بقیہ دودھ بدو کو عطا کیا۔'' [3]

یہودیوں کے دو قبیلے بنو قریظہ اور بنو نضیر تھے، ان میں آپس میں عدل و مساوات کے خلاف بہت قسم کے طریقے رائج تھے جن میں ایک یہ بھی تھا کہ بنو نضیر کے کسی شخص کو اگر بنو قریظہ کا کوئی آدمی مار ڈالتا تو اس کے بدلے اس کی جان لے لی جاتی تھی، لیکن بنو نضیر کا کوئی آدمی بنو قریظہ کے کسی آدمی کو اگر مار ڈالتا تو اس کی جان کی قیمت سو اونٹ کھجور تھی، بنو قریظہ نے اس نوعیت کا مقدمہ آپ کی خدمت میں پیش کیا تو آپ نے تورات کے قانون ''جان کے بدلے جان'' کے مطابق دونوں میں قصاص کا حکم جاری فرمایا۔ [4]

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب الكسوة للأساری، حدیث: ۳۰۰۸۔ [2] صحیح البخاری، کتاب الحدود، باب كراهية الشفاعة فی الحدّ إذا رفع إلی السلطان، حدیث: ٦٧٨٨؛ صحیح مسلم: ١٦٨٨۔ [3] صحیح البخاری، کتاب الهبة ، باب من استسقیٰ، حدیث: ۲۵۷۱، ۲۳۵۲، ٥٦١٢؛ صحیح مسلم: ۲۰۲۹۔ [4] سنن ابی داود، کتاب الدیات، باب النفس بالنفس، حدیث: ٤٤٩٤۔

Marfat.com

عبداللہ بن سہل رضی اللہ عنہ خیبر میں کھجور کی بٹائی کے لیے جا رہے تھے، ایک گلی میں کسی نے انہیں قتل کر کے لاش ایک گڑھے میں پھینک دی، ان کے چچا زاد بھائی محیصہ رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مقدمہ پیش کیا، آپ نے ان سے قسم لینی چاہی، انہوں نے کہا: میں نے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا ہے، آپ نے فرمایا: ''تو یہودیوں سے قسم لی جائے گی، محیصہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ان کی قسم کا اعتبار نہیں ہے، آخر آپ نے بیت المال سے ان کے خون بہا کے سو اونٹ دلوائے اور عینی شہادت موجود نہ ہونے کی بنا پر یہودیوں سے قصاص نہیں لیا۔ 1

یہ ظاہر ہے کہ یہاں فیصلے کی زد میں ایک مسلمان صحابی ہے، اور یہ بھی واضح ہے کہ خیبر میں یہودیوں کے سوا کوئی دوسری قوم آباد ہی نہیں تھی اس لیے ان کے علاوہ قاتل کوئی اور نہیں ہو سکتا تھا، لیکن عینی شہادت کے اصول کے مطابق یہودیوں سے آپ نے قصاص نہیں لیا۔

آپ نے فرمایا ہے: ((اُنْصُرْ اَخَاكَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُومًا)) ''اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ ظالم ہو یا مظلوم'' پوچھا گیا: مظلوم کی مدد کرنا تو واضح ہے، لیکن ظالم کی مدد کس طرح؟ آپ نے فرمایا: ''اس طرح کہ اسے ظلم کرنے سے روکو۔'' 2

آج دنیا کا نعرہ ہے (My nation right or wrong) اپنی قوم کا ساتھ دو صحیح ہو یا غلط۔ مربی نوجوانوں کو عصر حاضر کی بالادست اقوام کے دیگر اقوام کی نسبت سے ظالمانہ، غیر منصفانہ اور غیر مساویانہ رویے سے باخبر کر کے پیغمبر اسلام کے بے مثال عدل و مساوات پر فخر اور اس کی پیروی سکھائے۔

دشمن سے بدلہ لینا قانونی حق ہے لیکن طاقت رکھتے ہوئے معاف کر دینا اس سے بہتر ہے، تمام روایات کا اتفاق ہے اور ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شہادت ہے کہ آپ نے ذاتی معاملے میں زندگی بھر کسی سے بدلہ نہیں لیا۔ 3

---

1 صحیح البخاری، کتاب الاحکام، باب کتاب الحاکم إلی أمنائه، ح: ۷۱۹۲۔
2 صحیح البخاری، کتاب المظالم، باب أعن أخاك ظالمًا او مظلومًا، حدیث: ۲٤٤۳۔ 3 صحیح البخاری، کتاب الحدود، باب إقامة الحدود والإنتقام لحرمات الله، حدیث: ٦۷۸٦۔

Marfat.com

مکہ فتح ہوا تو وہ سارے دشمن آپ کی گرفت میں تھے جو برس ہا برس سے اسلام کو بیخ و بن سے اکھاڑنے کے درپے تھے، آپ ﷺ کے ماننے والوں کی پیٹھوں پر کوڑے برساتے تھے، جنہوں نے آپ کے قتل کا متفقہ فیصلہ صادر کیا تھا اور بارہا قاتل گھات میں لگائے تھے، جنہوں نے آپ پر اور آپ کے صحابہ پر مکہ کی سرزمین تنگ کر دی تھی اور کئی بار دو بدو تلواروں سے فیصلہ کرنے میدان کارزار میں اترے تھے، آپ نے ان سے پوچھا: ''آج تم کیا سوچتے ہو کہ تمہارے ساتھ کیا برتاؤ ہوگا؟'' انہوں نے کہا: آپ شریف بھائی ہیں اور شریف بھائی کی اولاد ہیں ہمیں اچھے ہی برتاؤ کی توقع ہے، آپ نے فرمایا: ((لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ اِذْهَبُوا وَاَنْتُمُ الطَّلَقَاءُ)) ''آج تمہارے اوپر کوئی ملامت نہیں ہے جاؤ تم سب کے سب آزاد ہو۔'' [1]

اسلام لانے سے پہلے ابوسفیان مسلمانوں سے جنگ کرنے میں فتح مکہ تک کی بیشتر لڑائیوں میں مشرکوں کے سپہ سالار تھے، فتح مکہ کے روز جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ اپنی پناہ میں انہیں دربار نبوت کی طرف لے چلے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام دشمنی کے بدلے انہیں قتل کرنا چاہا، لیکن آنحضرت ﷺ نے روک دیا اور محبت سے پیش آئے، ان کے گھر کو امن کا گھر قرار دیتے ہوئے فرمان جاری کیا کہ ابوسفیان کے گھر میں جو داخل ہوگا اس سے کوئی تعرض نہ ہوگا۔ [2]

خیبر کی ایک یہودی عورت نے آپ کے کھانے میں زہر ملا دیا، کھاتے وقت جب اس کا اثر محسوس ہوا تو آپ نے یہودیوں سے پوچھا، ان لوگوں نے اقرار کر لیا، اس زہر کا اثر اخیر وقت تک ظاہر ہوا کرتا تھا، لیکن آپ نے کسی سے کچھ نہیں کہا، البتہ زہر سے ایک صحابی کا انتقال ہو جانے کی وجہ سے یہودی عورت سے قصاص لیا۔ [3]

غزوۂ احد میں دشمنوں نے آپ کے دندانِ مبارک شہید کر دیئے اور پیشانی مبارک خون

---

[1] سلسلة الاحاديث الضعيفة: ١١٦٣۔ [2] صحيح مسلم، كتاب الجهاد، باب فتح مكة، حديث: ١٧٨٠، عن ابى هريرة رضي الله عنه؛ سنن ابى داود: ٣٠٢١۔ [3] السنن الكبرىٰ للبيهقى: ٨/ ٤٦، سنن ابى داود: ٤٥١٠، ٤٥١١، ٤٥١٢۔

Marfat.com

آلود کر دی، آپ پر تیر برسائے اور تلواریں چلائیں، ان حملوں کے جواب میں آپ نے دعا فرمائی: ((اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِی فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُونَ)) ”اے اللہ! میری قوم کو ہدایت دے کہ یہ لوگ نہیں جانتے۔“ 1

زید بن سعنہ پہلے یہودی تھے، آپ ﷺ نے ان سے کچھ قرض لیا، وقت سے پہلے وہ تقاضے کو آئے، آپ کی چادر مبارک کھینچی اور الٹا سیدھا کہا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے غصے سے کہا: تو رسول اللہ کی شان میں گستاخی کرتا ہے، آپ نے مسکرا کر فرمایا: عمر! اسے بتانا چاہیے تھا کہ نرمی سے تقاضا کرتا اور مجھ سے قرض کی ادائیگی کے لیے کہتے، آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ”اس کا قرضہ چکا دو اور تیس صاع کھجور مزید دے دو۔“ 2

آپ ﷺ کا حسن سلوک مسلمانوں کے علاوہ مشرکوں، نصرانیوں اور یہودیوں سے بہت اچھا تھا، آپ ان سے انسانیت، شرافت اور رحم وعفو کا برتاؤ کرتے تھے، دشمنوں سے اچھا سلوک کرنا انسان کی عظمت کی دلیل ہے اور اس پہلو سے آپ سے بڑھ کر انسانیت نواز دنیا نے کبھی نہیں دیکھا۔ انسانیت نوازی اسلام کی فصل اگانے کے لیے بارش رحمت کی حیثیت رکھتی ہے، ہمارے نوجوانوں کو اس کی سب سے بہتر مثال آپ ہی کے اسوہ میں مل سکتی ہے۔

اہل کتاب کے ساتھ اسلام نے کھانے پینے، نکاح اور رہن سہن کی اجازت دی ہے، نبی کریم ﷺ ان کے ساتھ خصوصی سلوک فرماتے تھے۔ نجران کے عیسائیوں کا وفد جب مدینہ آیا تو آپ نے ان کی مہمان نوازی کی، مسجد نبوی میں ٹھہرا کر اپنے طور پر انہیں عبادت کی اجازت دی۔ 3

چند یہودی آپ کی خدمت میں آئے، السلام علیکم کہنے کے بجائے السام علیکم (تم پر موت آئے) کے الفاظ استعمال کیے، حضرت عائشہ نے اس کا جواب بڑے غصے اور سختی سے دیا، آپ نے ان سے فرمایا: ”عائشہ سخت کلامی نہیں نرم کلامی اپناؤ، اللہ تعالیٰ ہر بات میں نرمی

---

1 صحیح البخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب حدثنا ابو الیمان، حدیث: ۳٤۷۷۔ 2 المستدرك للحاكم ۲ / ۳۷، ۲۲۳۷۔ 3 زاد المعاد: ۳/ ٦۲۹۔

Marfat.com

ہی کو پسند فرماتا ہے۔'' 1

ابوبصرہ غفاری کہتے ہیں کہ بحالت کفر میں آپ ﷺ کے یہاں مہمان ٹھہرا اور شام کو بکریوں کا سب دودھ پی گیا، آپ کے اہل بیت بھوکے سو رہے اور آپ نے کچھ بھی نہ کہا۔ 2

لبید بن اعصم یہودی نے آپ ﷺ پر جادو کر دیا، لیکن آپ نے اس سے کوئی انتقام نہیں لیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خواہش تھی کہ اس کی تحقیق کی جائے، لیکن آپ نے ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ 3

آنحضرت ﷺ کی مثالی سیرت کے یہ صرف چند پہلو ہیں، اللہ تعالیٰ نے جس شخصیت کے ''اسوۂ حسنہ'' اور ''عظیم اخلاق'' کی گواہی دی ہے قیامت تک ہر دور کی بہتری کے لیے یہ ایک لازمی ضرورت ہے، بلاشبہ آپ ہی کا اسوہ ہے جس پر چل کر نوع انسانی اپنی مختلف پیچیدگیوں اور تباہیوں سے نجات پا سکتی ہے۔

مربی حضرات نوجوانوں میں آپ ﷺ کی ذات گرامی اور آپ کے عظیم ترین کردار کی محبت پیدا کریں، یہی محبت انہیں تاریخ میں وہ مقام اور کردار عطا کر سکتی ہے جو ہر دور میں آپ کے اسوہ پر چلنے والے مسلمانوں کو عطا ہوتا رہا ہے، خاص طور سے آپ کے اصحاب کو اسی محبت واطاعت کے سبب سے تاریخ انسانی کا سب سے بے نفس اور پاکیزہ گروہ تسلیم کیا جاتا ہے، انسانیت کی بے غرض خدمت اس گروہ سے زیادہ اچھے پیمانے پر نوع انسانی کی تاریخ میں کبھی نہیں ہوئی۔

---

1 صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب الرفق فی الأمر کله، حدیث: ٦٠٢٤، ٦٠٣٠، ٢٩٣٥، ٦٢٥٦؛ صحیح مسلم: ٢١٦٥ عن عائشة رضی اللہ عنہا۔ 2 مسند احمد: ٦/ ٣٩٧۔ 3 صحیح البخاری، کتاب الطب، باب هل یستخرج السحر؟، حدیث: ٥٧٦٥، ٥٧٦٦، عن عائشة رضی اللہ عنہا۔

Marfat.com

محسن انسانیت ﷺ کی مثالی شخصیت سے صحابہ کا تعلق

رسول اللہ ﷺ کے غلام ثوبان ایک روز آئے، چہرے کا رنگ بدلا ہوا ہے، آپ نے پوچھا: ''کیا بات ہے؟'' کہا: اللہ کے رسول! مجھے کوئی تکلیف نہیں ہے، البتہ جب تک میں نے آپ کو دیکھا نہیں، سخت بے چینی رہی جو ملاقات سے دور ہوگئی ہے، پھر آخرت کا خیال آیا کہ وہاں آپ کو دیکھنے سے محروم رہوں گا، آپ انبیائے کرام علیہم السلام کے ساتھ بلند درجے میں ہوں گے اور میں اگر جنت میں داخل ہوا تو ادنیٰ درجے میں ہوں گا، اور اگر داخل ہی نہ ہوا تو کبھی نہ دیکھ سکوں گا۔ [1]

اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝ ﴾ [2]

''اور جس نے اللہ اور رسول کی اطاعت کی وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا یعنی نبیوں، صدیقوں، شہداء اور صالحین کے ساتھ اور وہ رفاقت کے اعتبار سے بہتر ہیں۔''

زید بن دثنہ کو مشرکین نے حرم سے نکال کر قتل کرنا چاہا، ابوسفیان نے کہا: اگر تم چاہو تو تمہیں بچا کر تمہاری جگہ محمد ﷺ کی گردن ماردی جائے، زید نے کہا: بخدا! مجھے یہ پسند نہیں کہ جس جگہ میں ہوں وہاں محمد ﷺ کو کوئی کانٹا بھی چبھے اور میں بچ جاؤں۔ ابوسفیان نے کہا: میں نے کسی کو نہیں دیکھا کہ کسی سے اتنی محبت کرتا ہو، جتنی محمد ﷺ کے ساتھی محمد ﷺ سے کرتے ہیں! یہی بات خبیب رضی اللہ عنہ نے بھی ذات گرامی ﷺ کے متعلق کہی تھی۔

غزوۂ احد میں ایک انصاری عورت کے باپ، بھائی اور شوہر سبھی شہید ہوگئے، جب اسے اس کی اطلاع ملی تو اس نے کہا: رسول اللہ ﷺ کا حال بتاؤ؟ لوگوں نے کہا: بحمد اللہ وہ

---

[1] المعجم الأوسط للطبراني: ١/ ٢٩٦، حديث: ٤٨٠۔ [2] ٤/النساء:٦٩۔

Marfat.com

ویسے ہی ہیں جیسا تم چاہتی ہو۔اس نے کہا: مجھے آپ کا دیدار کرادو، آپ کو دیکھنے کے بعد اس نے کہا: "كُلُّ مُصِيبَةٍ بَعْدَكَ جَلَلٌ" آپ کی سلامتی سے ہر مصیبت آسان ہے۔ [1]

صلح حدیبیہ کے موقع پر عروۃ مشرکین مکہ کی طرف سے آپ ﷺ سے گفتگو کرنے آیا تھا، واپس ہونے پر اس نے صحابہ کرام کے ادب و احترام کا حال مشرکوں سے بیان کیا کہ میں نے قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے دربار دیکھے ہیں لیکن جتنا ادب و احترام محمد ﷺ کے اصحاب محمد ﷺ کا کرتے ہیں اتنا کسی بادشاہ کا اس کی رعیت نہیں کرتی، اگر محمد ﷺ تھوکتے ہیں تو وہ اپنے ہاتھوں پر روک کر چہرے اور جسم پر مل لیتے ہیں، کوئی کام کرنے کا حکم دیتے ہیں تو ہر ایک اسے پہلے کرنا چاہتا ہے، اگر وہ وضو کرتے ہیں تو بچے ہوئے پانی کے لیے وہ لوگ جھگڑتے ہیں، ان کے سامنے بولتے ہیں تو آواز پست ہوتی ہے، ان کی طرف نظر بھر کر دیکھتے نہیں ہیں۔ [2]

زاہر ایک دیہاتی صحابی تھے، آپ ﷺ ان کے متعلق فرمایا کرتے: "زاہر ہمارے بدوی ہیں اور ہم ان کے شہری ہیں۔" زاہر آپ سے بہت محبت رکھتے تھے، آپ کے پاس تحفے بھیجا کرتے تھے، ایک روز وہ اپنا سودا بیچ رہے تھے، پیچھے سے آپ نے انہیں گود میں اٹھا لیا، انہوں نے کہا: کون ہے؟ پھر دیکھا تو آپ تھے، چنانچہ اپنی پیٹھ آپ کے سینے سے چمٹانے اور محبت سے رگڑنے لگے۔ [3]

اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ ایک خوش طبع صحابی تھے، ایک دن خوش طبعی کی باتیں ہو رہی تھیں کہ آپ نے ان کے پہلو میں چھڑی چھبو دی، انہوں نے بدلہ لینے کی خواہش کی، آپ تیار ہو گئے، وہ بولے آپ کے بدن پر قمیص ہے اور میرے بدن پر نہیں تھی، چنانچہ آپ نے قمیص بھی اٹھا دی، وہ فرط محبت سے آپ سے لپٹ گئے، پہلو کو بوسہ دیا اور بولے: اللہ کے رسول! یہی مقصد تھا، کیوں نہ ہو رسول ﷺ کی محبت ایمان میں داخل ہے، آپ فرماتے ہیں:

---

[1] سيرة ابن هشام: ٢/ ٩٩؛ السيرة النبوية لا بن كثير: ٣/ ٩٣؛ الرحيق المختوم: ٣٨٤- [2] صحيح البخاري، كتاب الشروط، باب الشروط فى الجهاد والمصالحة، حديث: ٢٧٣١، ٢٧٣٢، عن المسور بن مخرمة - [3] مسند احمد: ٣/ ١٦١؛ السنن الكبرىٰ للبيهقي: ٦/ ١٦٩-

Marfat.com

((لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُونَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ)) [1]

''تم میں سے کوئی صاحب ایمان نہیں ہوسکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کے باپ اور بیٹے اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں۔''

یہ آپ کی بے مثل شخصیت اور کردار ہی کا اثر تھا کہ اسلام لانے کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ہر چیز اللہ اور آپ ﷺ کی خوشی پر قربان کردی، مکہ کی تیرہ سالہ مصائب وآلام سے بھری ہوئی جان گسل زندگی ہو، یا گھر بار، خاندان اور اقرباء جائیداد اور وطن سب کچھ ترک کر کے خالی ہاتھ اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے کا صبر آزما مرحلہ، یا اللہ اور اس کے رسول کی راہ میں دوبدو میدان جنگ میں کافروں سے دوٹوک فیصلے کا مرحلہ، ہر مرحلے میں آپ کے اصحاب نے جس محبت اور خلوص کے ساتھ آپ کا ساتھ دیا ہے پوری انسانی تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے عاجز ہے، اس کی واحد وجہ ذات گرامی ﷺ کا بے مثال کردار ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کا نقشہ ذیل کی آیت پاک میں کھینچا ہے:

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا ؗ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۛۚ وَ مَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۛ۫ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا۠﴾ [2]

''محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھی کفار کے مقابلے میں ڈٹے ہوئے ہیں آپس میں ایک دوسرے پر بڑے مہربان ہیں۔ تم ان کو رکوع وسجود کرتے دیکھتے

---

[1] صحيح البخارى، كتاب الإيمان، باب حب الرسول من الإيمان ، حديث: ١٤۔ [2] ٤٨/الفتح: ٢٩۔

Marfat.com

ہو۔ وہ اللہ کا فضل اور اس کی خوشنودی چاہتے ہیں، ان کی نشانی ان کی نمازوں کے اثر سے ان کے چہروں میں ہے، یہی اوصاف ان کے تورات میں مرقوم ہیں اور انجیل میں ان کی مثال ایک کھیتی کی طرح بیان ہوئی ہے جس سے ایک سوئی نکلی، پھر وہ مضبوط ہوئی، پھر موٹی ہوئی، پھر وہ اپنی پنڈلی پر سیدھی کھڑی ہوئی کہ کسانوں کو بھلی لگتی ہے۔ کفار ان کی وجہ سے جلتے ہوں گے۔ اللہ نے ایمانداروں سے اور جو ان میں سے نیک اعمال کرتے ہیں ان سے بخشش اور بڑے بدلے کا وعدہ کیا ہے۔"

غزوۂ تبوک میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ شریک نہ ہو سکے، جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور جملہ صحابہ اللہ کے حکم سے ان سے ناراض ہو گئے اور ہر طرح کے تعلقات توڑ لیے حتی کہ ان کے گھر والوں نے بھی ان سے قطع تعلق کر لیا، شاہ غسان نے موقع پا کر ان کے پاس لکھا: ہم نے سنا ہے کہ تمہارے سردار نے تمہارے ساتھ ظالم کیا ہے، ہمارے پاس آ جاؤ ہم تمہاری غمخواری کریں گے، انہوں نے خط کو تنور میں ڈال دیا اور کہا: ہائے افسوس! میں ایسا ہو گیا کہ کافر میری طرف لالچ کی نظر ڈالنے لگے۔ [1]

عاص بن وائل پر حضرت خباب رضی اللہ عنہ کی اجرت باقی تھی، انہوں نے تقاضا کیا تو وہ بولا: اگر محمد کی نبوت کا انکار کر دو تو دے دوں گا، انہوں نے جواب دیا: یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ [2]

ایک غزوۂ میں عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین نے انصار کو مہاجرین کے خلاف بھڑکایا تو اس کے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کے رسول! اگر اجازت ہو تو اسے قتل کر دوں۔ [3]

غزوۂ بدر میں عتبہ تلوار لے کر نکلا تو اس کے مقابلے پر اس کے بیٹے ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ نکلے، اور عبدالرحمٰن نکلے تو مقابلے میں ان کے والد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نکلے۔ [4]

---

[1] صحيح البخاري، كتاب المغازي، باب حديث كعب بن مالك، حديث: ٤٤١٨؛ صحيح مسلم: ٢٧٦٩۔ [2] صحيح البخاري، كتاب البيوع، باب ذكر القين والحدّاد، حديث: ٢٠٩١، ٢٢٧٥؛ صحيح مسلم: ٢٧٩٥۔ [3] الاستيعاب: ٣/ ٧٢ حديث: ١٦٠٨۔ [4] الاستيعاب: ٢/ ٣٦٨، حديث: ١٤٠٦۔

Marfat.com

آپ ﷺ نے ایک بدو سے گھوڑا خریدا، قیمت لینے کے لیے بدو آپ کے پیچھے آرہا تھا، آپ کچھ آگے نکل گئے، لاعلمی میں کچھ لوگوں نے بدو سے بھاؤ تاؤ کرنا شروع کر دیا، گاہک دیکھ کر بدو کا دل بہک گیا، اس نے پکار کر کہا: اے محمد! اگر گھوڑا لینا ہے تو لو ورنہ میں اسے بیچ دیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ''تم تو اسے بیچ چکے ہو۔'' اس نے کہا: گواہ لاؤ۔ ایک صحابی خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ تم نے یہ گھوڑا آپ کے ہاتھ بیچا ہے، آپ نے ان سے پوچھا: یہ گواہی تم نے کیسے دی؟ تم تو بیع کے وقت موجود نہ تھے؟ انہوں نے کہا: آپ کی تصدیق کی بنیاد پر کہ آپ رسول ہیں، آپ کبھی جھوٹ نہیں بولتے، چنانچہ آپ نے ان کی گواہی دو گواہی کے مساوی ٹھہرائی۔ [1]

ایک بدو آپ ﷺ پر ایمان لایا اور مدینہ ہجرت کی، آپ نے کچھ صحابہ کے اونٹ چرانے پر اسے مقرر فرما دیا، ایک غزوہ میں مال غنیمت حاصل ہوا تو آپ نے اس کا بھی حصہ مقرر فرمایا، اس نے کہا: میں اس کے لیے ایمان نہیں لایا، میں تو ایمان اس لیے لایا ہوں کہ میرے حلق میں تیر پیوست ہو اور شہادت حاصل کر کے جنت میں داخل ہو جاؤں، چنانچہ جنگ شروع ہوئی اور تیر حلق میں پیوست ہوا اور وہ راہ خدا میں شہید ہو گیا، آپ نے فرمایا: ''اس نے اللہ کے ساتھ سچا عہد کیا تو اللہ نے بھی اپنا وعدہ پورا فرمایا۔ آپ نے اپنا جبہ اس کے کفن کے لیے عنایت فرمایا۔'' [2]

ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ قبور شہداء کی زیارت کے لیے تشریف لے گئے، احد پہاڑ پر چڑھے، قبریں نظر آئیں تو کمال محبت سے صحابہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! یہ ہمارے بھائیوں کی قبریں ہیں، آپ نے فرمایا: ''ہمارے صحابہ کی قبریں ہیں۔'' [3]

ایک غزوہ میں حضرت عکرمہ، حضرت حارث بن ہشام، حضرت سہیل بن عمرو زخمی ہو کر زمین پر گر پڑے، حضرت عکرمہ نے پانی طلب کیا، پانی آیا تو انہوں نے دیکھا کہ پانی کی

---

[1] سنن ابی داود، کتاب القضاء، باب إذا علم الحاکم صدق شهادة الواحد...... حدیث: ٣٦٠٧؛ سنن النسائی: ٤٦٥١۔ [2] سنن النسائی، کتاب الجنائز، باب الصلاة علی الشهداء، حدیث: ١٩٥٥، عن شداد بن الهاد رضی اللہ عنہ۔ [3] سنن ابی داود، کتاب المناسك، باب زیاره القبور، حدیث: ٢٠٤٣۔

Marfat.com

جانب حضرت سہیل بھی دیکھ رہے ہیں، حضرت عکرمہ نے کہا: پہلے سہیل کو پلاؤ۔ پانی حضرت سہیل کے پاس آیا تو انہوں نے دیکھا کہ حضرت حارث کی نگاہ بھی پانی ہی کی طرف ہے، حضرت سہیل نے کہا کہ پہلے حارث کو پلاؤ، پانی ان تک پہنچنے بھی نہ پایا کہ جان جاں آفریں کو سونپ دی، پھر سہیل رضی اللہ عنہ اور عکرمہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو دیکھا کہ دونوں حضرات قیامت تک کے لیے بے نظیر محبت وایثار کی مثال قائم کر کے پیاسے ہی دنیا سے چل بسے۔ یہ ایثار رسول اکرم کی سیرت وکردار کا عکس جمیل اور آپ کی تربیت کا مظہر تھا۔ [1]

قرآن کی تلاوت صحابہ کا معمول تھا، ایک بار حسب دستور تلاوت کر رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا: ''اللہ کا شکر ہے کہ اس کی کتاب ایک ہے اور تم میں سرخ، سفید ہر طرح کے لوگ ہیں۔'' [2]

مصائب وآلام میں بھی اس معمول میں فرق نہیں آتا تھا، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی جس وقت شہادت ہوئی تو وہ قرآن پاک کی تلاوت کر رہے تھے، خون شہادت کے قطرات اس آیت پر گرے تھے: ﴿فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝﴾ [3]

عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ کی آواز بہت شیریں اور شگفتہ تھی، ایک بار آپ نے انہیں تلاوت کرتے ہوئے سنا تو فرمایا: ''ان کو نغمۂ داؤدی بخشا گیا ہے۔'' [4]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے شوق تلاوت سے بہت خوش ہوتے اور ہمت افزائی فرماتے تھے، ایک دفعہ شہری، بدوی اور عجمی ہر مقام کے صحابہ مصروف تلاوت تھے، آپ باہر تشریف لائے فرمایا: پڑھتے رہو سب کا ڈھنگ عمدہ ہے، بعد میں ایک قوم پیدا ہوگی جو قرأت قرآن کو تیر کی مانند سیدھا کرے گی، لیکن اس کی غرض حصول آخرت نہیں بلکہ حصول دنیا ہوگی۔

---

[1] الاستیعاب: ۳/ ۱۹۱۔ [2] سنن ابی داود، کتاب الصلاۃ، باب ما یجزئ الامی والاعجمی، حدیث: ۸۳۱۔ [3] مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۱/ ۳۱۵، حدیث: ۱۵، شعب الإیمان: ۲/ ۴۰۹، حدیث: ۲۲۲۶۔ [4] سنن ابن ماجہ، کتاب إقامۃ الصلاۃ، باب فی حسن الصوت بالقرآن، حدیث: ۱۳۴۱۔

Marfat.com

شوق جہاد

نوجوانوں میں روح جہاد پیدا کرنے کی بڑی ضرورت ہے، جس نوجوان میں یہ جذبہ بیدار نہ ہو اس کی شخصیت یقیناً ناقص ہوگی، جسمانی تربیت کے ضمن میں جو اصول بتائے گئے ہیں اگر ان کو بچے کی نشوونما میں پوری طرح اختیار کیا گیا ہے تو شوق جہاد کی تکمیل کے لیے اسے ایک مضبوط جسم حاصل ہوگا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے بچوں کو شروع ہی سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات کے حالات ایسے ہی سکھلاتے تھے جیسے قرآن پاک کی آیات، جیسا کہ سعد بن ابی وقاص کی روایت میں مذکور ہے کہ ہم اپنے بچوں کو آپ کے غزوات قرآنی سورتوں کی طرح سکھلاتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تاکیداً فرمایا کرتے تھے کہ اپنے بچوں کو تیر اندازی اور شہسواری سکھاؤ، انہیں حکم دو کہ گھوڑے پر اچھل کر سوار ہوں۔ عمر کے اس مرحلے میں نوجوانوں میں مہم جوئی کے جذبات زوروں پر ہوتے ہیں، ٹولیاں بنا کر پھرنا، شکار کے لیے گشت کرنا اس کا ایک مظہر ہے، اس جذبے کو شوق جہاد کی طرف موڑنا دانشمند مربی کا فریضہ ہے، اس جذبے کی تسکین اور روح جہاد کی تازگی کے لیے مقابلے کے کھیل نہایت مفید ہیں، جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے، اگر مربی اس جذبے کو شوق جہاد کی طرف نہیں موڑ سکے گا تو نوجوانوں میں جرائم پسندی کی خو پیدا ہو سکتی ہے، مار پیٹ، ظلم وتعدی، چوری، اچکا پن، ڈاکہ زنی اور قتل وغارت گری اس جذبے کی عدم تربیت کے نتیجے ہیں۔

اس سلسلے میں ایک اہم ذریعہ نوجوان اصحاب رضی اللہ عنہم کے بہادرانہ اور مجاہدانہ کارناموں سے نوجوانوں کو آگاہ کرنا ہے تاکہ تاریخ اسلام کے جیالوں کے کارناموں کو مثال بنا کر نوجوانوں میں شوق جہاد کو فروغ دیا جائے۔

جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مکہ سے ہجرت کی اور غار ثور میں پناہ لی اس وقت سارا مکہ ان کی جان کا دشمن تھا، چاروں طرف ان کی تلاش میں لوگ گھوڑے دوڑا رہے تھے، گرفتاری کے لیے زبردست انعام کا اعلان ہو چکا تھا۔ ایسے خطرناک وقت میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی دونوں بچیوں عائشہ اور اسماء رضی اللہ عنہما اور ان کے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ نے

Marfat.com

جس بے خوفی اور شجاعت کا ثبوت دیا ہے وہ ہمارے نوجوانوں کے لیے مشعل راہ ہے، بچیوں نے گریہ وزاری کے بجائے دونوں عظیم مہاجروں کے لیے زادراہ تیار کیا، اسماء نے جوشِ عمل میں اپنے کمر بند کے دو ٹکڑے کر کے ایک سے توشہ دان کا منہ باندھا اور زبان نبی ﷺ سے اس نوعمری میں ذات النطاقین کا خطاب حاصل کیا، عبداللہ مکہ میں دشمنوں کی نقل وحرکت، ان کے منصوبے اور دیگر خبریں معلوم کرتے اور آنکھ بچا کر شام کو غار میں مقیم اپنے مہاجروں کو آسناتے، کبھی رات غار میں بسر کرتے، تڑکے اٹھتے، صبح اہل مکہ کے ساتھ کرتے، گویا انہوں نے رات مکہ ہی میں گزاری ہے، ایسے وقت میں جب کہ ان میں سے ہر ایک کے لیے جان کا خطرہ تھا ان نوجوانوں کے یہ شجاعانہ کارنامے تاقیامت اسلام کے آڑے وقتوں میں کام آنے والے نوجوانوں کے لیے مثال ہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ثالث کے خلاف فتنہ کھڑا ہوا، باغیوں نے قصر خلافت گھیر لیا، سارا مدینہ بلوائیوں کے رحم وکرم پر تھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے نوجوان بڑے بیٹے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو ان کی حفاظت پر مامور کیا، انہوں نے اور ان کے ساتھیوں نے کمال شجاعت سے باغیوں کو اندر داخل ہونے سے روکا، دشمنوں کے وار سے سارا جسم لہولہان ہو گیا، دشمن دیوار پھاند کر گھر میں جا گھسے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جوش غضب میں حسن رضی اللہ عنہ کو طمانچہ مارا کہ تم نے کس طرح حفاظت کی؟

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے سولہ برس کی عمر میں اسلام قبول کیا، ایک بار مشہور ہوا کہ مشرکوں نے آنحضرت ﷺ کو گرفتار کر لیا ہے، یہ خبر سنتے ہی جوش میں آ کر زبیر ننگی تلوار لیے لوگوں کی بھیڑ ہٹاتے آپ ﷺ کے سامنے آ گئے، آپ نے زبیر سے پوچھا: زبیر یہ کیا؟ کہا: اللہ کے رسول مجھے خبر ملی تھی کہ دشمنوں نے اللہ کے نبی کو گرفتار کر لیا ہے۔ آپ زبیر سے بہت خوش ہوئے، ان کے لیے دعا فرمائی۔ یہ پہلی تلوار ہے جو آپ کی جاں نثاری میں ایک نوجوان کے ہاتھ سے نکلی۔

غزوۂ بدر میں لڑتے لڑتے زبیر رضی اللہ عنہ کی تلوار میں دندانے پڑ گئے تھے اور سارا جسم زخموں سے چھلنی ہو گیا تھا، عروہ بن زبیر کہتے ہیں: زخم کے مقامات میں انگلیاں ڈال کر ہم

Marfat.com

لوگ کھیلتے رہتے تھے۔ 1

انیس (۱۹) سال کی عمر میں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا، ماں نے سنا تو اس غم میں کھانا پینا چھوڑ دیا اور نہ بولنے کی قسم کھائی، چنانچہ بھوک پیاس کے سبب تیسرے دن بیہوش ہوگئی، لیکن سعد کی استقامت دیکھئے، بولے: اگر تمہارے جسم میں ہزار جانیں ہوں اور ایک ایک کرکے نکل جائیں تب بھی اس دین سے نہیں پھر سکتا۔ 2

سعد رضی اللہ عنہ نے غزوۂ بدر میں کمال شجاعت سے جنگ کی، مشرکوں کے سردار سعید بن عاص کو قتل کیا، انہیں سعید کی ذوالکتیفہ نامی تلوار پسند آئی لیکن آنحضرت نے ان کے ہاتھ سے رکھوالی۔ اس جنگ میں ان کے چھوٹے بھائی عمیر شہید ہوگئے تھے، پھر اس تلوار کے نہ ملنے کا بھی بڑا غم رہا، تھوڑی دیر میں غنیمت وغیرہ سے متعلق سورۂ انفال اتری تو آپ نے تلوار سعد کو عطا فرمائی۔ 3

اسلام کے ابتدائی دور میں بلند آواز سے علانیہ قرآن کی تلاوت کرنا بڑے خطرے کا کام تھا، ایک روز صحابہ نے اس کی خواہش کی کہ قریش مکہ کو یہ دلنواز آواز سنائی جائے، اس پر خطر کام کے لیے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تیار ہوئے، چاشت کا وقت تھا بلند آہنگی سے عبداللہ رضی اللہ عنہ نے سورۂ رحمٰن کی تلاوت شروع کی، مشرکین غضب ناک ہوگئے، سخت زد وکوب کرنے لگے لیکن مارنے کے درمیان بھی تلاوت جاری رہی، سخت چوٹ آئی، چہرے پر ورم آگیا، مگر جذبہ وہمت دیکھئے، صحابہ سے کہتے ہیں: اگر کہو تو پھر اسی طرح بلند آواز سے تلاوت کروں؟ 4

ایک بار مشرکین مکہ نے حضرت عمار کو دہکتے انگاروں پر لٹا رکھا تھا، یہ سزا صرف اسلام قبول کرنے کی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ہوا تو ان کے سر پر ہاتھ پھیرے اور فرمایا: ''اے آگ ابراہیم کی طرح عمار پر ٹھنڈی ہو جا'' آپ جب بھی ان کے گھر سے گزرتے اور مختلف مصائب میں گرفتار دیکھتے تو فرماتے: ''آل یاسر! صبر کرو تمہارا ٹھکانا جنت ہے۔'' 5

---

1 صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب قتل ابی جهل، ح: ۳۹۷۳۔
2 اسد الغابة: ۲/ ۲۹۳۔ 3 مسند احمد: ۱/ ۱۸۰؛ مصنف ابن ابی شیبة: ۱۷/ ۵۵۵، حدیث: ۳۳۷۵۷۔ 4 سیرة ابن اسحاق: ۱/ ۱۶۶؛ اسد الغابة: ۳/ ۲۵۶۔
5 طبقات ابن سعد: ۴/ ۱۳۶۔

Marfat.com

مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کا ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح فرماتے تھے: ''مکہ میں مصعب سے زیادہ خوبصورت، جامہ زیب اور پروردہ ناز ونعمت کوئی نہیں'' یہ نوجوان اسلام قبول کرتا ہے، نگاہ نبوت اس ہیرے پر پڑتی ہے تو اس کی آب وتاب میں اضافہ ہوجاتا ہے، مدینے میں تبلیغ اسلام کے لیے انہیں آپ مامور فرماتے ہیں، حیرت انگیز طور پر اکثر شہر حلقہ بگوش اسلام ہوجاتا ہے، آپ مصعب رضی اللہ عنہ کی مساعی سے بہت خوش ہوتے ہیں۔ [1]

احد کی جنگ میں مہاجرین کا علم ان کے ہاتھوں میں تھا، کچھ مسلمانوں کی ادنیٰ سی غلطی سے جنگ کا نقشہ پلٹ گیا، مسلمان سراسیمہ ہوکر ادھر ادھر بکھر گئے، لیکن مصعب علم لیے میدان جنگ میں ڈٹے رہے، داہنا ہاتھ شہید ہوا تو علم بائیں میں تھام لیا اور زبان پر یہ آیت تھی: ﴿ وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ﴾ [2] ''اور محمد صرف رسول ہیں ان سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔'' ابن قمہ کے دوسرے وار سے بایاں ہاتھ بھی شہید ہوگیا تو علم کو سینے سے چمٹا لیا، آخر اس نے تلوار کے بجائے نیزے سے آپ کو شہید کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاش کے قریب آئے اور یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ﴾ [3] مومنوں میں ایسے لوگ ہیں جنہوں نے خدا سے جو کچھ عہد کیا تھا اس کو سچ کر دکھایا پھر لاش کو مخاطب کر کے فرمایا: ''میں نے مکہ میں تم سے زیادہ حسین اور جامہ زیب کسی کو نہیں دیکھا لیکن آج یہ حال ہے کہ بال الجھے ہوئے ہیں اور جسم پر صرف ایک چادر ہی ہے، اللہ کا رسول شہادت دیتا ہے کہ بروز قیامت تم لوگ اللہ کے دربار میں رہو گے۔'' [4]

عمیر، سعد بن ابی وقاص کے چھوٹے بھائی تھے، چودہ سال کی عمر میں ہجرت مدینہ کی عظیم سنت ادا کی، غزوۂ بدر میں شرکت کے لیے بے قرار پھر رہے تھے، واپس کیے جانے کے خوف سے مسلمانوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر سے بچ رہے تھے، آخر آپ نے ان سے واپسی کے لیے کہہ ہی دیا تو رونے لگے، آپ نے ان کے جوش جہاد کو دیکھ کر شرکت کی اجازت دی اور اپنے ہاتھ سے تلوار باندھی، جنگ شروع ہوئی، سولہ سال عمر تھی، جوش سے

---

[1] طبقات ابن سعد: ٣/ ١١٦، ١١٩۔ [2] ٣/آل عمران: ١٤٤۔ [3] ٣٣/ الاحزاب: ٢٣۔ [4] الطبقات الکبریٰ لا بن سعد: ٣/ ١٢٠، ١٢١۔

Marfat.com

دشمنوں کی صف میں جا گھسے، دیر تک لڑتے رہے اور بالآخر تمنائے شہادت بر آئی۔ 1

رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: ''جنت کے دروازے تلواروں کی چھاؤں میں ہیں۔'' 2

فارس کے سپہ سالار رستم اور مسلمانوں کے درمیان جب مقابلہ شروع ہوا تو ربعی بن عامر نے کہا تھا: اللہ نے ہمیں اس لیے پیدا کیا ہے تاکہ لوگوں کو خلق کی بندگی سے اللہ کی بندگی کی طرف پھیر دیں، دنیا کی تنگیوں کو وسعت سے بدل دیں، غلط مذاہب کے جبر وظلم کو اسلام کے عدل سے مٹا دیں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ وَ قَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّ يَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ﴾ 3

''اور ان سے لڑو یہاں تک کہ فساد نہ رہے اور سب قانون اللہ کا رائج ہو۔''

نیز فرمایا:

﴿ قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ لَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ لَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ لَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّ هُمْ صٰغِرُوْنَ ۝ ﴾ 4

''جو لوگ اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور نہ اللہ اور رسول کی محرمات کو حرام جانتے ہیں اور نہ دین حق کو تسلیم کرتے ہیں یعنی اہل کتاب ان سب سے لڑو جب تک وہ ماتحت ہو کر جزیہ دینا منظور نہ کر لیں۔''

ہندوستان میں آج بیس کروڑ مسلمان ہیں، چودہ صدی پہلے یہاں ایک بھی مسلمان نہ تھا، یہ اللہ کا بڑا اکرم اس ملک اور اس کے باشندوں پر ہے اس سرزمین میں وسیع پیمانے پر سب سے پہلے جس نے اسلام کے پودے لگائے وہ سترہ (۱۷) سالہ نوجوان محمد بن قاسم ہے، اسی

---

1 المستدرك للحاكم: ۳/ ۱۸۸۔ 2 صحيح البخاري، كتاب الجهد و السير، باب الجنة تحت بارقة السيوف، ح: ۲۸۱۸، ۲۹۶۶، ۳۰۲۵؛ صحيح مسلم: ۱۷۴۲، عن عبدالله بن ابى اوفىٰ۔ 3 ۸/الانفال: ۳۹۔ 4 ۹/التوبة: ۲۹۔

Marfat.com

کی شمشیر جوہر دار کی چمک سے ہندوستان کے تاریک ماحول میں اسلام کا روشن چاند طلوع ہوا، سندھ وملتان کے وسیع خطے پر اسلامی حکومت قائم ہوئی، رعایا اس کی عدل پروری سے بہت خوش تھی، چار سال کے بعد جب وہ ہندوستان چھوڑ کر عراق جانے لگا تو ہندوستانی اس کی محبت میں رو رہے تھے۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ''اللہ کی راہ میں ایک دن سرحد کی نگرانی دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔'' 1

آپ ﷺ فرماتے ہیں: ''جس شخص کے پیر خدا کی راہ میں غبار آلود ہو گئے اسے جہنم کی آگ نہیں چھو سکتی۔'' 2

آپ ﷺ فرماتے ہیں: ''جو سچے دل سے اللہ سے شہادت کا سوال کرے گا تو خواہ اس کا انتقال بستر پر ہی ہو اللہ تعالیٰ اسے شہیدوں کے مقام پر پہنچائے گا۔'' 3

آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ''میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق کے لیے قتال کرتا رہے گا اور اپنے مخالفوں پر غالب رہے گا یہاں تک کہ اس کا آخری گروہ دجال سے قتال کرے گا۔'' 4

آپ ﷺ فرماتے ہیں: ''مشرکوں سے اپنے مال، اپنی جان اور اپنی زبان سے جہاد کرو۔'' 5

نوجوانوں میں شوق جہاد پیدا کرنے کا اہم ذریعہ یہ بھی ہے کہ مربی حضرات انہیں قرآن پاک میں وارد آیات جہاد حفظ کرائیں، سورۂ انفال، سورۂ توبہ، سورہ احزاب وغیرہ حفظ کرا کر ان کے معانی خوب ذہن نشین کرا دیں، ان کے شان نزول سے نوجوانوں کو باخبر کریں، بدر، خندق، حنین وغیرہ غزوات اور ان میں رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے

---

1 صحیح البخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب الغدوة والروحة فی سبیل اللّٰه...... حدیث: ۲۷۹۲، ۲۷۹٤، ٦٤١٥؛ صحیح مسلم: ۱۸۸۰، ۱۸۸۱۔
2 صحیح البخاری، کتاب الجمعة، باب المشی إلی الجمعة، حدیث: ۹۰۷۔ 3 صحیح مسلم، کتاب الامارة، باب استحباب طلب الشهادة فی سبیل اللّٰه، حدیث: ۱۹۰۹۔ 4 سنن ابی داود، کتاب الجهاد، باب فی دوام الجهاد، حدیث: ۲٤۸٤ عن عمران بن حصین۔ 5 سنن ابی داود، کتاب الجهاد، باب کراهیة ترك الغزو، حدیث: ۲٥۰٤؛ سنن النسائی: ۳۰۹۸۔

Marfat.com

مجاہدانہ کارناموں کی تفصیل سے آگاہ کریں۔ جہاد کی عظمت اور فضیلت میں رسول اللہ ﷺ کے ارشادات یاد کرائیں جو بڑی تفصیل سے کتب حدیث میں موجود ہیں۔ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ''مجھ سے پہلے جو نبی بھیجا گیا ہے اس کے حواری اصحاب ہوا کرتے تھے جو اس کی سنت کی پیروی کرتے تھے، پھر ان کے بعد ایسے ناخلف لوگ آئے جن کے قول وعمل میں تضاد تھا، وہ ایسے کام کرتے جن کا انہیں حکم نہیں ہوا تھا، تو جس نے ان سے اپنے ہاتھوں سے جہاد کیا وہ مومن ہے، اور جس نے ان سے اپنی زبان سے جہاد کیا وہ بھی مومن ہے، اور جس نے ان سے اپنے دل سے جہاد کیا وہ بھی مومن ہے، اس کے علاوہ ایمان رائی کے دانے کے برابر بھی نہیں ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ''تم میں جو کوئی غلط بات دیکھے اسے اپنے ہاتھ سے بدل دے، اگر اس کی طاقت نہ رکھے تو زبان سے اسے مٹانے کی کوشش کرے، اگر اس کی بھی طاقت نہ رکھے تو دل سے برا جانے، اور یہ سب سے کمزور ایمان ہے۔'' [1]

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ يُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝﴾ [2]

''مومن مرد اور عورتیں ایک دوسرے کے رفیق ہیں بھلے کاموں کا حکم کرتے ہیں اور برے کاموں سے روکتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں اور اللہ اور رسول کی فرمانبرداری کرتے ہیں، انہی پر اللہ رحم کرے گا بے شک اللہ بڑا غالب بڑی حکمت والا ہے۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے کسی کو بھلے کام کی دعوت دی تو اس کی اتباع کرنے والے کی طرح اسے بھی اجر ملے گا اور اس سے ان کے اجروں میں کوئی کمی واقع نہ ہوگی۔'' [3]

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان کون النهی عن المنكر من الإیمان...... حدیث: ٤٩۔ [2] ٩/التوبة: ٧١۔ [3] صحیح مسلم، کتاب الامارة، باب فضل إعانة الغازی فی سبیل اللّٰه...... حدیث: ١٨٩٣۔

Marfat.com

آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ''جس نے اللہ کی راہ میں کچھ خرچ کیا تو اسے اس کا سات سو گنا اجر دیا جائے گا۔'' [1]

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ﴾ [2]

''اللہ نے مومنوں کی جانیں اور ان کے مال جنت کے بدلے میں خرید لیے ہیں۔''

آپ ﷺ فرماتے ہیں: ''جس نے کسی غازی کا سامان کر دیا اس نے خود غزوہ کیا، جس نے کسی غازی کے اہل وعیال کی نگہداشت کی اس نے بھی غزوہ کیا۔'' [3]

اسلامی معاشرے کو شریعت کے خطوط پر ڈھالنے اور اسلامی ثقافت وفکر سے آراستہ کرنے کی خاطر حصول علم کے لیے سفر کرنا ایک قسم کا جہاد ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَافَّةً ۚ فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ ﴾ [4]

''اور یہ مناسب نہیں ہے کہ مسلمان سارے ہی نکل پڑیں، پس ایسا کیوں نہ کریں کہ ہر ایک قوم سے چند آدمی آئیں تا کہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور جب اپنی قوم میں جائیں تو ان کو سمجھائیں۔''

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ''جو شخص حصول علم کے لیے نکلا وہ لوٹنے تک راہ خدا میں ہوتا ہے۔'' [5]

آپ ﷺ فرماتے ہیں: ''جس نے ایسا علم حاصل کیا کہ جس سے اللہ کی رضا حاصل کی جاتی ہے۔ لیکن وہ اس سے دنیا حاصل کرے تو وہ بروز قیامت جنت کی بو نہیں پائے گا۔'' [6]

---

[1] سنن الترمذی، کتاب الجهاد، باب ماجاء فی فضل النفقه فی سبیل اللّٰه، حدیث: ١٦٢٥؛ سنن النسائی: ٣١٨٨۔ [2] ٩/التوبة: ١١١۔ [3] صحیح البخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب من جهز غازیًا...... حدیث: ٢٨٤٣؛ صحیح مسلم: ١٨٩٥۔ [4] ٩/التوبة: ١٢٢۔ [5] سنن الترمذی، کتاب العلم، باب فضل طلب العلم، حدیث: ٢٦٤٧۔ [6] سنن ابی داود، کتاب العلم، باب فی طلب العلم لغیر اللّٰه، حدیث: ٣٦٦٤؛ سنن ابن ماجه: ٢٥٢۔

Marfat.com

یقین محکم

اللہ کی ذات پر کامل بھروسہ کہ عقل و دل کو اس پر پختہ یقین ہو دین اسلام کے عقائد، اس کے ارکان اور شریعت کی تعلیمات پر کامل یقین عمل سے پیدا ہوتا ہے، عقائد سے مراد اللہ، اس کے ملائکہ، آسمانی کتابوں، جملہ رسولوں، یوم آخرت، قضا و قدر اور تمام امور غیب پر ایمان لانا ہے۔ ارکان سے مراد کلمۂ شہادت، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کی پابندی ہے اور تعلیمات سے مراد عقائد، عبادات، اخلاق، قوانین اور معاملات و احکامات کے اصول ہیں۔ مربی نوجوانوں میں اللہ کی ذات پر کامل بھروسے کی بے مثال صفت ان تمام اصولوں کی صحیح پابندی ہی سے پیدا کر سکتا ہے، دیکھئے رسول اللہ ﷺ اپنے چچا زاد بھائی عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو اللہ کی ذات پر محکم یقین کی تعلیم کس طرح دے رہے ہیں: لڑکے میں تجھے چند باتیں بتاتا ہوں: اللہ کو یاد رکھو وہ تمہاری حفاظت کرے گا، اسے یاد رکھو اسے ہمیشہ اپنے سامنے پاؤ گے، جب مانگو تو اللہ سے مانگو، جب مدد طلب کرو تو اللہ سے کرو، اگر سارے لوگ تمہیں کسی چیز کا فائدہ پہنچانے پر اتفاق کر لیں پھر بھی وہ تمہیں اتنا ہی فائدہ پہنچا سکتے ہیں جتنا اللہ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے، اور اگر سارے لوگ تمہیں کسی چیز کا نقصان پہنچانے پر اتفاق کر لیں پھر بھی وہ تمہیں اتنا ہی نقصان پہنچا سکتے ہیں جتنا اللہ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے۔ قلم اٹھا لیے گئے اور صحیفے خشک ہو گئے۔ [1]

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝٢ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝٣ وَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَ مَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝٤ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ ۗ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝﴾ [2]

---

[1] سنن الترمذی، کتاب صفة القيامة، باب حديث حنظله...... حديث: ٢٥١٦۔

[2] ٢/البقرة: ٢۔ ٥۔

Marfat.com

’’یہ کتاب بلاشک اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے ہدایت ہے جو غیب کی باتیں مانتے ہیں، اور نماز قائم کرتے ہیں، اور ہمارے دیئے ہوئے سے خرچ کرتے ہیں اور جو تیری طرف اتری ہوئی کتاب اور تجھ سے پہلے اتری ہوئی کتابیں بھی مانتے ہیں اور یہی لوگ قیامت کو بھی مانتے ہیں، یہی لوگ اپنے رب کے فرمان پر چلنے والے ہیں اور یہی لوگ مراد کو پہنچنے والے ہیں۔‘‘

Marfat.com

پاکبازی

پاکدامنی مسلمانوں کی امتیازی اخلاقی خوبی ہے، غیر اقوام میں اس خوبی کے فقدان کے سبب ان کا گھریلو نظام تتر بتر ہو چکا ہے، مسلمانوں کے خاندانی نظام میں جو کچھ نظم وضبط ہے اس میں اس صفت کا زبردست ہاتھ ہے، اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے کچھ اخلاقی اوصاف کی تعریف کی ہے جن میں پاکدامنی بھی ہے، فرمایا:

﴿ وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حٰفِظُونَ ﴾ 1

''اور جو اپنی شہوت کی جگہ کی حفاظت کرتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم علیہا السلام کی پاکدامنی کی تعریف یوں کی ہے:

﴿ وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا ﴾ 2

''اور عمران کی بیٹی مریم جس نے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی۔''

حضرت یوسف علیہ السلام نے پاکبازی کی وہ مثال قائم کی کہ عزیز مصر کی بیوی نے (جس نے انہیں فعل حرام کی طرف بلایا تھا) ان کی پاکدامنی کی شہادت دی ﴿ وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ ﴾ 3 ''اور میں نے اس سے چاہا تو وہ بچا رہا۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کی عفت و پاکبازی کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس طرح فرمایا ہے: ﴿ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ۭ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴾ 4 ''وہ لوگ تہمت سے پاک ہیں ان کے لیے بخشش اور عزت کی روزی ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے پاکبازی کے تربیتی اصول بتائے جن کی پابندی سے مسلم نوجوان اپنے اس تاریخی امتیازی وصف کی حفاظت کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓي اَهْلِهَا ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴾ 5

---

1 ۷۰/المعارج: ۲۹۔ 2 ٦٦/التحریم: ۱۲۔ 3 ۱۲/یوسف: ۳۲۔
4 ۲٤/النور: ۲٦۔ 5 ۲٤/النور: ۲۷۔

Marfat.com

''اے ایمان والو! تم اپنے گھروں کے سوا دوسرے کے گھروں میں نہ جایا کرو جب تک خبر نہ کرلو، اوران گھر والوں سے سلام نہ کرلو، یہ تمہارے حق میں بہتر ہے، شاید تم یاد رکھو۔''

مسلمان مردوں اور عورتوں کو حکم دیا کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں:

﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ يَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ۭ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝﴾ 1

''اے پیغمبر! مومنوں سے کہئے کہ وہ اپنی آنکھیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت کریں، یہ ان کے لیے بڑی ستھری بات ہے، جو وہ کرتے ہیں اللہ اسے جانتا ہے۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''اچانک نظر پڑ جانا معاف ہے لیکن دوسری نظر ڈالنا جائز نہیں ہے۔'' 2

آپ نے فرمایا: ''تیز خوشبو لگا کر کوئی عورت باہر نہ نکلے۔'' 3

آپ کا ارشاد ہے ''عورتیں چلتے ہوئے بیچ راستے کے بجائے کنارہ اختیار کریں۔'' 4

حدیث میں ہے: ''کوئی شخص شوہر کی عدم موجودگی میں کسی غیر عورت کے گھر اکیلا نہ جائے۔'' 5

شریعت اسلامیہ نے زنا کرنے والے غیر شادی شدہ لوگوں کو سو سو کوڑے مارنے کی قانونی سزا مقرر کی ہے:

---

1 ٢٤/النور: ٣٠۔ 2 سنن ابی داود، کتاب النکاح، باب فی ما یؤمر به من غض البصر، حدیث: ٢١٤٩؛ سنن الترمذی: ٢٧٧٦، ٢٧٧٧، عن بریدة۔ 3 سنن ابی داود، کتاب الترجل، باب فی طیب المرأة للخروج، حدیث: ٤١٧٥، عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ۔ 4 سنن ابی داود، کتاب الأدب، باب فی مشي النساء مع الرجال فی الطریق، حدیث: ٥٢٧٢۔ 5 صحیح مسلم، کتاب السلام، باب تحریم الخلوة بالأجنبیة والدخول علیها، حدیث: ٢١٧٣، عن عبداللّٰہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ۔

Marfat.com

﴿ اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ﴾ [1]

''بدکاری کرنے والے مرد اور بدکاری کرنے والی عورت کو سو سو کوڑے مارو۔''

اور ایسے بدکاروں کو جو شادی شدہ ہوں سنگسار کرنے کا حکم ہے۔ معاشرے کو صاف ستھرا رکھنے کے لیے شریعت کا یہ آخری حکم ہے۔

حدیث پاک میں مذکور ہے کہ بروز قیامت جب کوئی سایہ نہ ہوگا اللہ تعالیٰ سات قسم کے لوگوں کو اپنے عرش کے سائے میں جگہ دے گا جن میں ایک وہ شخص ہوگا جسے خوبرو اور معزز عورت نے اپنی طرف مائل کرنا چاہا لیکن اس نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ [2]

---

[1] ٢٤/النور:٢۔ [2] صحیح البخاری، کتاب الحدود، باب فضل من ترک الفواحش، حدیث: ٦٨٠٦، ٦٦٠، ١٤٢٣؛ صحیح مسلم: ١٠٣١، عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ۔

Marfat.com

مربی خود کو مثالی بنائے

شریعت اسلامیہ کے اس تربیتی پروگرام کے مطابق جدید مسلم نسل کو ڈھالنے کے لیے جہاں رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب کی مثالی شخصیت پیش نظر رہنا ضروری ہے، وہیں یہ بھی ضروری ہے کہ مربی خود بھی ان صفات کا آئینہ ہو جو شریعت کا مطلوب اور رسول کریم ﷺ کی مثالی سیرت کو نمونہ بنانے کا مقصد ہے۔ اگر مربی کی زندگی اس معیار سے اتری ہوئی ہے جو شریعت کا مطلوب ہے تو وہ ہرگز اپنی اولاد کو اس مقام پر نہیں دیکھ سکتا جہاں وہ دیکھنا چاہتا ہے۔

قرآن پاک میں ارشاد ربانی ہے:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ ﴾ [1]

”اے مسلمانو! کیوں ایسی بات کہتے ہو جس پر عمل نہیں کرتے، یہ بات کہ تم لوگ جو کچھ کہو اس پر عمل نہ کرو خدا کے نزدیک بڑے غضب کی بات ہے۔“

اس سے یہ اصول ثابت ہوتا ہے کہ مربی اپنی اولاد کو جن باتوں کی ہدایات دینا چاہتا ہے عملی طور پر وہ خود ان ہدایات کا حسین نمونہ ہو۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَ تَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَ اَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ ﴾ [2]

”کیا لوگوں کو بھلی باتیں بتلاتے ہو اور اپنے آپ کو باوجود کتاب پڑھنے کے بھلا دیتے ہو؟ کیا تم ہوش نہیں کرتے؟“

مذکورہ بالا دونوں آیات سے یہ بات واضح ہے کہ اولاد کے سامنے غلط کردار اور مثال پیش کرنے والے لوگ اللہ تعالیٰ کے غضب اور زجر کے مستحق ہیں، اور اہل ہوش و خرد کے لیے اس میں سنبھلنے کا سامان ہے۔

---

[1] ٦١/الصف: ٢، ٣۔ [2] ٢/البقرة: ٤٤۔

Marfat.com

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا طریقہ تھا کہ جب مسلمانوں کو کوئی ہدایت دینا چاہتے تو پہلے اپنے گھر والوں کو اکٹھا کرتے اور کہتے: میں لوگوں کو فلاں فلاں باتوں کی ہدایت دینے جا رہا ہوں، خبردار! میں لوگوں کو جن باتوں سے روکوں تم میں سے کوئی انہیں نہ کرے یا جن باتوں کا حکم دوں انہیں کرنے سے باز نہ رہے ورنہ اسے سخت سزا دوں گا، پھر نکلتے اور لوگوں کو بھلائی کی طرف بلاتے جس سے لوگ مکمل طور پر آپ کی سمع وطاعت اختیار کرتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''قیامت میں ایک شخص کو لایا جائے گا اور اسے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا، اس کی آنتیں پیٹ سے باہر آجائیں گی، اسے لے کر وہ ایسے گھومے گا جیسے گدھا چکی کے ساتھ گھومتا ہے۔ اہل دوزخ جمع ہو کر اس سے پوچھیں گے: اے شخص! کیا تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام نہیں دیتے تھے؟ وہ کہے گا: میں تمہیں بھلائی کا حکم کرتا تھا لیکن اسے خود انجام نہیں دیتا تھا اور تمہیں برائی سے روکتا تھا لیکن خود اس سے نہیں بچتا تھا۔ [1]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شب مجھے ایسے لوگوں کے پاس لے جایا گیا کہ جن کے ہونٹ آتشیں قینچیوں سے کاٹے جا رہے تھے، میں نے کہا: جبرئیل یہ کون لوگ ہیں؟ کہا: یہ آپ کی امت کے وہ خطباء ہیں جو ایسی باتیں کہتے تھے جنہیں کرتے نہیں تھے۔ [2]

---

[1] صحيح البخاري، كتاب بدء الخلق، باب صفة النار وأنها مخلوقة، حديث: ٣٢٦٧، عن ابی وائل۔ [2] مسند احمد: ٣/ ١٢٠، ١٨٠، عن انس رضی اللہ عنہ؛ السلسلة الصحيحة: ١/ ٥٨٥، حديث: ٢٩١۔

Marfat.com

دل پذیر نصیحت

شباب کا دور نوجوانوں میں جسمانی اور روحانی تقاضوں میں تضاد کا دور ہوتا ہے، افکار و کردار میں سیمابیت ہوتی ہے، جذبات میں بے ہنگم اتار چڑھاؤ ہوتا ہے، اعتقادات و اصول شریعت کے متعلق شکوک و شبہات پیدا ہوجاتے ہیں، یہ سب کچھ شباب کی ابھرتی ہوئی طاقتوں اور دین کے لطیف آفاقی اصولوں سے متعلق کم علمی اور عملی ناتجربہ کاری سے ہوتا ہے، عمر کے اس مرحلے میں مربی کو نصیحت کے ایسے اسلوب اختیار کرنے چاہئیں جن سے نوجوانوں کے جسمانی اور روحانی تقاضوں کو سکون حاصل ہو، ان کا تضاد علمی اور عملی طور پر دور ہو، اعتقادات اور اصول شریعت کے متعلق افہام و تفہیم اور نصیحت کا حکیمانہ اور دلپذیر اسلوب اختیار کیا جائے، قرآن و سنت اس اصول تربیت سے لبریز ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَّ ذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝﴾ [1]

"آپ نصیحت کرتے رہئے کیونکہ نصیحت ایمانداروں کو فائدہ دیتی ہے۔"

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ((اَلدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ)) "دین مکمل نصیحت ہے"، صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا: کس کے لیے؟ فرمایا: "اللہ، اس کی کتاب، اس کے رسول، مسلمانوں کے اماموں اور عام لوگوں کے لیے۔" [2]

دیکھیے اللہ تعالیٰ نے اعتقاد کی درستی کے لیے کیسا علمی اور عقلی اسلوب اختیار فرمایا ہے:

﴿لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝﴾ [3]

"اگر ان دونوں (زمین و آسمان) میں اللہ کے سوا اور معبود ہوتے تو یہ دونوں بسبب بدانتظامی کے برباد ہو چکے ہوتے۔"

---

[1] ۵۱/الذاریات: ۵۵۔ [2] صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان أن الدین النصیحة، حدیث: ۵۵، عن تمیم الداری رضی اللہ عنہ۔ [3] ۲۱/الانبیاء: ۲۲۔

Marfat.com

نیز فرمایا:

﴿ وَ فِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَ فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ○ ﴾ [1]

''یقین کرنے والوں کے لیے زمین میں کئی قسم کی نشانیاں ہیں اور خود تمہارے اندر بھی، کیا تم دیکھتے نہیں ہو؟''

ارشاد ہے:

﴿ وَ اِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَ هُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ○ ﴾ [2]

''اور جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ بیٹا تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا اس لیے کہ شرک کرنا بڑا ظلم ہے۔''

نیز ارشاد ہے:

﴿ يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ○ ﴾ [3]

''اے میرے بیٹو! اللہ نے تمہارے لیے یہی (توحید) کا دین پسند کیا ہے، پس تم مرتے دم تک اسی پر رہنا۔''

نوجوانوں کے جسمانی اور روحانی تقاضوں کی تسکین کے لیے قرآن نے یوں نصیحت کی ہے:

﴿ وَ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّ اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ﴿۶۳﴾ وَ الَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّ قِيَامًا ﴿۶۴﴾ وَ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴿۶۵﴾ اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّ مُقَامًا ﴿۶۶﴾ وَ الَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَ لَمْ يَقْتُرُوْا وَ كَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ﴿۶۷﴾ وَ الَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَ لَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ لَا يَزْنُوْنَ ۚ وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا

---

[1] ۵۱/الذاریات: ۲۰، ۲۱۔ [2] ۳۱/لقمان: ۱۳۔ [3] ۲/البقرة: ۱۳۲۔

Marfat.com

يُّضٰعَفۡ لَهُ الۡعَذَابُ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ وَ يَخۡلُدۡ فِيۡهٖ مُهَانًا ﴿۶۹﴾ اِلَّا مَنۡ تَابَ وَ اٰمَنَ
وَ عَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمۡ حَسَنٰتٍ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ
غَفُوۡرًا رَّحِيۡمًا ﴿۷۰﴾ وَ مَنۡ تَابَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوۡبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ﴿۷۱﴾ وَ
الَّذِيۡنَ لَا يَشۡهَدُوۡنَ الزُّوۡرَ ۙ وَ اِذَا مَرُّوۡا بِاللَّغۡوِ مَرُّوۡا كِرَامًا ﴿۷۲﴾ وَ الَّذِيۡنَ اِذَا
ذُكِّرُوۡا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمۡ لَمۡ يَخِرُّوۡا عَلَيۡهَا صُمًّا وَّ عُمۡيَانًا ﴿۷۳﴾ وَ الَّذِيۡنَ يَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَا
هَبۡ لَنَا مِنۡ اَزۡوَاجِنَا وَ ذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعۡيُنٍ وَّ اجۡعَلۡنَا لِلۡمُتَّقِيۡنَ اِمَامًا ﴿۷۴﴾ اُولٰٓئِكَ
يُجۡزَوۡنَ الۡغُرۡفَةَ بِمَا صَبَرُوۡا وَ يُلَقَّوۡنَ فِيۡهَا تَحِيَّةً وَّ سَلٰمًا ﴿۷۵﴾ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا ؕ
حَسُنَتۡ مُسۡتَقَرًّا وَّ مُقَامًا ﴿۷۶﴾ قُلۡ مَا يَعۡبَؤُا بِكُمۡ رَبِّيۡ لَوۡ لَا دُعَآؤُكُمۡ ۚ فَقَدۡ
كَذَّبۡتُمۡ فَسَوۡفَ يَكُوۡنُ لِزَامًا ﴿۷۷﴾ ﴾ ①

''رحمٰن کے نیک بندے وہ لوگ ہیں جو زمین میں فروتنی سے چلتے ہیں اور جب جاہل لوگ ان کا سامنا کرتے ہیں تو وہ سلام کہتے ہیں، اور وہ ہیں جو رات اپنے پروردگار کے سامنے سجدے اور قیام میں گزارتے ہیں، اور وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں: اے ہمارے پروردگار! ہم سے جہنم کا عذاب ہٹائے رکھ، اس کا عذاب بھاری مصیبت ہے، وہ تو بہت ہی بڑا ٹھکانا اور بہت ہی برا مقام ہے اور وہ لوگ ہیں کہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی میں اڑاتے ہیں اور نہ بخل کرتے ہیں، ان کی روش اس کے درمیان ہوتی ہے، اور وہ لوگ ہیں کہ اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور جس جان کے مارنے سے خدا نے منع کیا ہے اس کو ناحق نہیں مارتے اور نہ زنا کرتے ہیں اور جو کوئی یہ کام کرے گا وہ اپنے گناہ کی سزا بھگتے گا، قیامت کے روز اس کو دگنا عذاب ہوگا اور وہ ہمیشہ کے لیے اس میں ذلیل وخوار رہے گا لیکن جن لوگوں نے توبہ کرکے نیک عمل کیے ہوں گے اللہ تعالیٰ ان کی برائیوں کو نیکیوں سے تبدیل کردے گا اور اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے، جو کوئی توبہ کرکے نیک عمل کرتے ہیں وہی اللہ کی طرف جھکتے

---

① ۲۵/الفرقان: ۶۳، ۷۷۔

Marfat.com

ہیں اور وہ لوگ ہیں جو بیہودہ امور پر حاضر نہیں ہوتے اور جب کسی بیہودگی کے پاس سے گزرتے ہیں تو اعزاز و اکرام سے گزر جاتے ہیں، اور وہ لوگ ہیں کہ جب ان کو پروردگار کے احکام سے ہدایت کی جائے تو بہرے اور اندھے ہو کر ان پر نہیں گرتے، اور وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں: اے ہمارے پروردگار! ہم کو ہماری بیویوں اور اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا کر اور ہم کو متقیوں کا امام بنا۔ انہی لوگوں کو ان کے صبر کی وجہ سے بالا خانے ملیں گے اور وہاں دعا اور سلام کے ساتھ ان کا استقبال کیا جائے گا، ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے جو بہت ہی اچھا ٹھکانا ہے اور بہت ہی موزوں جگہ ہے، کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ کی عبادت نہ کرو تو اس کو بھی تمہاری پروا نہیں، سو تم نے جھٹلایا ہے پس وہ تم کو چمٹ جائے گا۔"

قرآن وسنت نے مختلف تعلیمات کو قصے اور واقعات کے ذریعے بھی سکھایا ہے، اس کی مثالیں بے شمار ہیں، اس کے علاوہ رسول اللہ ﷺ مختلف اسالیب اور طریقے اختیار فرماتے تھے:

① گفتگو اور سوال وجواب کا طریقہ

آپ نے صحابہ سے پوچھا: "تمہیں معلوم ہے مسلم کون ہے؟" انہوں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا: "مسلم وہ ہے جو مسلمانوں کو اپنی زبان اور ہاتھ سے محفوظ رکھے"، پھر فرمایا: "تم جانتے ہو مومن کون ہے؟" انہوں نے کہا: اللہ اور رسول زیادہ جانتے ہیں، فرمایا: "مومن وہ ہے جسے مومن اپنی جان اور مال کے لیے بے ضرر سمجھیں۔" [1]

آپ نے صحابہ سے پوچھا: "اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر نہر ہو اور وہ اس میں روزانہ پانچ بار غسل کرے تو اس کے جسم پر کچھ میل باقی رہے گا؟" انہوں نے کہا: کچھ بھی

---

[1] مسند احمد: ٣/ ١٥٤، عن انس بن مالك رضی اللہ عنہ نیز دیکھئے: صحيح البخاری: ١٠، ١١؛ صحيح مسلم: ٤٠، ٤١، ٤٢۔

Marfat.com

نہیں۔فرمایا: ''یہی مثال پانچوں نمازوں کی ہے جن سے خطائیں ڈھل جاتی ہیں۔'' [1]

② قسم کا طریقہ : جو قرآن وسنت میں بکثرت موجود ہے

آپ نے فرمایا: ''واللہ! وہ شخص صاحب ایمان نہیں، واللہ! وہ شخص صاحب ایمان نہیں، واللہ! وہ شخص صاحب ایمان نہیں، پوچھا گیا: کون؟ اے اللہ کے رسول! فرمایا: ''جس کے شر سے اس کا پڑوسی محفوظ نہ ہو۔''

③ ظرافت آمیز طریقہ

ایک شخص آپ کے پاس صدقے کا اونٹ مانگنے آیا۔آپ نے فرمایا: ''میں تجھے اونٹنی کا بچہ دوں گا۔'' اس شخص نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں اس کا کیا کروں گا؟ فرمایا: ''اونٹ آخر اونٹنی کے بچے ہی تو ہوتے ہیں۔'' [2]

④ میانہ روی

اکتاہٹ کے خیال سے آپ ﷺ نمازیں اور جمعہ کا خطبہ نیز عام خطبات میں میانہ روی اختیار فرماتے تھے۔

⑤ مثال کا طریقہ

آپ ﷺ نے فرمایا: ''قرآن پڑھنے والے مومن کی مثال نارنگی کی طرح ہے، جس کی خوشبو اور ذائقہ دونوں پاکیزہ ہیں، اور قرآن نہ پڑھنے والے مومن کی مثال ایسے پھل کی طرح ہے جس کا ذائقہ پاکیزہ ہے لیکن اس میں خوشبو نہیں ہے، اور قرآن پڑھنے والے فاجر کی مثال ریحان کی طرح ہے جس کی خوشبو پاکیزہ اور اس کا ذائقہ کڑوا ہے، اور قرآن نہ پڑھنے والے فاجر کی مثال اندرائن کی طرح ہے جس کا ذائقہ کڑوا ہے اور اس میں خوشبو نہیں ہے، اور برے ساتھی کی مثال بھٹی پھونکنے والے لوہار کی طرح ہے کہ اگر اس کی سیاہی تمہیں نہ بھی لگے تو اس کا دھواں ضرور لگے گا۔ [3]

---

[1] صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب المشی إلی الصلاة...... حدیث: ٦٦٧، ٦٦٨ ـ [2] سنن ابی داود، کتاب الأدب، باب ماجاء فی المزاح، حدیث: ٤٩٩٧؛ سنن الترمذی: ١٩٩١، عن انس رضی اللہ عنہ۔ [3] صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب قراءة الفاجر والمنافق......، حدیث: ٧٥٦٠؛ صحیح مسلم: ٧٩٧۔

Marfat.com

⑥ عملی طریقہ

ایک بار ایک شخص نے کہا: اے اللہ کے رسول وضو کیسے کیا جاتا ہے؟ آپ نے ایک برتن میں پانی منگوایا، دونوں ہتھیلیاں دھوئیں، پھر پورا وضو کیا اور فرمایا: ''جو شخص اس طریقے سے کم یا زیادہ کرے گا وہ زیادتی اور ظلم کرے گا۔'' [1]

⑦ موقع شناسی کا طریقہ

ایک دفعہ آپ کا گزر ایک بازار سے ہوا، کچھ صحابہ آپ ﷺ کے پہلو بہ پہلو تھے، اتنے میں ایک چھوٹے کانوں کی مری بکری پر نظر پڑی، آپ نے اس کا کان پکڑ کر فرمایا: ''تم میں کون اسے ایک درہم میں خریدنا پسند کرے گا؟'' لوگوں نے کہا: ہم اسے کیا کریں گے؟ اگر یہ زندہ ہوتی تب بھی اس کے چھوٹے کان عیب تھے اور یہ تو مردہ ہے۔ آپ نے فرمایا: ''بخدا! دنیا اللہ کے لیے اس سے زیادہ ذلیل ہے جتنا تمہارے لیے یہ بکری ہے۔'' [2]

⑧ اہم بات کی طرف متوجہ کرنے کا طریقہ

ایک عربی دیہاتی آیا، بولا: اے اللہ کے رسول! قیامت کب آئے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس کے لیے تم نے کیا سامان کیا ہے؟'' اس نے کہا: اللہ اور اس کے رسول کی محبت، آپ نے فرمایا: ''تم اسی کے ساتھ رہو گے جس سے تم نے محبت کی ہے۔'' [3]

چونکہ قیامت میں کامیابی عمل صالح پر موقوف ہے اور یہ قیامت کے وقوع کے علم سے زیادہ اہم ہے، اس لیے آپ نے اسے فوراً عمل صالح کی طرف متوجہ کر دیا۔

حدیث پاک میں رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: جو شخص کسی خیر کی طرف رہنمائی کرے گا اسے اس پر عمل کرنے والے کا سارا اجر ملے گا۔ [4]

---

[1] سنن ابی داود، کتاب الطهارة، باب الوضوء ثلاثا ثلاثا، حدیث: ١٣٥؛ سنن النسائی: ١٤٠۔ [2] صحیح مسلم، کتاب الزهد، باب الدنیا سجن للمؤمن وجنة للكافر، حدیث: ٢٩٥٧؛ مسند احمد: ٣/ ٣٦٥، عن جابر رضی اللہ عنہ۔ [3] صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب علامة الحب فی الله، حدیث: ٦١٧١؛ صحیح مسلم: ٢٦٣٩، عن انس رضی اللہ عنہ۔ [4] صحیح مسلم، کتاب الأمارة، باب فضل إعانة الغازی......، حدیث: ١٨٩٣؛ سنن ابی داود: ٥١٢٩، عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ۔

Marfat.com

احوال وکردار پر مسلسل نظر رکھیے

نوجوانوں کی شخصیت متوازن بنانے کے لیے کہ وہ اپنی ذمہ داریوں اور اجتماعی حقوق کی ادائیگی بخوبی کرسکیں ان کے ہر طرح کے حالات اور کردار پر ہمیشہ نظر رکھنی چاہیے، اور انہیں صحیح رہنمائی دینی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَ يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝ ﴾ [1]

''اے مسلمانو! تم اپنے آپ کو اور اپنے متعلقین کو آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں اس پر فرشتے تندخو، سخت مزاج ہوں گے جو اللہ کی نافرمانی نہ کریں گے اور جو ان کو حکم ہوگا وہی کریں گے۔''

ظاہر ہے مربی اپنے اہل وعیال کو آگ سے اسی شکل میں بچا سکتا ہے کہ وہ ان کے کردار پر نظر رکھے اور صحیح بات کی طرف رہنمائی کرے۔

رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: ''مرد اپنے گھر کا نگہبان ہے اس سے گھر والوں کے متعلق سوال ہوگا، عورت اپنے شوہر کے گھر کی محافظ ہے اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔'' [2]

آپ ﷺ فرماتے ہیں: ''اپنی اولاد کو تین خصلتوں کا ادب دو: اپنے نبی کی محبت، آپ کے اہل بیت کی محبت اور تلاوت قرآن۔'' [3]

مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: کچھ ہم عمر نوجوان رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے، اور آپ کے پاس بیس راتیں قیام کیں، آپ کو گمان گزرا کہ ہمیں اہل خانہ کی یاد آرہی

---

[1] ٦٦/التحریم: ٦۔ [2] صحیح البخاری، کتاب الجمعة، باب الجمعة فی القریٰ والمدن، حدیث: ٨٩٣؛ صحیح مسلم: ١٨٢٩، عن ابن عمر رضی اللہ عنہما۔
[3] السلسلة الضعیفة: ٥/ ١٨١، حدیث: ٢١٦٢۔

Marfat.com

ہے، آپ نے ہم سے یہاں آنے کے بعد گھر کے ذمہ دار کے متعلق پوچھا، جسے ہم نے بتایا، آپ ﷺ بڑے نرم خو اور بارحم تھے فرمایا: ''جاؤ اپنے گھر والوں کے پاس چلے جاؤ انہیں اچھائیاں سکھاؤ اور بھلائیوں کا حکم دو، اور ایسے ہی نماز پڑھنا جیسے تم نے مجھے پڑھتے ہوئے دیکھا ہے، جب نماز کا وقت ہو جائے تو تم میں سے کوئی اذان دے اور تم میں سب سے بڑا تمہاری امامت کرے۔'' [1]

مربی کی نظر نوجوان کی شخصیت کے تمام پہلوؤں پر ہونی چاہیے، ایمانی حالت، عقلی معیار، اخلاق اور جسمانی صحت، نفسیاتی اور اجتماعی حالت ہر پہلو پر نظر رکھنی اور ان میں بہتری پیدا کرنے کی مسلسل کوشش کرنی چاہیے۔

---

[2] صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب رحمة الناس والبهائم، حدیث: ٦٠٠٨؛ صحیح مسلم: ٦٧٤، عن مالك بن حویرث۔

Marfat.com

گہری وابستگی

اگر آپ اپنی اولاد کو سن ہوش وتمیزی ہی سے اعتقاد، عبادت، فکری وسائل، تاریخی اجتماعی اور ریاضتی ذرائع سے مربوط رکھیں گے تو نوجوانی میں انہیں اسلام کا پر اعتماد سپاہی پائیں گے، وہ اسلامی اعتقادات وعبادات، اخلاق وقانون، جہاد ودعوت، حکومت وخلافت اور فکر وثقافت کے نظام سے گہری وابستگی کی بنا پر باطل سے پنجہ آزما ہوں گے اور اللہ کے کلمے کو بلند اور غالب کریں گے۔

① اعتقادی وابستگی: اس مقصد کے حصول کی بنیاد ہے، اس لیے مربی کو چاہیے کہ اللہ عزوجل، ملائکہ، آسمانی کتابوں، انبیاء ورسل، قضاوقدر، قبر کے سوال اور عذاب بعث وحشر ونشر، حساب، بہشت ودوزخ اور جملہ امور غیب کی جو قرآن وحدیث میں مذکور ہیں صحیح واقفیت کرائے، ان اعتقادی امور پر جس قدر ایمان پختہ ہوگا اسلام کا رنگ اتنا ہی گہرا ہوگا۔

② روحانی وابستگی: عبادت سے وابستگی کے لیے سات ہی سال سے بچوں کو نماز پڑھنے کا حکم ہے، پھر آگے چل کر طاقت رکھنے پر روزہ داری اور حج وزکوۃ وصدقات کا حکم ہے، یہ سب ضروری عبادات ہیں، ان کے علاوہ بچوں کو یہ بھی بتایا جائے کہ عبادات ارکان اربعہ میں محصور نہیں ہیں، بلکہ ہر نیک کام جسے مسلمان اللہ کے حکم کے مطابق انجام دے اور غرض اللہ کو خوش رکھنا ہو عبادت ہے، اس طرح تجارت، زراعت اور دیگر امور عبادت ہو سکتے ہیں۔

③ قرآن سے وابستگی: اعتقاد کی درستی اور خیالات میں بلندی اور سلامتی کی ضامن ہے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: حاملین قرآن اس روز عرش الٰہی کے سایہ میں انبیاء واصفیاء کے ساتھ ہوں گے جس روز اس کے سایہ کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔[1]

---

[1] شعب الإيمان: ١/ ٤٨٧، حديث: ٧٩٤، محدث البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ السلسلة الضعيفة: ١٢/ ٧٠٧، حديث: ٥٨٢٤، ٦٩٦٨۔

Marfat.com

ابن خلدون کہتے ہیں: قرآن کی تعلیم تمام بلاد اسلامیہ میں تعلیم کی اساس ہے، اس سے عقیدہ اور ایمان کو پختگی حاصل ہوتی ہے۔

④ **مسجد سے وابستگی:** بہت سے روحانی، اخلاقی اور اجتماعی فوائد کی ضامن ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ ، وَ ذَكَرَ اللّٰهَ كَثِیْرًا﴾ 1

''اللہ کے گھروں کو وہ آباد کرتا ہے جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرتا ہے۔''

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ''جب تم کسی شخص کو مسجد کا خوگر دیکھو تو اس کے لیے ایمان کی گواہی دو۔'' 2

مسجد ہی سے کلمہ حق احکامات دین، احوال امت مسلمہ، رحمت ومحبت، تعاون وتکافل، اور سکون قلب کی نعمت حاصل کی جاتی ہے۔

آپ ﷺ فرماتے ہیں: ''جب تم بہشت کی کیاریوں سے گزرو تو چر لیا کرو۔'' صحابہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! بہشت کی کیاریاں کیا ہیں؟ فرمایا: ''ذکر کی مجلسیں۔'' 3

آپ فرماتے ہیں: اللہ کی کسی مسجد میں جو لوگ جمع ہو کر قرآن کی تلاوت کرتے ہیں، باہم ایک دوسرے کو قرآن سکھاتے ہیں ان پر سکون نازل ہوتا ہے، رحمت ان پر چھا جاتی ہے اور فرشتے ڈھانپ لیتے ہیں۔ 4

آپ ﷺ فرماتے ہیں: ''تاریکیوں میں مسجدوں کی طرف جانے والوں کو قیامت میں ضیاء کامل کی خوشخبری دے دو۔'' 5

---

1 ٩/التوبة: ١٨۔ 2 سنن الترمذی، کتاب الإیمان، باب حرمة الصلاة، عن أبي سعید: ١/ ١٨٤ حدیث: ٢٦١٧۔ محدث البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف کہا ہے، حدیث: ٦٠٨۔ 3 سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب (حدیث فی اسماء اللّٰه الحسنیٰ......) حدیث: ٣٥٠٩، عن ابی ہریرة رضی اللہ عنہ۔ 4 صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فضل الاجتماع علی تلاوة القرآن وعلی الذکر، حدیث: ٢٦٩٩۔ 5 سنن ابن ماجه، کتاب المساجد، باب المشی الی الصلاة، حدیث: ٧٨١۔

Marfat.com

⑤ اللہ کے ذکر سے وابستگی ایمان وعبادت کی روح ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ فَاذْكُرُونِيٓ أَذْكُرْكُمْ ﴾ [1]

''تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔''

نیز فرمایا:

﴿ فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ ﴾ [2]

''پس جب تم نماز ادا کرلو تو اللہ کو یاد کرو کھڑے اور بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر۔''

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ''اللہ کو یاد کرنے والوں اور نہ یاد کرنے والوں کی مثال ایسے ہے جیسے زندہ اور مردہ۔'' [3]

آپ ﷺ فرماتے ہیں: ''قیامت میں اللہ تعالیٰ کچھ ایسے لوگوں کو لائے گا جو موتی کے منبروں پر ہوں گے اور ان کے چہروں پر نور ہوگا اور لوگ ان پر رشک کریں گے، وہ نہ نبی ہوں گے نہ شہداء۔'' ایک اعرابی کے پوچھنے پر آپ نے بتایا: ''وہ مختلف قبائل اور مختلف ممالک کے آپس میں اللہ کے لیے محبت کرنے والے لوگ ہیں جو اللہ کے ذکر کی خاطر اکٹھے ہو کر اسے یاد کرتے ہیں۔'' [4]

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَإِقَامِ الصَّلٰوةِ وَإِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْأَبْصَارُ ○ ﴾ [5]

''جن کو خرید وفروخت اللہ کے ذکر سے، نماز پڑھنے اور زکوۃ دینے سے غافل نہیں کرسکتی، اس دن سے ڈرتے ہیں جس میں دل اور آنکھیں مارے خوف کے دگرگوں ہو جائیں گی۔''

---

[1] ٢/البقرة:١٥٢۔ [2] ٤/النساء: ١٠٤۔ [3] صحيح البخارى، كتاب الدعوات باب فضل الذكر عزوجل، حديث: ٦٤٠٧؛ صحيح مسلم: ٧٧٩۔ [4] المعجم الكبير للطبرانى: ٣/ ٢٩٠، حديث: ٣٤٣٤، ٣٤٣٥، عن ابى مالك الاشعرى المستدرك للحاكم: ٤/ ٤٢٠، عن معاذ بن جبل رضي الله عنه۔ [5] ٢٤/النور: ٣٧۔

Marfat.com

نیز فرمایا:

﴿ فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَ ابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَ اذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○ ﴾ 1

''اور جب نماز ختم ہو جایا کرے تو منتشر ہو جایا کرو اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کا ذکر بہت بہت کیا کرو تا کہ تم مراد پا جاؤ۔''

⑥ خوف خدا سے وابستگی ہمیشہ نیک اعمال کا محرک ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ وَ هُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ﴾ 2

''وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں کہیں بھی رہو۔''

نیز فرمایا:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ﴾ 3

''اللہ سے تو کوئی چیز چھپی نہیں ہے آسمان کی نہ زمین کی۔''

آپ ﷺ فرماتے ہیں: ''احسان یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو، اور اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے تو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔'' 4

آپ کا ارشاد ہے: ''جہاں بھی رہو اللہ سے ڈرتے رہو، اور برائی کے بدلے نیکی کرو جو اسے ختم کر دے گی، اور لوگوں سے اچھے اخلاق سے پیش آؤ۔'' 5

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ○ ﴾ 6

---

1 ٦٢/الجمعة: ١٠۔ 2 ٥٧/الحديد: ٤۔ 3 ٣/آل عمران: ٥۔ 4 صحيح البخاری، كتاب الإيمان، باب سؤال جبريل عن النبي ﷺ عن الإيمان، حديث: ٥٠، ٤٧٧٧، عن ابی هريرة رضي الله عنه؛ صحيح مسلم: ٨ عن عمر رضي الله عنه۔ 5 سنن الترمذی، كتاب البر والصلة، باب ماجاء فی معاشرة الناس، حديث: ١٩٨٧، عن ابی ذر رضي الله عنه۔ 6 ٧/الاعراف: ٢٠١۔

Marfat.com

''پرہیزگاروں کو بتقاضائے بشریت جب کوئی شیطانی حرکت سوجھتی ہے تو اسی وقت عذاب الٰہی کے تصور سے ان کو سوجھ آتی ہے تو وہ بینا ہو جاتے ہیں۔''

⑦ فکری وابستگی: اس سے مراد یہ ہے کہ سن شعور سے جواں سالی تک مسلم نسل کو علم وعقل اور یقین وایمان کے معیار سے اس حد تک تیار کر دیا جائے کہ اسلام کے دین فطرت وبشریت ہونے اور اس سے وابستہ ہونے پر اسے فخر ہو، وہ قرآن وسنت کی تعلیمات کو انسان کے وضع کردہ قوانین سے بالاتر سمجھے، اسلامی تاریخ کو تاریخ انسانی کا مثالی نمونہ سمجھے، اور اسلامی ثقافت وتمدن کو تمام ثقافتوں سے پاکیزہ اور مفید تصور کرے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ قول ہمیشہ پیش نظر رہنا چاہیے: ہم وہ قوم ہیں جسے اللہ نے اسلام کے ذریعے عزت وغلبہ بخشا ہے، ہم جب بھی اس وسیلہ عزت کے سوا دوسرے طریقے اختیار کریں گے اللہ تعالیٰ ہمیں ذلیل ومغلوب کر دے گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مسلمانوں کے امیر جب بھی اللہ کے احکامات کے خلاف فیصلہ کریں گے تو وہ ان پر ان کا دشمن مسلط کر دے گا جو ان کے اختیارات کو سلب کر لے گا، اور جب بھی اللہ کی کتاب اور اس کے نبی کی سنت کو معطل کر دیں گے تو ان کے درمیان دشمنوں کی طاقت کو اللہ تعالیٰ مضبوط کر دے گا۔''[1]

ہم نوجوانوں میں یہ یقین پختہ کریں کہ اسلام قیامت تک ہر زمان ومکان کی سچی اور فطری ہدایت کی بے مثال صلاحیت رکھتا ہے، اس کے پاس ایمان واخلاق، عبادات، معاشیات وسیاسیات غرض انسانی زندگی وضرورت کے ہر گوشے کے لیے مستقل اصول ونظام ہیں، اور سارے اصول اس قادر مطلق علیم وخبیر ذات کے بنائے ہوئے ہیں جسے ماضی، حال اور مستقبل کا یکساں علم ہے، ظاہر ہے دنیا کے بڑے بڑے انسانوں کا علم اور تجربہ محدود ہی ہوتا ہے، اس لیے ان کے بنائے ہوئے قوانین خدائی احکامات کے آگے نہیں چل سکتے، ان میں نقص وعیب کا ہونا لازمی امر ہے، اور اسلام ہر طرح کے عیب ونقص سے پاک ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ، یہودیت وصہیونیت، استعماریت، کمیونزم اور صلیبیت کے منصوبوں

---

[1] السنن الکبری للبیھقی: ۳/ ۳٤٦، عن ابن عباس رضی اللہ عنہما۔

Marfat.com

سے بھی آگاہ کیا جائے تاکہ نوجوانوں کو معلوم ہو کہ جس نظام زندگی پر وہ یقین رکھتے ہیں اس کے خلاف کتنے زبردست منصوبے عالمگیر پیمانے پر موجود ہیں اور وہ کیا چاہتے ہیں۔

ہم اپنی مثالی تاریخ سے نوجوانوں کو آگاہ کریں کہ ہم امت اسلام ہیں، ہم ابوجہل، ابولہب اور ابی بن خلف کے ذریعے تاریخ میں داخل نہیں ہوئے، ہم تاریخ میں رسول عربی محمد ﷺ اور ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے ذریعے داخل ہوئے، ہم نے فتوحات حرب بسوس وداحس، غبراء کے ذریعے حاصل نہیں کیں، بلکہ بدر، قادسیہ اور یرموک کے ذریعے حاصل کی ہیں۔ ہم نے معلقات سبع کے ذریعے دنیا پر حکومت نہیں کی بلکہ قرآن مجید کے ذریعہ کی ہے، ہم نے لوگوں کو لات وعزیٰ کا پیغام نہیں دیا بلکہ انہیں اسلام اور قرآن کے اصولوں کا پیغام دیا ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم اپنی اولاد کو رسول اللہ ﷺ کے غزوات ایسے سکھاتے تھے جیسے ہم انہیں قرآن کی سورت سکھاتے تھے۔

ہم نوجوانوں میں یہ خیال پختہ کریں کہ مستقبل اسلام کا ہے خواہ کتنا ہی مخالف ماحول ہو، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ''تمہارے دین کی ابتدا نبوت ورحمت ہے، اللہ جو چاہے گا ہوگا، پھر اس دور کو ختم کردے گا، پھر خلافت علی منہاج النبوۃ قائم ہوگی، اللہ جو چاہے گا ہوگا، پھر اس دور کو ختم کردے گا، پھر پابند ملوکیت کا دور ہوگا، اللہ جو چاہے گا ہوگا، پھر اس دور کو ختم کردے گا، پھر سخت گیر حکومت کا دور آئے گا، اللہ جو چاہے گا ہوگا، پھر اس دور کو ختم کردے گا، پھر خلافت علی منہاج النبوۃ قائم ہوگی جو لوگوں میں نبی کی سنت کے مطابق کام کرے گی، روئے زمین پر اسلام پھیل جائے گا، آسمان اور زمین کے رہنے والے اس سے راضی ہوں گے، آسمان بارش کا ایک ایک قطرہ نچوڑ دے گا، زمین اپنی تمام روئیدگی اور برکتوں کو ظاہر کردے گی۔ [1]

⑧ **اجتماعیت سے وابستگی:** طفولت سے نوجوانی تک مربی کے لیے یہ بھی ایک اہم تربیتی ذمہ داری ہے کہ اپنی اولاد کو اجتماعی آداب کا پابند کرے، انہیں تقویٰ، اخوت، رحم، ایثار، عفوو درگزر اور جرأت کا خوگر کرے۔ والدین، اقرباء، پڑوسی، استاد، دوست اور بڑوں کے حقوق کی ادائیگی کی تعلیم دے، کھانے پینے کے آداب، سلام وکلام اجازت طلبی اور آداب مجلس

---

[1] مسند احمد: ٤/ ٢٧٤؛ السلسلة الصحيحة: ١/ ٨، حديث: ٥۔

Marfat.com

سکھائے۔ظرافت، مبارکبادی، عیادت مریض، تعزیت وغیرہ کے طریقے بتائے، یہ سارے اصول کتاب وسنت میں تفصیل سے مذکور ہیں۔

ان باتوں سے وابستگی کے لیے مخلص اور صاحب عالم وکردار مربی کی رہنمائی کی شدید ضرورت ہے، نیز گھر، محلہ، مسجد، مدرسہ یا کارخانہ وغیرہ میں جو افراد رہتے بستے ہیں ان کے رہن سہن اور صحبت کا پاکیزہ اور صالح ہونا نہایت ضروری ہے۔

⑨ **دعوت اور داعی سے وابستگی:** نوجوانی میں فطری طور پر یہ جذبہ ابھرتا ہے کہ کوئی پسندیدہ نظریۂ حیات ہو جس کے لیے اپنی تمام تر توانائیوں کو صرف کیا جائے، اگر ایک مسلم بچے کی تربیت گزشتہ خطوط پر ہوتی ہے تو عمر کے اس مرحلے میں وہ اسلام کا سچا، باعزیمت اور پرجوش داعی ہوگا، ایسے نوجوانوں کے سامنے نبی کریم ﷺ، آپ کے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم، مجددین امت، محدثین اور ماضی قریب وحال کے ایسے مصلحین کو جو خطوط نبوت پر دعوت کا کام کرتے رہے ہیں بحیثیت داعی پیش کیا جائے۔ انہیں یہ بھی بتایا جائے کہ دعوت کا فریضہ انجام دینے والے سب سے افضل، اشرف اور دنیا وآخرت میں سب سے کامیاب تر ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ﴾ [1]

”تم ایک نیک جماعت ہو جو لوگوں کے لیے پیدا کیے گئے ہو، نیک کاموں کا حکم کرتے ہو اور برے کاموں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔“

نیز ارشاد ہے:

﴿ وَ مَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَاۤ اِلَى اللّٰهِ وَ عَمِلَ صَالِحًا وَّ قَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ○ ﴾ [2]

”جو شخص اللہ کی طرف بلائے اور خود بھی نیک کام کرے اور کہے کہ میں مسلمانوں کی جماعت کا ایک فرد ہوں اس کی بات سے اچھی بات کس کی ہوگی؟“

---

[1] ٣/آل عمران: ١١٠۔ [2] ٤١/حٰمٓ السجدة: ٣٣۔

Marfat.com

دعوت کا فریضہ انجام دینے کے لیے نوجوانوں میں چند اہم صفات کا پایا جانا اشد ضروری ہے:

① جس مسئلہ کی دعوت دیں اس کا قابل اطمینان علم ہو۔

② قول اور فعل میں یکسانیت ہو۔

﴿ اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَ تَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَ اَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ○ ﴾ [1]

''کیا لوگوں کو بھلی باتیں بتلاتے ہو اور اپنے آپ کو باوجود کتاب پڑھنے کے بھول جاتے ہو، کیا تم ہوش نہیں کرتے۔''

③ دعوت میں تدریج کا پرحکمت راستہ اختیار کریں۔

④ حسن اخلاق اور لطف ومروت کا نمونہ ہوں۔

﴿ اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَ جَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ﴾ [2]

''اپنے رب کی راہ کی طرف دانائی اور عمدہ عمدہ نصائح سے لوگوں کو بلایئے اور نہایت ہی عمدہ طریق سے ان کے ساتھ مباحثہ کیا کیجیے۔''

⑤ مخالفین کی ایذاءرسانی پر صبر اختیار کریں۔

﴿ یٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَ اْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ انْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ اصْبِرْ عَلٰی مَاۤ اَصَابَكَ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ○ ﴾ [3]

''اے میرے بیٹے! تم نماز ہمیشہ پڑھا کرنا اور نیک کام بتلاتے رہنا اور بری باتوں سے منع کرتے رہنا اور جو کچھ تجھے تکلیف پہنچے اس پر صبر کرنا، یہ بے شک ہمت کے کام ہیں۔''

---

[1] ۲/البقرة: ٤٤۔ [2] ١٦/النحل: ١٢٥۔ [3] ٣١/لقمان: ١٧۔

Marfat.com

شر سے ڈرانا

تربیتی وسائل میں ایک اہم ذریعہ یہ بھی ہے کہ مربی اپنی اولاد کو ہمیشہ شر و باطل نیز ان کے انجام سے ڈراتا رہے، ایسا کرتے رہنے سے ان کے دل میں باطل سے نفرت جاگزیں ہو جائے گی۔ قرآن وسنت میں یہ تربیتی ذریعہ بڑی کثرت سے اختیار کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا ۝ ﴾ [1]

''اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو معبود مت بناؤ ورنہ تم ذلیل وخوار ہو کر بیٹھو گے۔''

﴿ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ۝ ﴾ [2]

''نہ تو اپنے ہاتھوں کو گردن سے باندھ رکھا کرو (کہ کسی کو پھوٹی کوڑی بھی نہ دو) اور نہ بالکل کھلا چھوڑ دیا کرو، ورنہ تم شرمندہ اور عاجز ہو کر بیٹھ رہو گے۔''

﴿ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ۝ ﴾ [3]

''زنا کے نزدیک بھی نہ جایا کرو کیونکہ یہ بے حیائی ہے اور بہت برا طریق ہے۔''

﴿ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا ۝ ﴾ [4]

''اور زمین پر متکبرانہ وضع سے نہ چلا کرو کہ تم نہ زمین کو پھاڑ سکو گے اور طول میں پہاڑ کے برابر نہ ہو سکو گے۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جھوٹ سے پرہیز کرو اس لیے کہ یہ ایمان کو ختم کرنے والی چیز ہے۔'' [5]

---

[1] ۱۷/الاسراء: ۲۲۔ [2] ۱۷/الاسراء: ۲۹۔ [3] ۱۷/الاسراء: ۳۲۔

[4] ۱۷/الاسراء: ۳۷۔ [5] مسند احمد: ۱/ ۵، عن ابی بکر رضی اللہ عنہ۔

Marfat.com

آپ ﷺ فرماتے ہیں: ''ظن سے بچو اس لیے کہ یہ سب سے جھوٹی بات ہے، کسی کی ٹوہ میں نہ لگو، کسی کے پوشیدہ احوال کے پیچھے نہ پڑو، مقابلہ برتری نہ کرو، باہم حسد نہ کرو، آپس میں بغض نہ رکھو، ایک دوسرے سے اختلاف نہ کرو، بلکہ اللہ کے بندے اور بھائی بھائی بن کر رہو، تم میں کوئی اپنے مسلمان بھائی کے پیغام نکاح پر پیغام نہ دے تا آں کہ وہ نکاح کر لے یا چھوڑ دے۔'' (1)

آپ کا ارشاد ہے: ''زیادہ ہنسنے سے پرہیز کرو اس لیے کہ یہ دل کو مردہ کر دیتا ہے اور اہل جنت کے نور کو ختم کر دیتا ہے۔'' (2)

آپ ﷺ فرماتے ہیں: ''عجمیوں کی زیب و آرائش سے پرہیز کرو۔'' (3)

آپ ﷺ فرماتے ہیں: ''برے دوست سے بچو اس لیے کہ تم اسی کے ذریعے سے پہچانے جاؤ گے۔'' (4)

آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ''لالچ سے بچو کیونکہ تم سے پہلے کے لوگ اس کے سبب ہلاک ہوئے، اس صفت نے انہیں بخل پر آمادہ کیا تو انہوں نے بخل کیا، اس نے انہیں قطع رحمی پر ابھارا تو انہوں نے قطع تعلق کیا، انہیں گناہوں کی ترغیب دی تو انہوں نے گناہ کیے۔'' (5)

ان کے علاوہ بے شمار آیات و احادیث ہیں جن میں تربیت کا یہ وسیلہ اختیار کیا گیا ہے۔

---

(1) صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب قول اللّٰہ تعالیٰ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ﴾، حدیث: ٦٠٩٤؛ صحیح مسلم: ٢٦٠٧۔ (2) سنن ابن ماجه، کتاب الزهد، باب الحزن والبکاء، حدیث: ٤١٩٣۔ (3) صحیح ابن حبان: ٥٤٣٧۔ (4) محدث البانی رحمہ اللہ نے اسے موضوع قرار دیا ہے، السلسلة الضعيفة: ٢/ ٢٤٢، حدیث: ٨٤٧۔ (5) سنن ابی داود، کتاب الزکاة، باب فی الشح، حدیث: ١٦٩٨؛ مسند احمد: ٢/ ١٥٩، ١٩١، ١٩٥۔

Marfat.com

دل کی آواز اخلاق کا فطری سرچشمہ ہے

انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ نے فطرتاً ایک جذبہ رکھا ہے جس سے وہ برائی اور بھلائی، نیکی اور بدی میں پہلے قدم پر تمیز کر لیتا ہے۔ بے رحمی، ظلم، چوری، ڈاکہ زنی، جوابازی، سود خوری، غرض ہر طرح کی برائی پر انسان جب آمادہ ہوتا ہے تو اس کے دل سے ان چیزوں کے غلط ہونے کی آواز اٹھتی ہے۔ برائی سے بچنے کے لیے یہ طاقت اللہ تعالیٰ پیدائش کے ساتھ ہر انسان کو عطا کرتا ہے، اسی طاقت کو قرآن پاک میں نفس لوامہ کہا گیا ہے، ارشاد ہے:

﴿ وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ۝ ﴾ [1]

''اور قسم کھاتا ہوں گناہ پر ملامت کرنے والے نفس کی۔''

نیز فرمایا:

﴿ بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ ۝ وَّلَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ ۝ ﴾ [2]

''بلکہ انسان اپنے حال سے پوری طرح واقف ہے چاہے کتنی ہی حجتیں کرے۔''

رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: ''اپنے نفس اور اپنے دل سے معلوم کرو، نیکی وہ ہے جس پر تمہارا دل اور نفس مطمئن ہو اور برائی وہ ہے جو تمہارے دل اور نفس میں کھٹک پیدا کر دے خواہ لوگ اسے تمہارے لیے جائز ہی کیوں نہ بتلائیں۔'' [3]

نواس بن سمعان انصاری رضی اللہ عنہ سے آپ ﷺ نے فرمایا: ''حسن اخلاق کا نام نیکی ہے اور جو بات تمہارے دل میں کھٹکے اور دوسروں کو اس کا معلوم ہونا تمہیں ناپسند ہو تو سمجھ لو کہ یہ برائی ہے۔'' [4]

انسان کی عائلی، سماجی اور اجتماعی زندگی کے ہر پہلو سے متعلق اسلام نے جو اخلاقی

---

[1] ۷۵/القیامۃ: ۲۔ [2] ۷۵/القیامۃ: ۱۳۔ [3] مسند احمد: ٤/ ٢٢٨۔

[4] صحیح مسلم، کتاب البروالصلة، باب تفسیر البروالإثم، حدیث: ۲۵۵۲، عن النواس؛ سنن الترمذی: ۲۳۸۹، عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ۔

Marfat.com

تعلیمات دی ہیں ان سے انسان کے اس پیدائشی جذبے کو جلا ملتی ہے اور انسان اخلاقی طور پر کامل مومن بن جاتا ہے جو بنی نوع انسان کے لیے صحت مند زندگی اور اس کی حقیقی مسرت و فلاح کی زندہ علامت ہے۔

انسان جب پے در پے گناہ کرتا ہے اور برائیوں کا خوگر ہو جاتا ہے تو اس کا یہ فطری جذبہ کمزور پڑ جاتا ہے، گناہ کی سیاہیاں اس پر غلبہ پا جاتی ہیں، یہ سیاہیاں اسلامی اخلاق اور توبہ اور استغفار ہی سے دور ہو سکتی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: ''بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں سیاہ نقطہ پڑ جاتا ہے، لیکن جب وہ گناہ سے دور ہو کر توبہ و استغفار کرتا ہے تو اس کا دل روشن ہو جاتا ہے، لیکن اگر پھر گناہ کرنے لگتا ہے تو سیاہی میں اضافہ ہوتا جاتا ہے اور پورے دل کو گھیر لیتا ہے، اس کے بعد اس آیت کی تلاوت فرمائی:

﴿ كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ○ ﴾ [1]

''نہیں بلکہ ان کے دلوں پر ان کے کیے ہوئے کاموں نے زنگ لگا دیا ہے۔''

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ''اصل منزل تک پہنچانے کے لیے ایک سیدھا راستہ ہے، اس کے دونوں طرف دو دیواریں ہیں جن میں دروازے اور دروازوں پر پردے ہیں، راستے کے سرے پر ایک منادی آواز دیتا ہے کہ سیدھے راستے پر چلو، جب کوئی شخص دائیں بائیں کے کسی دروازے میں داخل ہونا چاہتا ہے تو اوپر سے ندا آتی ہے کہ پردہ نہ ہٹاؤ ورنہ اندر داخل ہو جاؤ گے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ راستہ اسلام ہے، اور دروازے منکرات ہیں، اوپر پردے اللہ کی حدود ہیں، اور راستے کے سرے پر ندا کرنے والا قرآن ہے، اور اوپر سے ندا کرنے والا اللہ کا وہ ناصح ہے جو ہر مومن کے دل میں ہے۔''

اللہ کے اس ناصح اور دل کی اس آواز کی حفاظت کرنا جوانان ملت اسلام کے لیے ضروری ہے۔ غلط نظریات و منکرات کے دروازوں میں داخل ہونے سے بچنے کے لیے نیکیاں اور بھلائیاں کر کے دل کو مجلی رکھیے تا کہ اس کی صدائے حق آپ کو صاف سنائی دے۔

---

[1] ۸۳/المطففین: ۱۴۔

Marfat.com

اللہ کے لیے محبت، اللہ کے لیے عداوت

کسی سے محبت اور کسی چیز سے نفرت کرنا انسان کی فطرت میں داخل ہے، بلکہ ہر نوع کے انسانی اعمال کے محرک یہی دونوں جذبات ہوتے ہیں، البتہ یہ ضرور ہوتا ہے کہ افراد انسانی کے شخصی رجحانات وافتادطبع کے اختلاف کے سبب سے پسند اور ناپسند میں اختلاف ہوتا ہے، کسی کو ایک چیز پسند ہوتی ہے تو دوسرے کو وہ ناپسند ہوتی ہے۔ انسانی اغراض، نظریات اور تحریکات میں تضاد اور تصادم کی یہی بنیاد ہے۔ اسلام نے اس تباہ کن تضاد سے بچنے کی خاطر ان دونوں فطری جذبات کے لیے ایک ایسی بنیاد اور ایک ایسا مرکز فراہم کیا ہے جس سے یہ سارے تضاد ختم ہو جائیں، یعنی یہ کہ انسان اپنی پسند و ناپسندیدگی اور محبت ونفرت کی بنیاد اللہ کی ذات کو بنائے، کسی سے محبت اللہ کے لیے کرے اور کسی سے عداوت ونفرت بھی اللہ ہی کے لیے کرے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ''سب سے مضبوط ایمان یہ ہے کہ آپس کا میل جول اور محبت اللہ کے لیے ہو اور ناراضی بھی اللہ کے لیے ہو۔'' [1]

آپ ﷺ نے صحابہ سے دریافت فرمایا کہ ''اللہ کو کونسی بھلائی زیادہ پسند ہے؟'' تو کسی نے نماز، کسی نے زکوٰۃ اور کسی نے جہاد بتایا۔ آپ نے فرمایا: ''سب سے زیادہ یہ نیکی پسند ہے کہ کسی سے محبت صرف اللہ کے لیے ہو اور کسی سے نفرت بھی صرف اللہ کے لیے ہو۔'' [2]

اس سے معلوم ہوا کہ کسی شخص کے اندر نیکیاں کرنے کی خو ہے تو اس سے محبت شخصی نہیں بلکہ ان نیکیوں کے سبب سے ہے جو دنیا میں اللہ کا مطلوب ہیں، یا اگر کسی میں عصیان شعاری پائی جاتی ہے تو اس سے عداوت ونفرت شخصی نہیں بلکہ ان گناہوں اور جرائم کے سبب سے ہے کہ دنیا میں جن سے بچنے کی اللہ نے تاکید کی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

---

[1] سنن ابی داود، کتاب السنة، باب الدلیل علی زیادہ الإیمان، حدیث: ٤٦٨١۔ [2] مسند احمد: ٥/ ١٤٦، عن ابی ذر رضی اللہ عنہ۔

Marfat.com

﴿حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَ زَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَ كَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَ الْفُسُوْقَ وَ الْعِصْيَانَ﴾ [1]

''(اللہ نے) تمہیں ایمان کی محبت دی ہوئی ہے اور تمہارے دلوں میں اس کو مزین کو دکھایا ہے، اور کفر، فسق اور نافرمانی سے تم کو نفرت دلائی ہے۔''

اس سے معلوم ہوا کہ محبت کا اصل سبب ایمان ہے، اسی طرح نفرت کی اصل وجہ کفر و بے دینی ہے۔ ایک کافر کفر سے تائب ہو کر صاحب ایمان ہو جائے تو اللہ کے لیے اس سے محبت لازم ہے، جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿فَاِنْ تَابُوْا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ﴾ [2]

''اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں۔''

اسلام میں رنگ و نسل اور ذات پات کی بنیاد پر کسی سے نفرت نہیں، کسی حبشی اور شودر سے اس کے رنگ و نسل کی بنیاد پر نفرت و عداوت نہیں ہو سکتی، یہ اگر اسلام کے دائرے میں آجاتے ہیں تو ان سے وہی محبت کی جائے گی جو کسی کلمہ گو سے ہوتی ہے، کیا بلال حبشی، سلمان فارسی اور ابو جہل قریشی اور ابولہب ہاشمی کی مثال ہمارے سامنے نہیں ہے؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک بار ایک جنگ میں ایک کافر کو دے پٹکا اور سینے پر سوار ہو گئے، کافر نے غصے میں آکر ان کے منہ پر تھوک دیا، وہ فوراً اسے چھوڑ کر الگ کھڑے ہو گئے، اس کی وجہ پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ اب تک میں اللہ کے لیے لڑ رہا تھا لیکن اب اپنے نفس کے لیے انتقام لینا ہوگا اور یہ جائز نہیں۔

اسی لیے انسانی اعمال کی بہتری اسی بات پر موقوف ہے کہ وہ اللہ کی رضامندی کے لیے انجام دیئے گئے ہوں، اگر ان میں آدمی کی ذاتی غرض شامل ہے، جو بجائے خود فاسد بھی ہے، تو وہ کام اچھے نہیں کہلائے جا سکتے گو وہ بظاہر نیک ہی کیوں نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَ اَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّ خَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَ قَلْبِهٖ وَ جَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ؕ فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝﴾ [3]

---

[1] ۴۹/الحجرات: ۷۔ [2] ۹/التوبۃ: ۱۱۔ [3] ۴۵/الجاثیہ: ۲۳۔

Marfat.com

''کیا تم نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی نفسانی خواہش کو اپنا معبود بنا رکھا ہے اور باوجود علم کے بھی اللہ نے اس کو گمراہ کر دیا ہے اور اس کے کانوں اور دل پر غفلت کی مہر کر دی ہے اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے، پھر کون ہے جو اللہ کے بعد اس کو ہدایت کر سکے، کیا تم سمجھتے نہیں؟''

یہ ہویٰ جسے رب بنانے کا ذکر ہے وہی فاسد ذاتی غرض ہے جس میں اللہ کی رضا مندی کے حصول کا کوئی دخل نہیں ہے۔

خواہشات کی پیروی ہر طرح کی برائیوں اور گمراہیوں کی جڑ ہے، حتی کہ صداقت و راستی کو جو تمام نیکیوں کی جڑ ہے یہ ختم کر دیتی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ﴾ [1]

''خواہش نفس کی پیروی مت کرو ورنہ تجھے اللہ کے راستے سے بھٹکا دے گی۔''

نیز ارشاد فرمایا:

﴿ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا ﴾ [2]

''انصاف کرنے میں خواہش نفس کی پیروی نہ کرو۔''

نیز ارشاد فرمایا ہے:

﴿ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۙ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ۝ ﴾ [3]

''اور جو کوئی اللہ کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا ہوگا اور نفس کو ناجائز خواہشوں سے روکا ہوگا بس اس کا ٹھکانا جنت میں ہوگا۔''

جوانوں کو کارزارِ حیات میں اپنے جملہ اعمال کے لیے ذات باری تعالیٰ سے لگاؤ، اس کے لیے محبت، اس کے لیے عداوت کا مرکزی اصول اپنانا چاہیے، اسی مرکز سے وابستگی ان کو غلط راہوں پر گامزن ہونے سے بچا سکتی ہے اور خواہشات کی پیروی جیسی مہلک بیماری سے نجات دے سکتی ہے۔

---

[1] ۳۸/ص:۲۶۔ [2] ٤/النساء: ۱۳۵۔ [3] النازعات: ۴۰، ۴۱۔

Marfat.com

میانہ روی

روئے زمین پر ایسی زندگی گزارنے کے لیے کہ اس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو اور انسان انفرادی، عائلی، معاشرتی اور اجتماعی پیمانے سے پرامن اور خوشحال ہو، اسلام کے اصول و ضوابط سب سے بہتر ہیں۔ یہ ہر نوع کے افراط وتفریط سے پاک اور اعتدال کے فطری اصول پر مبنی ہیں، نوع انسانی کے جس بے نظیر گروہ نے خاتم النّبیین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی رسالت وہدایت کے زیر سایہ اپنی زندگی ان اصولوں کے مطابق گزاری اسے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اعتدال پسند اور میانہ رو امت کے لقب سے پکارا ہے، ارشاد ہے: ﴿وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَ يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا﴾ [1]
''اور اسی طرح ہم نے تم کو میانہ رو امت بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ رہو اور رسول تم پر گواہ رہے۔''

معلوم تاریخ نوع انسانی شاہد ہے کہ ہر پہلو سے اس سے بہتر، پرامن اور خوشحال معاشرہ روئے زمین پر کبھی قائم نہیں ہوا۔ اس لیے جوانوں کو اپنے بے مثال اسلام کی روش اپنانی چاہیے جو اسلام کی واقعی عملی شکل ہے، اسی راہ پر چل کر وہ اپنی اور ساری نوع انسانی کی زندگی کو حقیقی امن اور خوشحالی سے بھر سکتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کی عبادت کا حال معلوم کرنے کے لیے تین صحابہ امہات المومنین کی خدمت میں آئے، تفصیل جاننے کے بعد انہیں اپنی عبادت کم معلوم ہوئی، چنانچہ ایک نے کہا: میں ہمیشہ رات عبادت میں بسر کروں گا، دوسرے نے کہا: میں مسلسل روزے رکھوں گا، تیسرے نے کہا: میں نکاح نہیں کروں گا، آپ کو معلوم ہوا تو فرمایا: ''میں تم لوگوں سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں، لیکن میں روزہ رکھتا ہوں اور نہیں بھی رکھتا، رات کو نماز پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور نکاح بھی کرتا ہوں۔ لہٰذا جس نے میری سنت سے اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں۔'' [2]

---

[1] ۲/البقرۃ:۱۴۳۔ [2] صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح، حدیث: ۵۰۶۳، نیز دیکھیے، صحیح مسلم: ۱۴۰۱، عن انس رضی اللہ عنہ۔

Marfat.com

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کی اٹھائی ہوئی باتوں میں جادۂ اعتدال پر قائم رہنے کو اپنی سنت قرار دیا ہے اور اس میں غلو کرنے کو سنت سے اعراض سے تعبیر فرمایا۔

اخلاق اور برتاؤ میں میانہ روی کو اللہ تعالیٰ نے لقمان کی زبان میں اس طرح بیان فرمایا:

﴿وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ﴿١٨﴾ وَاقْصِدْ فِي مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ۚ إِنَّ أَنْكَرَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيرِ ۝﴾ [1]

''اور تو مارے تکبر کے لوگوں سے منہ نہ پھیر اور زمین پر اتراتا ہوا نہ چلا کر، اللہ تکبر اور فخر کرنے والوں سے ہرگز محبت نہیں کرتا، اور اپنی روش میں میانہ روی اختیار کرو اور اپنی آواز کو پست کرو کہ سب آوازوں سے بری آواز گدھے کی ہے۔''

رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب کا اخلاق و برتاؤ اور رفتار و گفتار اس میانہ روی کا بے مثال عملی نمونہ تھا، انسانوں میں ان کی اقبال مندی کے یہی سب اسباب تھے۔

مال و دولت کے خرچ کرنے سے متعلق انسانوں میں دو انتہائیں معروف ہیں، ایک فضول خرچی، دوسری بخیلی۔ فضول خرچی سے انسان نتیجۃً دوسروں کا دست نگر بن جاتا ہے اور بخیلی سے کتنے حقداروں کے حقوق ادا نہیں ہوتے، اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی صفت بیان فرمائی ہے کہ:

﴿وَالَّذِينَ إِذَا أَنْفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَٰلِكَ قَوَامًا ۝﴾ [2]

''اور وہ لوگ ہیں کہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی میں اڑاتے ہیں اور نہ بخیلی کرتے ہیں بلکہ ان کی روش اس کے درمیان ہوتی ہے۔''

مسلمانوں کے پاس اگر اللہ کی نعمت دولت ہے تو نامناسب چیزوں میں اسے صرف کرنے سے باز رہنا چاہیے اور جائز مقامات میں وسعت بھر خرچ کرنا چاہیے اور بخل سے پرہیز کرنا چاہیے۔

---

[1] ۳۱/لقمان: ۱۸، ۱۹۔ [2] ۲۵/الفرقان: ۶۷۔

Marfat.com

ریاونمود

انسان جب اپنی بڑائی اور بہتری جتانے کے لیے اپنی خوبیوں اور اچھائیوں کا اظہار کرتا ہے تو اسے ریاونمود کہا جاتا ہے، یہ عادت اسلام کی نظر میں تو معیوب ہے ہی، عام انسان بھی انشراح قلب کے ساتھ اسے اچھا نہیں جانتے۔ انسان کی جملہ خوبیاں خواہ ان میں انسانی کسب کا بھی دخل کیوں نہ ہو حقیقتاً اللہ تعالیٰ کی دین ہیں۔ اس وجہ سے کوئی انسان جب اپنی بڑائی کے اظہار کے لیے کوئی کام کرتا ہے تو خواہ وہ کام فی الواقع کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو انسانوں کی نظر میں پھسپھسا اور بے مقصد بن جاتا ہے، انسان کی کسی خوبی اور اچھائی وعظمت کا راز اسی میں ہے کہ وہ اسے اللہ کا انعام واعزاز سمجھے اور اس پر غرور ونمود ونمائش تک نہ پہنچ جائے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَلَا تَفْرَحُوا بِمَآ اٰتٰىكُمْ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِۨ﴾ [1]

''اور جو کچھ اللہ نے تم کو دیا ہے اس پر اتراؤ نہیں، اور اللہ متکبروں شیخی بازوں سے محبت نہیں کرتا۔''

رسول اللہ ﷺ نے غرور اور ریاونمود کی عادت سے محفوظ رکھنے کے لیے منہ پر کسی کی تعریف یا مطلق مبالغہ آمیز تعریف سے منع فرمایا ہے، ایک بار ایک شخص نے اسی نوعیت کی تعریف ایک آدمی کے متعلق کی تو آپ نے فرمایا: ''تم نے اسے ہلاک کردیا، تعریف ہی کرنی ہے تو یوں کہو کہ میں اس کو ایسا سمجھتا ہوں۔'' [2]

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ''قیامت میں ایسے شخص کے متعلق سب سے پہلے فیصلہ کیا جائے گا جو راہ خدا میں شہید ہوا ہوگا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں نے تجھے زور آوری بخشی تم نے اس سے کیا کام انجام دیا؟ وہ کہے گا میں تیری راہ میں لڑ کر شہید ہوگیا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا:

---

[1] ۵۷/الحدید: ۲۳۔ [2] صحیح البخاری، کتاب الشھادات، باب إذا زکی رجل رجلا کفاہ، حدیث: ۲۶۶۲؛ صحیح مسلم......: ۳۰۰۰، ۳۰۰۱۔

Marfat.com

تو غلط کہتا ہے تو نے اس لیے لڑائی کی کہ لوگ تجھے شجاع کہیں، پھر حکم ہوگا اور اسے منہ کے بل جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ پھر ایک عالم شخص سے یہی سوال ہوگا، وہ جواب دے گا: میں نے لوگوں کو علم دین سکھایا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تم جھوٹ کہتے ہو، تم نے عالم کہلانے کے لیے یہ سب کچھ کیا، اس طرح اسے بھی منہ کے بل جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ پھر ایک صاحب دولت لایا جائے گا اس سے بھی یہی سوال ہوگا، وہ کہے گا: میں نے تیری راہ میں اپنی دولت خرچ کی، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تم جھوٹ بولتے ہو، تم نے ایسا اس لیے کیا کہ لوگ تمہیں سخی کہیں، پھر اسے بھی منہ کے بل جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ [1]

اس حدیث سے واضح ہے کہ کام بظاہر کتنا ہی عظیم الشان ہو لیکن جب ریا کا گھن اس میں لگا ہوا ہے تو اس کام کی کوئی وقعت نہیں ہے، اللہ تعالیٰ اس برے جذبے سے محفوظ رکھنے کے لیے ہدایت فرماتا ہے:

﴿ فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ۝ ﴾ [2]

''تم اپنے آپ کو پاک نہ سمجھا کرو، اللہ متقی لوگوں کو خوب جانتا ہے۔''

نیز حدیث پاک میں رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: ''اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر آدمی کو نیت ہی کے مطابق پھل ملے گا۔'' [3]

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے ریا و نمود کو نفاق سے تشبیہ دیا ہے، ارشاد ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَ الْاَذٰى ۙ كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ﴾ [4]

''اے مسلمانو! اپنی خیرات احسان جتلانے اور تکلیف پہنچانے سے ضائع مت کیا کرو، اس شخص کی طرح جو لوگوں کو دکھانے کے لیے خرچ کرتا ہے اور اللہ اور قیامت کے دن پر یقین نہیں رکھتا ہے۔''

---

[1] صحيح مسلم، كتاب الأمارة، باب من قاتل للربا، والسمعة استحق النار، حديث: ١٩٠٥۔ [2] ٥٣/النجم: ٣٢۔ [3] صحيح البخارى، كتاب بدء الوحى، حديث: ١، ٥٤، ٢٥٢٩، ٣٨٩٨؛ صحيح مسلم: ١٩٠٧، عن عمر بن الخطاب۔ [4] ٢/البقرة: ٢٦٤۔

Marfat.com

احسان جتلانا ریا ونمود کے جذبے کے تحت ہوتا ہے اس لیے ایسا صدقہ کرنے والا مسلمان منافق کی طرح ہے جس کا اللہ اور روز قیامت پر ایمان تو ہے نہیں، اس لیے وہ جو کچھ خرچ کرتا ہے محض ریا ونمود کے لیے کرتا ہے جس سے اس کا مقصد دنیاوی منفعت کا حصول ہوتا ہے۔

ایک حدیث پاک میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''کیا میں تمہیں دجال سے بھی زیادہ خطرناک چیز بتاؤں؟'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ضرور یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: ''شرک خفی، یعنی یہ کہ آدمی اس خیال سے کہ دوسرا اسے دیکھ رہا ہے نماز کو بڑی آرائش کے ساتھ ادا کرے۔'' [1]

ایک حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے دکھلاوے کے لیے نماز پڑھی اس نے شرک کیا، جس نے دکھلاوے کے لیے روزہ رکھا اس نے شرک کیا، اور جس نے دکھلاوے کے لیے صدقہ کیا اس نے شرک کیا۔''

ان حدیثوں سے صاف واضح ہے کہ ریا ونمود سے اللہ کا حق فراموش ہوتا ہے اور انسان اپنے نفس کا تابع بن جاتا ہے اور یہی شرک ہے۔

ملت کے نوجوانوں کو اپنے جملہ اعمال میں یہ بات پیش نظر رکھنی چاہیے کہ ان سے اللہ راضی ہو اور دنیا میں اس کا کلمہ بلند ہو، بلندی انہی کو حاصل ہوتی ہے جو اللہ سے وابستہ رہتے ہیں، انہیں ریا ونمود کی حاجت ہی نہیں پڑتی، وہ اللہ کے انعام واکرام کو اس کے شکر واحسان کے ساتھ بیان کرتے رہتے ہیں جس میں ریا ونمود کی آمیزش نہیں ہوتی۔

---

[1] سنن ابن ماجه، کتاب الزهد، باب الرياء والسمعة، حديث: ٤٢٠٤، عن ابی سعيد؛ صحيح الجامع الصغير: ١/ ٥٠٩، حديث: ٢٦٠٧۔

Marfat.com

باہمی روابط کے اصول

اسلام نے معاشرے کے افراد کو باہم مل جل کر رہنے، تعلقات خوشگوار رکھنے، بھائی چارگی کا برتاؤ کرنے اور ایک دوسرے کی جان، مال اور آبرو کی حفاظت واحترام کی محکم تعلیمات دی ہیں اور ایسے تمام ذرائع سے روکا ہے جن سے یہ باہمی حقوق متاثر ہوتے ہوں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝﴾ [1]

''مومن ایک دوسرے کے بھائی ہیں اس لیے اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کراؤ اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔''

آپ ﷺ فرماتے ہیں: ''کسی مسلمان کے لیے اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ ترک تعلق جائز نہیں ہے۔'' [2]

آپ فرماتے ہیں: ''آپس میں حسد نہ کرو، نہ ایک دوسرے سے منہ موڑو، نہ باہم بغض رکھو، اے اللہ کے بندو! آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو۔'' [3]

آیت پاک اور ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو معاشرے میں ہمیشہ باہمی تعلقات خوشگوار رکھنے چاہئیں اور بھائی چارے کا برتاؤ کرنا چاہیے، اگر کبھی آپس میں کوئی اختلاف ہو جائے تو معاشرے کے ذمہ دار افراد کا فرض ہے کہ ان میں صلح کرادیں، یہ صلح اللہ کے خوف کی بنیاد پر ہو۔

ان تعلقات کو خوشگوار رکھنے کے لیے اسلام نے یہ اصول بھی سکھائے ہیں کہ کسی کی عیب

---

[1] ٤٩/الحجرات: ١٠۔ [2] صحیح البخاری، کتاب الاستئذان، باب السلام للمعرفة و غیر المعرفة، حدیث: ٦٢٣٧، ٦٠٧٧؛ صحیح مسلم: ٢٥٦٠، ٢٥٦١۔
[3] صحیح البخاری، کتاب الادب، باب ما ینھی عن التحاسد والتدابر، حدیث: ٦٠٦٥؛ صحیح مسلم: ٢٥٥٩، عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔

Marfat.com

جوئی نہ کی جائے، کسی کا مذاق نہ اڑایا جائے، کسی کو برے نام سے یاد نہ کیا جائے، بدگمانیوں سے پرہیز کیا جائے، کسی کی ٹوہ میں نہ لگا جائے اور نہ کسی کی غیبت کی جائے، یہ ساری باتیں مسلم معاشرے کے افراد کے باہمی تعلقات کے حق میں زہر ہیں، ان کی موجودگی میں معاشرہ کبھی صحت مند نہیں ہوسکتا، اسی لیے انہیں گناہ کبیرہ میں شمار کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ .... وَ لَا تَلْمِزُوٓا اَنْفُسَكُمْ وَ لَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ .... اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ .... لَا تَجَسَّسُوْا وَ لَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا﴾ 1

”کوئی بھی دوسروں کا مذاق نہ اڑائے .... نہ آپس میں ایک دوسرے کی طعن تشنیع کرو اور نہ برے ناموں سے پکارو .... ظن سے بچو .... اور کسی کی ٹوہ میں نہ پڑو اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے۔“

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی پنڈلیاں، جو بہت پتلی تھیں، دیکھ کر کچھ لوگ ہنسنے لگے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے یہ میزان میں احد پہاڑ سے زیادہ وزنی ہوں گی۔“ 2

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کی عیب گیری نہیں کرتے اور نہ کسی کی ٹوہ میں لگتے تھے۔“

آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ”تم لوگ بدگمانی سے بچو کہ یہ سب سے بڑا جھوٹ ہے اور ایک دوسرے کی ٹوہ میں نہ لگو اور نہ بے جا طور پر ایک دوسرے پر تفوق کی کوشش کرو۔“ 3

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف میں تھے، رات کو ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کو آئیں، انہیں گھر پہنچانے کے لیے نکلے، راستے میں دو اصحاب سے ملاقات ہوئی تو آپ نے فرمایا: ”یہ میری فلاں اہلیہ ہیں، انہوں نے کہا: اللہ کے رسول اس بات کے

---

1 ٤٩/الحجرات: ١١، ١٢۔ 2 مسند احمد: ١/ ٤٢٠، ٨/ ٣٢٧، عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ؛ السلسلة الصحيحة: ٦/ ٢٤٩، حديث: ٢٧٥٠۔ 3 صحيح البخاری، كتاب الأدب، باب ما ينهى عن التحاسد والتدابر، حديث: ٦٠٦٤؛ صحيح مسلم: ٢٥٦٣، عن ابی هريرة رضی اللہ عنہ۔

Marfat.com

کہنے کی کیا ضرورت تھی؟ فرمایا: ''شیطان انسان کے خون کے ساتھ دوڑتا ہے۔'' 1

رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کے عیب ٹٹولنے کو منافق کی خصلت بتایا ہے، آپ فرماتے ہیں: ''جس شخص نے کسی کی بات کان لگا کر سنی جسے وہ ناپسند کرتا ہو تو قیامت میں اس کے کانوں میں سیسہ پگھلا کر ڈالا جائے گا۔'' 2

آپ ﷺ فرماتے ہیں: ''جس نے کسی کی عیب پوشی کی اس نے زندہ درگور بچی کو زندہ کر دیا۔'' 3

آپ ﷺ فرماتے ہیں: ''امیر جب لوگوں میں شبہے کی باتوں کی ٹوہ میں رہتا ہے تو انہیں فساد کی نذر کر دیتا ہے۔'' 4

ایک بار آپ ﷺ نے صحابہ سے کہا: ''تم جانتے ہو غیبت کیا ہے؟'' صحابہ نے کہا: اللہ اور رسول زیادہ جانتے ہیں، آپ نے فرمایا: ''تمہارا اپنے بھائی کا اس طرح ذکر کرنا کہ جسے وہ ناپسند کرے''۔ لوگوں نے کہا: اگر وہ بات اس بھائی میں پائی جاتی ہو؟ آپ نے فرمایا: ''اگر وہ بات پائی جاتی ہو تو تم نے غیبت کی ہے، اور اگر نہیں ہے تو تم نے بہتان باندھا ہے۔'' 5

پیٹھ پیچھے کسی کا عیب بیان کرنا شریعت کے نزدیک گناہ کبیرہ ہے قرآن نے اس کا ذکر یوں کیا ہے:

﴿ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ﴾ 6

''کیا تم میں سے کوئی اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرے گا تم تو اسے ناپسند ہی کرتے ہو۔''

---

1 صحيح البخاری، كتاب بدء الخلق، باب صفة إبليس و جنوده، حديث: ٣٢٨١، ٢٠٣٥، ٢٠٣٨، ٢٠٣٩؛ صحيح مسلم: ٢١٧٥، عن صفية بنت حيي رضی اللہ عنہا۔
2 صحيح البخاری، كتاب التعبير، باب من كذب فی حلمه، حديث: ٧٠٤٢، عن ابن عباس رضی اللہ عنہ۔ 3 مسند احمد: ٤/ ١٥٣، عن عقبة بن عامر رضی اللہ عنہ۔ محدث البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف کہا ہے، السلسلة الضعيفة: ٣/ ٤٢٣، حديث: ١٢٦٥۔
4 سنن ابی داود، كتاب الأدب، باب فی النهی عن التجسس، حديث: ٤٨٨٩، عن المقدام بن معديكرب عن ابی امامة۔ 5 صحيح مسلم، كتاب البرو الصلة، باب تحريم الغيبة، حديث: ٢٥٨٩، عن ابی هريرة رضی اللہ عنہ۔ 6 ٤٩/الحجرات:١٢۔

Marfat.com

ایک بار آپ ﷺ کی مجلس سے ایک شخص باہر چلا گیا، دوسرے شخص نے اس کے پیچھے اس کی توہین کی بات کی، آپ نے فرمایا: ''خلال کرلو؟'' اس نے کہا: میں نے تو گوشت نہیں کھایا ہے، آپ نے فرمایا: ''تم نے اپنے بھائی کا گوشت کھایا ہے۔'' [1]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم لوگ آپ ﷺ کی خدمت میں تھے کہ ایک بدبودار ہوا چلی، آپ نے فرمایا: ''تم جانتے ہو یہ کیسی بدبو ہے؟ یہ ان لوگوں کی بدبو ہے جو مومنوں کی غیبت کرتے ہیں۔'' [2]

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ ⑩ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍ بِنَمِيمٍ ○﴾ [3]

''ایسے شخص کی بات مت مانو جو قسمیں کھانے والا، بے وزن ہے، بہت طعنہ باز اور چغل خور ہے۔''

آپ ﷺ فرماتے ہیں: ''جنت میں چغل خور داخل نہیں ہوگا۔'' [4]

مسلم جوانوں کو باہمی معاشرت اور اجتماعی زندگی میں مثبت اصول اخوت کو اپناتے ہوئے ان منفی اور انتہائی مضر کاموں سے پرہیز کرنا چاہیے جب ہی وہ ایک صالح اسلامی معاشرہ قائم کرسکتے ہیں اور اسے دوسروں کے لیے نمونہ بنا سکتے ہیں، اس کے ساتھ ساتھ ایک دوسرے کی عزت وآبرو اور ان کی جان ومال کے تقدس واحترام کا خیال رکھنا ازبس ضروری ہے، رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے خطبے میں فرمایا تھا: ''تمہارے مال، تمہاری آبروئیں، اور تمہارے خون تمہارے اوپر ایسے ہی حرام ہیں جیسے تمہارا یہ دن تمہارے اس مہینے اور تمہارے اس شہر میں حرام ہے۔'' [5]

---

[1] المعجم الكبير للطبراني: ١٠/ ١٢٦، حديث: ١٠٠٩٢؛ صحيح الترغيب والترهيب: ٣/ ٧٨، حديث: ٢٨٣٧۔ [2] مسند احمد: ٣/ ٣٥١؛ صحيح الترغيب والترهيب: ٣/ ٥١، حديث: ٢٨٤٠۔ [3] ٦٨/القلم: ١٠، ١٢۔ [4] صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب مايكره من النميمة، حديث: ٦٠٥٦؛ صحيح مسلم: ١٠٥، عن حذيفة۔ [5] صحيح البخاري، كتاب العلم، باب ليبلغ العلم الشاهد الغائب، حديث: ١٠٥، ٦٧، ١٧٤١؛ صحيح مسلم: ١٦٧٩، عن ابى بكرة رضي الله عنه۔

Marfat.com

آپ ﷺ فرماتے ہیں: ''تم جانتے ہو اللہ کے نزدیک سب سے بڑا سود کیا ہے؟'' [1] صحابہ نے کہا: اللہ اور رسول زیادہ جانتے ہیں، فرمایا: ''اللہ کے نزدیک سب سے بڑا سود کسی مسلمان کی عزت و آبرو کو حلال کر لینا ہے، اس کے بعد آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا﴾ [2]

''جو لوگ کہ مومن مردوں اور مومنہ عورتوں کو بغیر کسی جرم کے تکلیف پہنچاتے ہیں انہوں نے بہتان اور کھلا ہوا گناہ اپنے اوپر لاد لیا۔''

اسلام نے انسان کو اتنا مقدس اور محترم قرار دیا ہے اور خاص طور سے اللہ کے دین پر ایمان لانے والوں کو کہ ان پر ظلم وزیادتی کرنا یا ان کی زندگی کو ختم کر دینا گناہ کبیرہ قرار دیا گیا ہے اور بعض روایات میں کفر سے تعبیر کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا﴾ [3]

''جس نے کسی کو قتل کیا بغیر اس کے کہ اس نے کسی کو قتل کیا ہو، یا زمین میں فساد برپا کیا ہو تو گویا کہ اس نے تمام انسانوں کو قتل کر ڈالا۔''

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَ مَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ لَعَنَهٗ وَ اَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا﴾ [4]

''اور جو شخص کسی مومن کو قصداً قتل کرے گا تو اس کا بدلہ جہنم ہے، جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، اور اس پر اللہ کا غضب اور اس کی لعنت ہے اور اس کے لیے زبردست عذاب تیار کر رکھا ہے۔''

---

[1] شعب الایمان: ٥/ ٢٩٨، حدیث: ٦٧١١، محدث البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے، ضعیف الترغیب والترھیب: ٢/٢٥، حدیث: ١٦٧٩، عن عائشۃ رضی اللہ عنہا۔

[2] ٣٣/الاحزاب: ٥٨۔ [3] ٥/المائدۃ: ٣٢۔ [4] ٤/النساء: ٩٣۔

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ''مسلمان کا خون تین صورتوں کے علاوہ حلال نہیں ہے۔(۱) جان کے بدلے جان (۲) شادی شدہ ہونے کے باوجود زنا کرنے والا۔(۳) دین کو چھوڑ کر جماعت سے جدا ہونے والا۔'' [1]

البتہ یہ واضح رہے کہ اس حق کا استعمال صاحب امر حاکم ہی کر سکتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ''جس نے پہاڑ سے خود کو گرا کر خودکشی کر لی وہ ہمیشہ جہنم کی آگ میں گرتا رہے گا، اور جس نے زہر کھا کر خودکشی کر لی وہ جہنم کی آگ میں ہمیشہ زہر پھانکتا رہے گا، اور جس نے لوہے کی کسی چیز سے خودکشی کر لی وہ جہنم میں اسی چیز کے ذریعے ہمیشہ خود کو زخمی کرتا رہے گا۔ [2]

اس روایت سے معلوم ہوا کہ خودکشی بھی قتل ہے، انسان کو اپنی جان کے تقدس کا لحاظ کرتے ہوئے اس سے بچنا چاہیے، نیز یہ زندگی کے مسائل سے فرار ہے، اور اسلام نے شدائد برداشت کرنے کی تعلیم دی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''صالح مال صالح آدمی کے لیے بہت بہتر چیز ہے۔'' [3]

مسلمان جائز طریقہ پر جائز وسائل سے جتنی دولت چاہے اکٹھی کر سکتا ہے اور اس میں اضافہ کر سکتا ہے، دیگر جبری نظاموں کے برخلاف اسلام فرد کی جائز ملکیت کا نہ صرف قائل ہے، بلکہ مختلف قانونی اور اخلاقی ذرائع سے اس کی حفاظت کرنا بھی سکھاتا ہے۔ چوری، ڈاکہ زنی، غصب، رشوت اور مکر وفریب سے دوسروں کا مال حاصل کرنا اسلام کے نزدیک جرم ہے اور اس کے لیے سزائیں تک مقرر ہیں، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَ السَّارِقُ وَ السَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ﴾ [4]

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الدیات، باب قول اللّٰہ تعالیٰ ان النفس بالنفس، حدیث: ٦٨٧٨؛ صحیح مسلم: ١٦٧٦، عن عبداللّٰہ [2] صحیح البخاری، کتاب الطب، باب الشرب السم والدواء بہ...... حدیث: ٥٧٧٨؛ صحیح مسلم: ١٠٩، عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ۔ [3] مسند احمد: ٤/ ١٩٧؛ عن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ۔
[4] ٥/المائدۃ: ٢٨۔

Marfat.com

”اور چور مرد ہو یا عورت دونوں کے ہاتھ کاٹ دو یہ ان کے عمل کا بدلہ اور اللہ کی طرف سے عبرتناک سزا ہے۔“

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَلَا تَأْكُلُوٓا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَآ إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِّنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ ۝﴾ [1]

”آپس میں ایک دوسرے کا مال باطل طریقے سے نہ کھاؤ اور نہ انہیں حکام کے پاس اس غرض سے لے جاؤ کہ دوسروں کے مال کا ایک حصہ جان بوجھ کر غلط طریقہ سے تم کھا سکو۔“

رسول اللہ ﷺ نے رشوت دینے والے، رشوت لینے والے اور رشوت کے لیے واسطہ بننے والے پر لعنت فرمائی ہے۔ [2]

ان آیات اور احادیث سے مسلمانوں کے مال کے مقدس ومحترم ہونے کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے اور یہ کہ انہیں کسی بھی ناجائز طریقے سے کھانا اور حاصل کرنا درست نہیں۔ ایک صالح اسلامی معاشرہ اجتماعی روابط کے لحاظ سے ان حقوق کی ادائیگی اور ان اصولوں کی پابندی سے ثابت وبرقرار رہ سکتا ہے۔

---

[1] ۲/البقرۃ: ۱۸۸۔ [2] مسند احمد: ۵/ ۲۷۹، محدث البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ السلسلة الضعيفة: ۳/ ۳۸۱، حدیث: ۱۲۳۵، نوٹ: رشوت میں واسطہ بننے والے پر لعنت صحیح حدیث سے ثابت نہیں جبکہ رشوت لینے اور دینے والے پر جو لعنت فرمائی وہ صحیح حدیث سے ثابت ہے۔ سنن ابی داود: ۳۵۸۰؛ سنن الترمذی: ۱۳۳۷؛ سنن ابن ماجه: ۲۳۱۳۔

Marfat.com

غیر مسلموں سے روابط کے اصول

غیر مسلم اقوام وافراد کے ساتھ نیکی وبھلائی، حسن معاشرت اور تعاون کا برتاؤ کرنا اسلام کے نزدیک مستحسن ہے، بلکہ اسلام نے اس رواداری کی طرف مسلمانوں کو ابھارا ہے۔ نبی اکرم ﷺ اور آپ کے اصحاب کی مکی نیز مدنی زندگی اس رواداری سے لبریز ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ایک شب ایک کافر آپ کا مہمان ہوا، آپ نے ایک بکری کا دودھ اسے پیش کیا وہ پی گیا، پھر دوسری بکری کا دودھ پیش فرمایا وہ اسے بھی پی گیا، پھر تیسری بکری کا دودھ پیش فرمایا، غرض اسی طرح سات بکریوں کا دودھ پی گیا، رسول اللہ ﷺ نے کسی تکدر کا اظہار نہیں فرمایا، چنانچہ صبح کو بیدار ہو کر اس نے کلمہ پڑھ لیا۔ یہ آپ کے سلوک کا اثر تھا۔ [1]

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا﴾ [2]

اور لوگوں سے بھلی بات کہو۔''

اس آیت میں مسلمانوں کے ساتھ غیر مسلموں سے بھی نیکی اور بھلائی کی بات کہنے کا حکم ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ۭ اِعْدِلُوْا ۣ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى﴾ [3]

''اور کسی قوم سے دشمنی تمہیں عدل وانصاف نہ کرنے پر آمادہ نہ کرے، بہر صورت عدل کرو یہ بات تقویٰ سے قریب تر ہے۔''

اس آیت کے مطابق غیر مسلم اگر حقدار ہے تو اس کے ساتھ لازماً انصاف کرنا ہوگا۔

---

[1] صحيح مسلم، كتاب الأشربة، باب المؤمن يأكل في معى واحد، حديث: ٢٠٦٣؛ سنن الترمذي: ١٨١٩؛ مسند احمد: ٢/ ٣٧٥، عن ابي هريرة رضي الله عنه۔

[2] ٢/البقرة: ١٠٠۔ [3] ٥/المائدة: ٢۔

Marfat.com

آپ ﷺ فرماتے ہیں: ''آپس میں ایک دوسرے سے کینہ نہ رکھو، نہ باہم حسد کرو اور نہ ایک دوسرے سے منہ پھیرو، اے اللہ کے بندو! آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ۔'' [1]

یہ حدیث اسلامی معاشرے کی طرح مطلق انسانی معاشرے کو بھی ان مفاسد سے پاک رکھنے کی اچھوتی تعلیم دیتی ہے۔

اسلام کا حکم عام ہے کہ مفروضہ زکوٰۃ کے سوا دیگر صدقات وخیرات غیر مسلموں کو دینے چاہئیں۔

جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نادار مشرکوں کے تعاون سے دست کش ہونے لگے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ﴾ [2]

''ان کو ہدایت یاب کرنا تمہارے اختیار کا کام نہیں ہے بلکہ اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جو کچھ بھلائی سے تم خرچ کرو وہ تمہارے ہی لیے ہے۔'' [3]

ایک دفعہ آپ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ریشم کا ایک جوڑا عطا کیا تو انہوں نے مکہ میں مقیم اپنے کافر بھائی کو اسے دے دیا۔ [4]

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے پاس ان کی والدہ جو کافرہ تھیں مدینہ مدد حاصل کرنے آئیں، اسماء رضی اللہ عنہا نے اس کے متعلق آپ ﷺ سے معلوم کیا تو آپ نے ان کے ساتھ صلہ رحمی کی اجازت دی۔ [5]

---

[1] صحیح البخاری،کتاب الأدب، باب ما ینهی عن التحاسد والتدابر، حدیث: ٦٠٦٥، ٦٠٧٦، ٦٠٦٤؛ صحیح مسلم: ٢٥٥٩، ٢٥٦٣، عن انس رضی اللہ عنہ۔

[2] ٢/البقرة: ٢٧٢۔ [3] المعجم الکبیر للطبرانی: ١٢/ ٥٤، حدیث: ١٢٤٥٣، عن ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ [4] صحیح البخاری، کتاب الجمعة، باب یلبس أحسن ما یجد، حدیث: ٨٨٦؛ صحیح مسلم: ٢٠٨٦، عن ابن عمر رضی اللہ عنہما۔ [5] صحیح البخاری،کتاب الجزیة، باب بعد باب إثم من عاهد ثم غدر حدیث: ٣١٨٣؛ صحیح مسلم: ١٠٠٣، عن اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما۔

Marfat.com

اسی طرح اگر غیر مسلم ہدیے اور تحائف دیں تو انہیں قبول کرنا چاہیے، نبی اکرم ﷺ نے غیر مسلم بادشاہوں کے ہدیے قبول فرمائے تھے۔ [1]

اسی طرح ایسے غیر مسلم افراد سے جنہیں مسلمان لائق اعتماد سمجھتے ہوں مختلف امور میں تعاون حاصل کیا جا سکتا ہے، رسول اللہ ﷺ نے ہجرت جیسے خطرناک کام کے لیے ایک کافر عبداللہ بن اریقط کی رہبری حاصل کی تھی۔

غیر مسلم افراد کے ساتھ ہر نوع کی بھلائی کرنے کے لیے قرآن کی یہ آیت کافی ہے:

﴿ لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَ لَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَ تُقْسِطُوْۤا اِلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝۸ ﴾ [2]

''تم کو اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے ساتھ ہر نوع کی بھلائی اور انصاف کا برتاؤ کرنے سے منع نہیں کرتا جنہوں نے دین کے بارے میں تم سے جنگ نہیں کی اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالا اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔''

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ایسے غیر مسلم جو اسلام کے کھلے ہوئے جارح دشمن اور برسرجنگ نہیں ہیں ان کے ساتھ ہر نوع کی بھلائی اور بہتر سلوک کرنا چاہیے۔

البتہ ایسے غیر مسلموں کو جو اسلام کے جارحیت پسند دشمن ہیں اور مسلمانوں سے برسرپیکار ہیں تعاون دینا، انہیں رازدار بنانا، ان کی قربت ڈھونڈھنا اور ان سے عزت طلب کرنا اسلامی اصول کے خلاف ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ اس آیت میں فرماتا ہے:

﴿ اِنَّمَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَ اَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَ ظٰهَرُوْا عَلٰۤى اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝۹ ﴾ [3]

''اللہ تعالیٰ تمہیں ایسے لوگوں سے دوستی کرنے سے روکتا ہے جنہوں نے دین

---

[1] مسند احمد: ١/ ٩٦، عن علی رضی اللہ عنہ۔

[2] ٦٠/الممتحنة:٨۔ [3] ٦٠ / الممتحنة: ٩۔

Marfat.com

کے بارے میں تم سے جنگ کی اور تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا اور تمہیں نکالنے میں ایک دوسرے کی مدد کی، جولوگ ایسوں سے دوستی کریں گے وہی ظالم ہیں۔"

البتہ عداوت اور جنگ اور ان سے دوستی اور رازداری کا برتاؤ نہ کرنے کی تعلیم کے باوجود اسلام نے ان سے بالکل مایوسی کا فیصلہ نہیں کیا ہے، بلکہ حالات کی تبدیلی کے لیے امید کی کرن دکھلائی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً ۭ وَاللّٰهُ قَدِيْرٌ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝﴾ [1]

"عجب نہیں کہ اللہ تمہارے اور ان لوگوں کے درمیان محبت پیدا کردے جن سے تمہاری دشمنی ہے اللہ بڑی قدرت والا ہے اوروہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔"

اسی امید کے پیش نظر رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ "اپنے دشمن سے بغض قدرے کم رکھو ہوسکتا ہے کہ وہ کسی دن تمہارا دوست ہوجائے۔" [2]

اسلام کے نزدیک یہ نفاق ہے کہ دنیاوی عزت وجاہ کے حصول کے لیے طاقتور دشمنوں کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا جائے اور مسلمانوں کو چھوڑ دیا جائے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَھُمْ عَذَابًا اَلِيْمَۨا ۝ الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَاۗءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَھُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۝﴾ [3]

"منافقین کو خوشخبری سنادو کہ ان کے لیے دردناک عذاب ہے جو مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست بناتے ہیں، کیا ان کے پاس عزت کے طالب ہیں، عزت تو کامل طور پر اللہ ہی کے لیے ہے۔"

---

[1] ٦٠ / لممتحنة: ٧۔ [2] سنن الترمذي، كتاب البر والصلة، باب ماجاء فی الاقتصاد فی الحب والبغض، حدیث: ١٩٩٧، عن ابی ہریرة رضی اللہ عنہ [3] النساء: ١٣٨، ١٣٩۔

Marfat.com

اہل کتاب کے ساتھ اسلام کی مخصوص رواداری

یہود ونصاریٰ اگرچہ شرک، نبوت محمدی اور قرآن کے انکار کے سبب غیر مسلم اور کافر ہیں، اور منسوخ آسمانی شرائع کی پیروی کے دعویدار ہیں، جب کہ شریعت اسلامیہ کے آجانے کے بعد اس کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہی، لیکن اصل آسمانی دین سے جو ہر دور میں تمام انبیاء کا واحد دین رہا ہے وہ ایک طرح کا تعلق رکھتے ہیں، اہل کتاب کے ساتھ خصوصی رواداری کی یہی بنیاد ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ﴾ [1]

''اس نے تمہارے لیے وہی دین مقرر کیا ہے جس کا حکم اس نے نوح کو دیا تھا اور جس کی ہم نے تمہاری طرف وحی کی ہے اور جس کا حکم ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا تھا کہ اس دین کو قائم کرو اور اس میں اختلاف نہ کرو۔''

مسلمانوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے اس سلسلے میں جو عقیدہ مقرر کیا ہے وہ اس آیت میں مذکور ہے:

﴿اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۭ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۣ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۣ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا﴾ [2]

''رسول ایمان لایا ان تمام باتوں پر جو اس کے رب کی طرف سے اس کی طرف نازل کی گئیں اور تمام مومن ایمان لائے اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر اور کہا کہ ہم اس کے رسولوں میں سے کسی کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتے اور کہا کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی۔''

---

[1] ٤٢/الشوریٰ: ١٣۔ [2] ٢/البقرة: ٢٨٤۔

Marfat.com

اس عقیدے کے مطابق اہل کتاب اوران سے پہلے کے تمام انبیاء اوران کی کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں، اسی بنیاد پر اہل کتاب کے ساتھ عدل وانصاف اور حسن سلوک کے علاوہ ان کا ذبیحہ، ان کے ساتھ کھانا پینا اوران کی عورتوں کے ساتھ نکاح ہمارے لیے حلال قرار دیا گیا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ اَلْیَوْمَ اُحِلَّ لَکُمُ الطَّیِّبٰتُ ؕ وَ طَعَامُ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ حِلٌّ لَّکُمْ ۪ وَ طَعَامُکُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ﴾ 1

''آج تمہارے لیے پاکیزہ چیزیں حلال کر دی گئیں اور اہل کتاب کا کھانا تمہارے لیے حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کے لیے حلال ہے۔''

ان میں وہ چیزیں الگ ہیں جو فی الواقع حرام ہیں جیسے سور کا گوشت، مردار اور غیر اللہ کے نام کے ذبیحے جن کے متعلق ہمیں علم ہو، ایسے کھانے خواہ مسلمان کے ہوں یا اہل کتاب کے، مطلق حرام ہیں۔

کتابیہ عورتوں کے ساتھ نکاح حلال ہونے کے متعلق اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ لَّهُمْ وَ الْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَ الْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِکُمْ ﴾ 2

''اور وہ پاکدامن عورتیں جو اہل کتاب میں سے ہیں تمہارے لیے حلال ہیں۔''

ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: ''دیندار عورت سے نکاح کر کے کامیابی حاصل کرو تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں۔'' 3

اس سے اگرچہ ثابت ہوتا ہے کہ مسلمان عورت بہر صورت کتابی عورت سے بہتر ہے لیکن صالح کتابی عورتوں سے مسلمان نکاح کر سکتے ہیں انہیں اپنی شریکہ حیات بنا کر ان سے سکون حاصل کر سکتے ہیں اور ان سے محبت ورحمت کے وہی جذبات قائم کر سکتے ہیں جو مسلمان بیوی سے ہوتے ہیں۔ کتابی عورتوں کو مسلم گھرانے میں فطری طور پر سکون قلب میسر آ سکتا ہے

---

1 ٥/المائدة: ٥۔ 2 ٥/المائدة:٥۔ 3 صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب الاکفاء فی الدین، حدیث: ٥٠٩٠؛ صحیح مسلم: ١٤٦٦۔

Marfat.com

اس کی دو وجہیں ہیں۔(۱) یہاں اصل آسمانی دین وشریعت پوری تابانی کے ساتھ موجود ہے جوتحریف سے پہلے اہل کتاب کا دین تھا۔(۲) یہاں ان تمام انبیاء اور کتابوں کو مانا اوران پر ایمان رکھا جاتا ہے جن پر اہل کتاب ایمان رکھتے ہیں۔اس کے برخلاف ایک مسلم خاتون کسی غیر مسلم یا اہل کتاب کے یہاں سکون قلب نہیں پاسکتی اس لیے کہ مشرکین کی گھریلو، اخلاقی، دینی ومذہبی زندگی اوراس کے طریقے مسلمانوں سے قطعاً مختلف غیر علمی، اخلاقی ،حتی کہ غیر انسانی بھی ہیں اوراہل کتاب خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر ایمان نہیں رکھتے جن پر ایک مسلمان خاتون کا ایمان کامل ہے۔یہ خاندانی زندگی میں عدم طمانیت کا عظیم سبب ہے اسی بنیاد پر قرآن نے کہا ہے:

﴿ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا ﴾ [1]

''اپنی عورتوں کو مشرکوں کے نکاح میں نہ دو جب تک کہ وہ ایمان نہ لے آئیں۔''

اسلام نے اہل کتاب کے ساتھ یہ اچھوتی رواداری اس لیے برتی ہے تا کہ تمام انبیاء کے واحد دین اورآخری شریعت کی اصل تعلیمات کو مسلمانوں کی صحبت میں رہ کر اوران کے گھروں میں زندگی گزار کر دیکھیں اور دین وشریعت کی جس بگڑی ہوئی صورت پر وہ عمل پیرا ہیں،اس کے متعلق اپنے خیالات واعمال میں تبدیلی لائیں۔

اس مقصد کے حصول کے لیے معقول اہل کتاب سے بحث ونظر کے وقت اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ہدایت کی کہ ان سے ایسی باتیں نہ کہیں جن سے عداوت کی خلیج درمیان میں حائل ہو،ارشاد ہے:

﴿ وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۖ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ وَقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَاُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَاِلٰهُنَا وَاِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝ ﴾ [2]

''اہل کتاب سے بحث کے وقت بھلا طریقہ ہی اختیار کرو،سوا ان کے جو ان میں ظالم ہیں ان سے کہو: ہم ان باتوں پر ایمان لائے جو ہماری طرف سے اتاری

---

[1] ۲/البقرۃ: ۲۲۱۔ [2] ۲۹/العنکبوت: ۴۶۔

Marfat.com

گئی ہیں اور جو تمہاری طرف اتاری گئی ہیں اور ہمارا اور تمہارا معبود تو ایک ہی ہے اور ہم اسی کے تابعدار ہیں۔''

یہود اہل کتاب کے برخلاف نصرانیوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ مسلمانوں سے دوستی میں نسبتاً زیادہ قریب ہیں ارشاد ہے:

﴿وَ لَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَ رُهْبَانًا وَّ اَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ○﴾ [1]

''تم اہل ایمان کی دوستی میں زیادہ قریب ان لوگوں کو پاؤ گے جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں اس کا سبب یہ ہے کہ ان میں علما اور راہب ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے ہیں۔''

اجتماعی اور بین الاقوامی زندگی میں مسلم جوانوں کے لیے یہ اسلام کے کچھ اہم اصول ہیں انہی پر چل کر وہ اسلام اور ملت اسلامیہ کی سر بلندی اور کامرانی کا فریضہ انجام دے سکتے ہیں۔

---

[1] ۵/المائدۃ: ۸۲۔

Marfat.com

مثالی ازدواج اور تربیت

خاوند اور بیوی کے پاکیزہ، خوشگوار اور سکون انگیز تعلقات انسانی فطرت اور اس کے میلانات کے عین مطابق ہیں، اسلام نے رہبانیت یا طاقت رکھتے ہوئے شادی نہ کرنے کو اسی بنیاد پر ناجائز قرار دیا ہے، جو انسان کسی کا باپ نہ ہو، کوئی اس کی اولاد نہ ہو، تمام اقرباء اور جملہ انسانوں سے کٹ کر تجرد میں نجات کا راستہ تلاش کرتا ہو وہ اس انسان کے رتبے کو کب پہنچ سکتا ہے جو گھر، اقرباء اور انسانی مسائل میں الجھ کر انہیں اپنے بلند اخلاق و کردار سے سلجھائے، یا وہ شخص ازدواج کی اجتماعی خوبیوں، اولاد کی مثالی تربیت کے فوائد اور گھر کی پرسکون جنت کا مزہ کیا جانے جو جنگل کے چوپایوں کی طرح اپنا کوئی ایک ٹھکانہ نہ بنا سکے بلکہ فی الواقع وہ ان سے بھی فروتر ہے۔ شریعت اسلام نے اس سلسلے میں مسلم جوانوں کو روشن ہدایات دی ہیں جو موجودہ دور میں انسان کے بکھرتے ہوئے عائلی اور معاشرتی نظام کو فطری اور سالم طور پر برپا کرسکتی ہیں۔

تجرد اور رہبانیت چونکہ انسان کے فطری میلانات کے کچلنے، انسانی اور اخلاقی ذمہ داریوں سے گریز اور فرار کا نام ہے، اس لیے اسلام میں اس کے لیے مطلق گنجائش نہیں ہے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ''اللہ نے رہبانیت کے بدلے ہمیں آسان دین توحید عطا کیا ہے۔'' [1]

آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ''جو شخص نکاح کا اہل ہو پھر بھی نکاح نہ کرے وہ مجھ سے نہیں ہے۔'' [2]

رسول اللہ کے یہ دونوں فرمان انسان کی فطری ضرورت اور میلان پر مبنی ہیں، اسی لیے سلبی رجحانات کی نفی کر کے آپ نے اسلام کے ایجابی احکامات کا اثبات فرمایا ہے۔

---

[1] مسند احمد: ۳/ ۸۲، عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ؛ السلسلة الضعيفة: ۲/ ۹۴، حدیث: ۵۵۵۔

[2] سنن ابن ماجه، کتاب النکاح، باب ماجاء فی فضل النکاح، حدیث: ۱۸۴۶، عن عائشة رضی اللہ عنہا؛ السلسلة الصحيحة: ۵/ ۴۹۷، حدیث: ۲۳۸۳۔

Marfat.com

آپ ﷺ کی عبادت کا حال معلوم کرنے کے لیے تین صحابہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے پاس آئے، جب معلوم ہوا تو اپنی عبادت کو کمتر محسوس کرنے لگے، چنانچہ ایک نے کہا: میں ہمیشہ رات عبادت میں گزاروں گا، دوسرے نے کہا: میں ہمیشہ مسلسل روزے رکھوں گا، تیسرے نے کہا: میں عورتوں سے کنارہ کش ہوتے ہوئے کبھی شادی نہیں کروں گا۔ آپ تشریف لائے تو فرمایا: ''کیا تم لوگوں نے ایسا ایسا کہا ہے؟ بخدا! میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے اور اس کا تقویٰ اختیار کرنے والا ہوں، لیکن میں روزہ رکھتا ہوں اور نہیں بھی رکھتا، رات کو نماز پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے شادی بھی کرتا ہوں، لہٰذا جس نے میری سنت سے اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں ہے۔ [1]

اسلام نے ازدواج کی فطری تعلیم دے کر نوع انسانی کے مختلف اجتماعی مفادات کے تحفظ کی ضمانت دی ہے جس کی بنا پر ایک صالح مسلم گھرانہ اور مسلم معاشرہ وجود میں آتا ہے:

① اس سے انسانی نسل کا تحفظ ہوتا ہے تاکہ زمین اور جو کچھ اس پر ہے، کی وراثت کا حق اللہ تعالیٰ اسے عطا کرے، اور جس غرض کے لیے نوع انسانی کی تخلیق ہوئی ہے اس کی تکمیل ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ يَاأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَّنِسَاءً ﴾ [2]

''لوگو! اپنے پالنہار سے ڈرتے رہو، جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا، پھر اس سے اس کا جوڑا یعنی بیوی پیدا کی، اور پھر ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلائے۔''

② اس سے نسب کا تحفظ ہوتا ہے، اولاد کو اپنے حقیقی آباء کی طرف انتساب سے جو شخصی، نفسیاتی اور انسانی مقام، اطمینان اور تقدس و پاکیزگی حاصل ہوتی ہے وہ ایک معروف حقیقت ہے۔

---

[1] صحيح البخاري، كتاب النكاح، باب الترغيب في النكاح، حديث: ٥٠٦٣؛ السنن الكبرىٰ للبيهقي: ٧/ ٧٧؛ ارواء الغليل: ٦/ ١٩٣، حديث: ١٧٨٢، صحيح مسلم: ١٤٠١، عن انس رضی اللہ عنہ۔

[2] ٤/النساء:١۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ﴾ [1]

''تم ان کو ان کے والدوں کے نام سے پکارا کرو، اللہ کے ہاں یہ بڑی انصاف کی بات ہے۔''

③ اس سے معاشرے میں بداخلاقی اور جنسی اباحیت کی راہیں مسدود ہوتی ہیں، رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: ''اے جوانو! تم میں ازدواج کی استطاعت رکھنے والے کو شادی ضرور کرنی چاہیے یہ نگاہ کو پست رکھنے اور شرمگاہ کی حفاظت کرنے کا سب سے بہتر ذریعہ ہے، جسے اس کی طاقت نہ ہو اسے روزہ داری کو لازم پکڑنا چاہیے، کیونکہ یہ شہوت کے لیے ڈھال ہے۔'' [2]

④ اس سے معاشرے کو مختلف خطرناک اور مہلک بیماریوں جیسے آتشک اور سوزاک وغیرہ سے نجات ملتی ہے جو ناجائز شہوت رانی اور زنا کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہیں، یہ بیماریاں اور یہ افعال نسلوں کو ویران، جسموں کو کمزور اور صحت کو برباد کر دیتے ہیں۔

⑤ اس سے روحانی اور نفسیاتی سکون و قرار حاصل ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ ﴾ [3]

''اس کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس نے تمہاری جنس سے تمہارے لیے بیویاں پیدا کی ہیں تاکہ تم ان کے ساتھ سکون حاصل کرو اور اس نے تمہارے درمیان پیار اور رحم پیدا کیا ہے، بیشک اس میں غور وفکر کرنے والوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔''

---

[1] ۳۳/الاحزاب:۵۔

[2] صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب من استطاع منکم الباءة...... حدیث: ۵۰۶۵، ۵۰۶۶؛ صحیح مسلم: ۱۴۰۰، عن علقمه و عبداللّٰه۔

[3] ۳۰/الروم: ۲۱۔

Marfat.com

رشتۂ ازدواج کے ذریعے سے باہم ایک دوسرے کے حقوق کی صحیح ادائیگی سے جو پیار اور محبت اور دنیا کے گوناگوں مسائل میں الجھاؤ سے انسان اس خلوت خانے میں جو سکون پاتا ہے اس سے یہ حقیقت محسوس کی جا سکتی ہے کہ فی الواقع یہ اللہ کی عجیب نشانی ہے نیز یہ بہت سی نشانیوں پر مشتمل ہے۔

⑥ یہ انسانی خاندان اور معاشرے کی صحیح تعمیر کی بنیاد ہے، باہم ذمہ داریوں کو اٹھانا، گھر کی نگرانی، بچوں کی تربیت، ان کی پرورش کے لیے محنت کوشی، خاندان کو مصائب زمانہ سے بچانا، ان سب امور میں میاں بیوی میں تعاون اور محبت کی جو فضا قائم ہوتی ہے وہ صالح نسل کی تربیت کے لیے زرخیز زمین کا کام دیتی ہے۔

⑦ اس کے ذریعے میاں بیوی کے دل میں پاکیزہ خیالات واحساسات اور مادری و پدری جذبات کے فطری سوتے بہہ نکلتے ہیں جو بچوں کی دیکھ بھال اور ان کی تربیت کا سب سے اہم عامل ہے۔

ازدواجی تعلقات کی کامیابی کے لیے جس کے نتیجے میں مذکورہ مقاصد حاصل ہوسکیں، شریعت اسلام نے مخصوص اصول اور ہدایات بیان کی ہیں انہی اصولوں کی پابندی سے یہ رشتہ ازدواج بن سکتا ہے:

① اس سلسلے میں سب سے پہلی بات یہ ہے کہ لڑکے، اور لڑکی کا انتخاب دین کی بنیاد پر ہو یعنی ان کو دین کی حقیقی سمجھ حاصل ہو، اسلام کی بلند تعلیمات پر عامل ہوں اور اس کے روشن آداب سے آراستہ ہوں، اسلام کا یہ رنگ صرف ظاہر پر نہ ہو، بلکہ دل اور دماغ اسی رنگ میں رنگے ہوں۔

رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: ''عورت سے چار باتوں کے سبب سے نکاح کیا جاتا ہے، اس کے مال کے سبب سے، اس کا حسب ونسب دیکھ کر، اس کی خوبصورتی کی وجہ سے اور اس کی دین داری کے سبب سے، لیکن تم دین دار خاتون سے نکاح کرو، تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں۔ [1]

---

[1] صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب الإکفاء فی الدین، حدیث: ٥٠٩٠؛ صحیح مسلم: ١٤٦٦، عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ۔

Marfat.com

آپ ﷺ فرماتے ہیں: ”جب تمہارے پاس ایسا شخص آئے جس کی دین داری و اخلاق تمہیں پسند ہو تو اس کی شادی کر دو، اگر ایسا نہیں کرو گے تو زمین میں دور رس فتنہ وفساد پھیلے گا۔“ [1]

آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ”سبزۂ دمن (گھورا) سے بچو، صحابہ نے پوچھا: سبزۂ دمن کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ”ایسی خوبصورت عورت جسے بری تربیت گاہ نے پالا ہو۔“

شوہر اور بیوی حقوق میں برابر ہیں لیکن شوہر مرتبے میں بیوی سے بڑا ہے، اس لیے بیوی کو شوہر کی تابعداری کرنی چاہیے ساتھ ہی شوہر کو بیوی کے حقوق کا لحاظ رکھنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّ بِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ؕ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ﴾ [2]

”مرد عورتوں پر حاکم اس لیے ہیں کہ اللہ نے ایک کو دوسرے پر بڑائی دے رکھی ہے، اور وہ اپنے مال خرچ کرتے ہیں تو نیک عورتیں فرماں بردار ہوتی ہیں اور غائبانہ حفاظت کرتی ہیں کہ اللہ نے ان کے حقوق کی حفاظت کی ہے۔“

آپ ﷺ فرماتے ہیں: ”بہترین عورت وہ ہے کہ جب خاوند اس کی طرف دیکھے تو وہ اسے خوش کر دے اور جب وہ حکم دے تو اسے بجالائے، اور جب وہ موجود نہ ہو تو اپنی اور شوہر کے مال واسباب کی حفاظت کرے۔ [3]

آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ”جب عورت نے نماز پنجگانہ کی پابندی کی، روزۂ رمضان رکھے، عفت مآبی سے زندگی گزاری اور اپنے شوہر کی فرماں برداری کرتی رہی، تو اس سے کہا

---

[1] سنن الترمذی، کتاب النکاح، باب ماجاء فیمن ترضون دینهٔ فروجوه، حدیث: ١٠٨٤؛ سنن ابن ماجه: ١٩٦٧، عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ۔

[2] ٤/النساء: ٣٣۔

[3] سنن ابي داود، کتاب الزکاة، باب فی حقوق المال، حدیث: ١٦٦٤، عن ابن عباس؛ مسند احمد: ٢/ ٤٣٢؛ السنن الکبریٰ للبیهقی: ٧/ ٨٢، عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ؛ السلسلة الصحیحة: ٤/ ٤٥٣، حدیث: ١٨٣٨۔

Marfat.com

جائے گا کہ جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو جاؤ۔'' 1

اسی اصول پر میاں بیوی کے تعلقات استوار ہوں گے، قرآن پاک میں ارشاد ہے:

﴿ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَ اَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ﴾ 2

''عورتیں تمہارا لباس ہیں اور تم عورتوں کا لباس ہو۔''

اس لباس سے دونوں کی ستر پوشی، دونوں کی زینت و آرائش اور دونوں ایک دوسرے کی معاشی اور معاشرتی تکمیل کا سبب ہیں۔

3 بشری تقاضے سے اگر باہم تعلقات مکدر ہو جائیں تو دونوں کو درستیٔ تعلقات کے لیے کوشش کرنی چاہیے، نیز بوقت ضرورت ان کے بروں کو بھی اس سلسلے میں تعاون دینا چاہیے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ﴾ 3

''یہ کہ دونوں اللہ کے حدود کو قائم رکھیں۔''

حجۃ الوداع کے خطبہ میں رسول اللہ ﷺ نے خاوند اور بیوی کے تعلقات کی بہتری کے لیے تاکیدی طور پر کچھ احکام ارشاد فرمائے تھے:

''عورتوں کے متعلق اللہ سے ڈرو کیونکہ وہ تمہارے بس میں ہیں تمہارا حق ان کے اوپر یہ ہے کہ تمہارا بستر کسی اور سے نہ روندائیں جسے تم ناپسند کرتے ہو، اگر وہ ایسا کریں تو انہیں ایسی مار لگاؤ جو تکلیف دہ نہ ہو۔'' 4

اگر وہ تمہاری بات مان لیں تو ان پر کوئی راستہ نہ تلاش کرو۔

یہ اصلاحی سزا مشکوک حالات کے لیے ہے ورنہ زنا ثابت ہو جانے پر قاضیٔ وقت اسے سنگساری کی سزا دے گا۔ مسلم جوانوں کو کامیاب ازدواجی زندگی گزارنے کے لیے مذکورہ ہدایت واصول کو مشعل راہ بنانا چاہیے۔

---

1 مسند احمد: ۱/ ۱۹۱؛ صحیح الترغیب والترهیب: ۲/ ۴۱۲، حدیث: ۱۹۳۱، ۲۴۱۱، عن عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ۔ 2 ۲/البقرة: ۲۳۔ 3 ۲/البقرة: ۲۳۰۔ 4 صحیح مسلم، کتاب الحج، باب حجة النبی ﷺ، حدیث: ۱۲۱۸؛ سنن ابن ماجه: ۳۰۷۴، عن جابر بن عبداللہ۔

Marfat.com

جائز کسب

خاندان کی بقا وتحفظ کے لیے تلاش رزق انسان کی فطرت ہے، پدرانہ جذبہ انسان کو لازماً اس کام پر اکساتا ہے، مسلم جوانوں کا یہ فریضہ ہے کہ اس جذبے کو ہمیشہ صحیح راستے میں استعمال کریں، یعنی جو شریعت اسلامیہ کے مقرر کردہ ہوں، آج کے دور میں اس جذبے نے حلال وحرام کی تمیز اٹھا دی ہے۔ لوگ اپنے خاندان کے معیارِ زندگی کو بہتر سے بہتر بنانے کی دھن میں بے قید معیشت کی راہ پر گامزن ہیں۔ کتاب وسنت میں حلال کا دائرہ بہت وسیع ہے، حرام مخصوص چیزیں ہی ہیں جنہیں واضح کر دیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ وَ اَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّ بَاطِنَةً ﴾ 1

''کیا تم نے دیکھا نہیں کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کی تمام چیزوں کو تمہارے کام میں لگا رکھا ہے اور اپنی ظاہری اور باطنی نعمتوں سے تم کو مالا مال کیا ہے۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں جو کچھ حلال قرار دیا وہ حلال ہے، جو چیزیں حرام ٹھہرائیں وہ حرام ہیں اور جن چیزوں کے متعلق سکوت اختیار کیا وہ معاف ہیں، لہٰذا اللہ کے اس فضل کو قبول کرو، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کسی چیز کو بھول نہیں سکتا۔ 2

﴿ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ﴾ 3

''تمہارا رب بھولنے والا نہیں ہے۔''

اس آیت اور روایت سے صاف واضح ہے کہ تمام چیزیں بنیادی طور پر حلال ہیں، حرام وہی ہیں جن کی حرمت کتاب وسنت سے ثابت ہے، اسی لیے کسب معاش کے لیے بے قید معیشت کا طریقہ اسلامی طریقے کے مقابلے میں غیر فطری، مضر اور تنگ ہے، اسلامی طریقہ انتہائی وسیع، نفع بخش اور فطری ہے۔

---

1 ٣١/لقمان: ٢٠۔ 2 سنن ابن ماجه، كتاب الاطعمة، باب اكل الجبن و السمن، حديث: ٣٣٦٧ 3 ١٩/مريم: ٦٤۔

Marfat.com

کسب معاش کے لیے جدوجہد کرنے پر اسلام نے بہت زور دیا ہے اور اسے عزت کا ذریعہ قرار دیا ہے، نیز کام چوری، دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانے اور صدقات پر اعتماد کر لینے کو شرافت وغیرت کے خلاف قرار دیا ہے، اِلّا یہ کہ آدمی اس کے لیے مجبور ہو۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِیْ مَنَاکِبِهَا وَ کُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ﴾ 1

''وہ اللہ ہی ہے جس نے زمین کو تمہارے تابع کیا، پس تم اس کے کندھوں پر چلو اور اللہ کا پیدا کیا ہوا رزق کھاؤ۔''

رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: ''ایک شخص رسی لے جائے اور اپنی پیٹھ پر لکڑی کا گٹھا لاد کر لائے اور اسے فروخت کرے جس سے اللہ اس کی آبرو بچائے یہ ایسے شخص سے بہتر ہے جو لوگوں سے سوال کرے جسے وہ دیں یا منع کر دیں۔'' 2

آپ نے فرمایا: ''کسی غنی کے لیے صدقہ جائز نہیں ہے اور نہ کسی تندرست کے لیے۔'' 3

ابتدائے عالم سے خدائی دین وشریعت کے علمبردار انبیاء ورسل اور ان کے پیروں نے اپنے شرف وعزت کی بقا اور اجتماعی مفاد کے لیے آزاد اور حلال پیشوں کو اختیار کیا ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق قرآن کہتا ہے:

﴿وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّکُمْ لِتُحْصِنَکُمْ مِّنْ بَاْسِکُمْ ج فَهَلْ اَنْتُمْ شٰکِرُوْنَ ۝﴾ 4

''اور ہم نے اس کو تمہارے لیے جنگی لباس بنانا سکھایا تاکہ وہ تم کو جنگ کے ضرر سے بچائے کیا تم ایسی نعمتوں کا شکر نہ کرو گے؟''

---

1 ٦٧/الملك: ١٥۔ 2 صحيح البخاری، كتاب الزكاة، باب الاستعفاف عن المسألة عن ابی هريرة، حديث: ١٤٧٠؛ سنن ابن ماجه: ١٨٣٦؛ مسند احمد: ١/ ١٦٤، عن زبير بن العوام۔ 3 سنن ابی داود، كتاب الزكاة، باب من يعطى من الصلاة وحد الغنى، حديث: ١٦٣٤، عبدالله بن عمرو رضی الله عنه؛ سنن الرمذی: ٦٥٢، عبدالله بن عمر رضی الله عنه؛ سنن النسائی: ٢٥٩٧ عن رجل من بنی أسيد؛ سنن ابن ماجه: ١٨٣٩، عن ابی هريرة رضی الله عنه۔ 4 ٢١/الانبياء: ٨٠۔

Marfat.com

چنانچہ حضرت داود علیہ السلام جنگی زرہ بنانے میں بڑے ماہر تھے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ داود علیہ السلام زرہ سازی، آدم علیہ السلام کاشتکاری، نوح علیہ السلام نجاری، ادریس علیہ السلام خیاطت اور موسیٰ علیہ السلام بکریوں کی گلہ بانی کرتے تھے۔ 1

حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی سازی کا ہنر سیکھا، قرآن کہتا ہے:

﴿وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا﴾ 2

''اور ایک سفینہ ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہمارے الہام سے بنا۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آٹھ سال تک حضرت شعیب علیہ السلام کی بکریاں چرائیں، قرآن کہتا ہے:

﴿قَالَ اِنِّيْٓ اُرِيْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَيَّ هٰتَيْنِ عَلٰٓى اَنْ تَاْجُرَنِيْ ثَمٰنِيَ حِجَجٍ﴾ 3

''(حضرت شعیب نے) کہا: میں چاہتا ہوں کہ ان دو بیٹیوں سے ایک کا نکاح تجھ سے کردوں اس شرط پر کہ تو آٹھ سال میرا کام کرے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں اہل مکہ کی بکریاں چند درہموں پر چرایا کرتا تھا۔'' 4

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہ سال اور پچیس سال کی عمر میں اپنے چچا ابو طالب اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے غلام میسرہ کے ساتھ شام کا تجارتی سفر کیا، آپ نے کمال دیانتداری سے اس فریضہ کو ادا کیا جس سے متاثر ہو کر سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا جیسی ممتاز دولت مند خاتون نے آپ سے نکاح کی خواہش ظاہر کی۔ 5

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''سب سے بہتر کسب اپنے ہاتھ کی کمائی ہے۔'' 6

آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ صنعت کار لوگوں کو پسند کرتا ہے۔'' 7

---

1 المستدرك للحاكم: ٢/ ٥٩٦، عن ابن عباس رضی اللہ عنہ۔ 2 ١١/هود: ٣٧۔
3 ٢٨/القصص: ٢٧۔ 4 سنن ابن ماجه، كتاب التجارت، باب الصناعات، حديث: ٢١٤٩، عن ابى هريرة رضی اللہ عنہ۔ 5 تاريخ اسلام (مولانا اكبر شاه نجيب آبادى) ص: ٨٢، ٨٤۔ 6 المعجم الاوسط: ٨٩٣٤ 7 مسند احمد: ١٥٧/٢٥۔

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ کی طرح تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے کام خود اپنے ہاتھوں سے انجام دیتے تھے، اونٹ چرانا، ان کی جوئیں نکالنا، ان کے لیے پتے جھاڑنا اور چارہ کھلانا وغیرہ۔

صحابیات بھی اسی طریقے پر عامل تھیں، رسول اللہ ﷺ کی لخت جگر فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا خود چکی پیستیں اور مشکیزے سے پانی بھر کر لاتی تھیں۔ (1)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ایک دفعہ جو پیس کر روٹیاں پکائیں، پھر آپ ﷺ کا انتظار کرتے کرتے انہیں نیند آ گئی، جب آپ تشریف لائے تو انہیں بیدار فرمایا۔ (2)

ام المومنین حضرت سودا رضی اللہ عنہا کی مالی حالت ازواج مطہرات میں بہتر تھی، آپ طائف کا ادیم بنایا کرتی تھیں۔ (3)

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ مدائن کے گورنر تھے، آپ چٹائی بن کر سامان معاش کرتے تھے۔ (4)

ایک صحابی رسول اللہ ﷺ سے جنگل کا ایک قطعہ لے کر شہد کی مکھیاں پالتے اور اس کی زکوۃ ادا کرتے تھے، اسی طرح ایک قبیلہ کے لیے آپ نے دو جنگل مخصوص فرما دیئے تھے جن سے وہ ادائیگی زکوۃ کرتے تھے۔ (5)

مدینہ میں مہاجرین کا کوئی ایسا گھر نہ تھا جو تہائی یا چوتھائی پر کھیتی نہ کرتا ہو۔ (6)

رسول اللہ ﷺ نے احادیث مطہرۃ میں اس طرح کے کاموں کی ہمت افزائی فرمائی ہے اور انہیں باعث ثواب گردانا ہے۔

آپ ﷺ فرماتے ہیں: ''جو مسلمان کوئی پودا لگاتا یا کھیتی کرتا ہے اور اس سے پرندے یا انسان کچھ کھا لیتے ہیں تو وہ اس کے لیے صدقہ ہو جاتا ہے۔ (7)

---

(1) سنن ابي داود، كتاب الخراج، باب فی بيان مواضع قسم الخمس وسهم ذی القربیٰ، حديث: ٢٩٨٨، عن علی رضی اللہ عنہ. (2) صحيح الأدب المفرد، حديث: ١٢٠۔ (3) معرفة الصحابة لا بی نعيم، فی ترجمة خليسة جارية حفصة زوج النبي ﷺ: ٣٨٦١، حديث: ٧٦١٩۔ (4) الاستيعاب: ١/ ١٩٥۔ (5) سنن ابي داود، كتاب الزكاة، باب زكاة العسل، حديث: ١٦٠٠، ١٦٠١ (6) صحيح البخاري، كتاب المزرعة، باب الزراعة بالشطر ونحوه حديث: ٢٣٢٨۔
(7) صحيح البخاري، كتاب الحرث، باب فضل الزرع، حديث: ٢٣٢٠۔

Marfat.com

اسلام اور تجارت

اسلام کی نظر میں تجارت کی بڑی اہمیت ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اسے ''اپنے فضل کی تلاش'' سے تعبیر فرمایا ہے اور رسول اللہ ﷺ کو کسب معاش کا یہ پیشہ بہت پسند تھا، چنانچہ مدینہ منورہ میں آپ نے ایک نیا بازار قائم کیا تھا جس میں کوئی محصول نہیں لیا جاتا تھا۔ [1]

اس بازار کی نگرانی آپ ﷺ خود کرتے تھے اور اسے ذخیرہ اندوزی، ناپ تول میں کمی اور دیگر مضرات سے پاک رکھتے تھے، اس بازار کے ذریعے آپ نے یہودیوں کی سود خورانہ اجارہ داری کو ختم فرمایا۔

جہازوں اور کشتیوں کے ذریعے تجارت کے لیے اللہ نے سمندروں کو تابع کرنے اور ہوائیں ان کے موافق چلانے کا ذکر قرآن میں متعدد مقامات پر فرمایا ہے، ارشاد ہے:

﴿وَ مِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ یُّرْسِلَ الرِّیَاحَ مُبَشِّرٰتٍ وَّ لِیُذِیْقَكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَ لِتَجْرِیَ الْفُلْكُ بِاَمْرِهٖ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝﴾ [2]

''اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ ہواؤں کو بھیجتا ہے کہ خوشخبری پہنچائیں اور تم کو اپنی رحمت چکھائے اور سمندروں میں بیڑے اس کے حکم سے چلیں اور تاکہ تم اس کا فضل (بحری تجارت کے ذریعہ) تلاش کرو اور اس کا شکر ادا کرو۔''

حج اسلام کا عالمی اجتماع ہے، اس موقع پر اسلام نے مسلمانوں کو تجارتی کاروبار کی اجازت دی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿لَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ [3]

''اس میں تمہارے لیے کوئی حرج نہیں ہے کہ (موسم حج میں) تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو۔''

قرآن میں اللہ تعالیٰ نے ایسے مسلمانوں کی بڑی تعریف کی ہے جو تجارت اور بیع وشراء کے ساتھ اللہ کی عبادت اور ذکر وفکر سے بے پروا نہیں رہتے، دراصل اسلام ہر طرح کے

---

[1] فتوح البلدان۔ [2] ۳۰/الروم: ۴۶۔ [3] ۲/البقرۃ: ۱۹۸۔

Marfat.com

کاروبارِ جہاں میں بحیثیت روح کارفرما رہنا چاہتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ اِقَامِ الصَّلٰوةِ وَ اِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ ﴾ [1]

''وہ ایسے لوگ ہیں جن کو تجارت اور خرید وفروخت اللہ کے ذکر، نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے سے غافل نہیں کرسکتی۔''

نیز ارشاد فرمایا:

﴿ فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَ ابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَ اذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ ﴾ [2]

''جب نماز ختم ہو ہو جائے تو منتشر ہو جایا کرو اور (بذریعہ کاروبار) اللہ کا فضل تلاش کیا کرو اور اللہ کا ذکر بہت بہت کیا کرو تا کہ تم مراد پاؤ۔''

سچے اور امانت دار تاجروں کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی تعریف فرمائی ہے، آپ فرماتے ہیں: ''صداقت شعار اور امانت دار تاجر بروز قیامت انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔'' [3]

قرآن پاک میں بھی اللہ تعالیٰ نے تجارتی سفر کرنے والوں کا تذکرہ مجاہدین کے ساتھ کیا ہے، ارشاد ہے:

﴿ وَ اٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ۙ وَ اٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ﴾ [4]

''اور کئی لوگ ملک میں سفر کریں گے، اللہ کا فضل تلاش کریں گے اور کئی لوگ ایسے ہوں گے جو اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے۔''

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مہاجرین بازاروں میں شغل تجارت کرتے تھے اور

---

[1] ٢٤/النور: ٣٧۔ [2] ٦٢/الجمعه: ١٠۔ [3] سنن الترمذي، كتاب البيوع، باب ماجاء فى التجار و تسمية النبي صلى الله عليه وسلم إياهم، حديث: ١٢٠٩، عن ابى سعيد۔ سنن ابن ماجه: ٢١٣٩؛ شعب الايمان: ٤/ ٢٢١، حديث: ٤٨٥٥، عن ابن عمر رضي الله عنه۔ [4] ٧٣/المزمل: ٢٠۔

Marfat.com

انصار زراعت پیشہ تھے، میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کی احادیث یاد کرتا تھا۔ 1

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میرا پیشہ بزازی میرے اہل وعیال کی کفالت کے لیے کافی تھا، لیکن کاروبارِ خلافت کے سبب بیت المال سے اب وجہ کفاف لینا ہوگا۔ 2

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی مواخاۃ سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ سے تھی، انہوں نے اپنا نصف مال عبدالرحمٰن کو دینا چاہا تو کہا: آپ کو مبارک ہو، مجھے کوئی بازار بتادو، چنانچہ قینقاع کے بازار میں انہوں نے گھی اور پنیر کی تجارت شروع کردی اور اس میں اللہ نے بہت نفع دیا۔ 3

رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کے لیے دعا فرمائی تھی: ((اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لِاُمَّتِي فِي بُكُورِهَا)) ''اے اللہ! میری امت کو وقت سحر میں برکت دے''، چنانچہ حضرت صخر رضی اللہ عنہ جو بڑے تاجر تھے اپنا تجارتی مال صبح تڑکے بھیجتے تھے اور اچھا نفع حاصل کرتے تھے۔ 4

تاجر کے لیے اسلام نے کچھ آداب وہدایت مقرر کیے ہیں جن کی پابندی اس کے لیے دنیا وآخرت میں کامیابی وسعادت مندی کی ضامن ہے۔

آپ ﷺ فرماتے ہیں: ''اے تاجرو! جھوٹ بولنے سے بچو۔'' 5

آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ''قیامت میں تین طرح کے لوگوں کی طرف اللہ تعالیٰ نہیں دیکھے گا اور نہ ان کا تزکیہ کرے گا جن میں سے ایک وہ ہے جو جھوٹی قسمیں کھا کر اپنا مال فروخت کرتا ہے۔'' 6

---

1 صحيح البخاری، كتاب البيوع، باب ماجاء فی قول اللّٰه تعالىٰ: ﴿فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ......﴾: ٢٠٤٧؛ صحيح مسلم: ٢٤٩٣، عن ابی هريرة رضی اللہ عنہ۔ 2 صحيح البخاری، كتاب البيوع، باب كسب الرجل و عمله بيده، حديث: ٢٠٧٠؛ السنن الكبرى للبيهقي: ٦/ ٣٥٣، عن عائشة رضی اللہ عنہا۔ 3 صحيح البخاری، كتاب البيوع، باب ماجاء فی قول اللّٰه عزوجل، حديث: ٢٠٤٩؛ مسند احمد: ٣/ ٢٠٤، ٢٧١ عن انس رضی اللہ عنہ۔ 4 سنن ابی داود، كتاب الجهاد، باب فی الابتكار فی السفر، حديث: ٢٦٠٦؛ سنن الترمذی: ١٢١٢؛ سنن ابن ماجه: ٢٢٣٦، عن صخر الغامدی۔ 5 المعجم الكبير للطبرانی: ٢٢/ ٥٦، حديث: ١٣٢؛ صحيح الترغيب والترهيب: ٢/ ٣٤٦، حديث: ١٧٩٣، عن واثلة بن الاشقع۔ 6 صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان غلظ تحريم إسبال الإزار...... حديث: ١٠٦ عن ابی ذر رضی اللہ عنہ۔

Marfat.com

غذائی اجناس اور دیگر اشیائے ضرورت کی ذخیرہ اندوزی سے اسلام نے سخت منع کیا ہے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ''گناہگار شخص ہی ذخیرہ اندوزی کرتا ہے۔'' [1]

اسی طرح اسلام نے دھوکہ کو بھی مطلق حرام قرار دیا ہے: ایک بار آپ ﷺ ایک غلہ فروش کے پاس سے گزرے جس کا غلہ آپ کو اچھا لگا، آپ نے ڈھیر میں ہاتھ ڈالا تو اس میں تری محسوس ہوئی، آپ نے اس کی وجہ پوچھی تو اس نے بتایا کہ بارش سے بھیگ گیا ہے، آپ نے فرمایا: ''تو تم نے اسے اوپر کیوں نہیں رکھا تا کہ لوگ اسے دیکھ لیں، سنو! جس نے ہمارے ساتھ دھوکہ بازی کی وہ ہم میں سے نہیں۔'' [2]

ناپ تول میں کمی کرنا اسلام کی نظر میں سخت معیوب اور ممنوع ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ۝ وَ اِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ۝ اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۝ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ ﴾ [3]

''کم دینے والوں کے لیے ویل ہے جو لوگوں سے لیتے وقت پورا پورا لیتے ہیں اور جب ناپ یا وزن سے دیتے ہیں تو کم دیتے ہیں، کیا یہ لوگ جانتے نہیں کہ وہ ایک بڑے دن میں اٹھائے جائیں گے، جس دن سب لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔''

اسی طرح اسلام نے چوری کا مال خریدنے سے منع کیا ہے، آپ ﷺ فرماتے ہیں:

''جس شخص نے چوری کا مال جان بوجھ کر خریدا وہ اس کے گناہ اور وبال میں شریک ہوا۔'' [4]

سود خوری کے ذریعہ دولت کمانا شریعت اسلام میں مطلق ممنوع ہے، آپ ﷺ

---

[1] صحیح مسلم، کتاب المساقاۃ، باب تحریم الاحتکار فی الأقوات، حدیث: ١٦٠٥؛ سنن أبي داود: ٣٤٤٧؛ سنن الترمذی: ١٢٦٧، عن معمر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ۔

[2] صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب قول النبی ﷺ من غش فلیس منی، حدیث: ١٠٢ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ۔ [3] المطففین: ١۔٦۔ [4] المستدرک للحاکم: ٢٢٥٣، شعب الایمان: ٥١١٢، سنن الکبریٰ للبیهقی: ١٠٨٢٦۔

Marfat.com

فرماتے ہیں: ''جس بستی میں سود اور زنا کا رواج ہوتا ہے ایسے لوگ عذاب الٰہی کو دعوت دیتے ہیں۔'' 1

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰۤوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ۚ وَ اِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ۚ لَا تَظْلِمُوْنَ وَ لَا تُظْلَمُوْنَ ۝ ﴾ 2

''مسلمانو! تم اللہ سے ڈرتے رہو، اور سود کا بقایا چھوڑ دو اگر تم مومن ہو، پھر اگر نہ کرو گے تو اللہ اور رسول کی لڑائی کے لیے خبر دار ہو جاؤ، اور اگر باز آؤ تو تمہارے اصل مال تم کو مل جائیں گے، نہ ظلم کرو، نہ تم پر ظلم ہوگا۔''

اشیاء ضرورت کی کمی اور ضرورت مندوں کی کثرت کے سبب قیمتوں میں اضافہ ہو جائے اور لوگ بغیر ظلم و زیادتی کے مال فروخت کرتے ہوں تو ایسی صورت میں نرخ کی تعین اسلام میں درست نہیں ہے، عہد رسالت میں ایک ایسے موقع پر لوگوں نے آپ ﷺ سے قیمت کی تعین کا مطالبہ کیا تو آپ نے فرمایا: ''نرخ مقرر کرنے والا اور گرانی اور ارزانی لانے والا اللہ ہی ہے، اور میں اللہ سے اس حال میں ملنا چاہتا ہوں کہ خون یا مال کے متعلق تم میں سے کسی کا کوئی مطالبہ مجھ سے نہ ہو۔'' 3

لیکن خدائی عدل کے خلاف جب بازار میں ذخیرہ اندوزی، نفع خوری اور حرص بے جا عام ہو جائے تو ایسی صورت میں نرخ پابندی لازم ہے تاکہ بندگان خدا کے درمیان ظلم و زیادتی کا انسداد ہو سکے۔

---

1 المستدرك للحاكم على الصحيحين، كتاب البيوع، باب إذا ظهر الزنا والرباء في قرية......: ٢/ ٣٣٨، حديث: ٢٣٠٨، عن ابن عباس؛ مسند احمد: ١/ ٤٠٢، عن ابن مسعود عن ابيه، والمعجم الكبير للطبراني: ١/ ١٧٨، حديث: ٤٦٠، عن ابن عباس۔ 2 ٢/البقرة: ٢٧٨۔ 3 سنن ابى داود، كتاب البيوع، باب في الشعير، حديث: ٣٤٥٠، عن ابى هريرة رضی اللہ عنہ؛ سنن الترمذى: ١٣١٤؛ سنن ابن ماجه: ٢٢٠٠، عن انس رضی اللہ عنہ۔

Marfat.com

خدمت دین اور اجرت

ماہرین تربیت نے اس بات پر شدت سے زور دیا ہے کہ تعلیم کے ابتدائی مرحلہ کے بعد دیگر درسی مصروفیات کے ساتھ بچوں کو کسی پیشہ، فن اور صنعت کی بھی تربیت دینی چاہیے اور انہیں سخت کوشی کا عادی بنانا چاہیے تاکہ زندگی کے میدان میں قدم رکھنے کے بعد کسی پر بار نہ ہوں۔ جو بچے ذہین ہوں انہیں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے میں تعاون دینا چاہیے اور فرصت کے اوقات میں کوئی فن اور پیشہ بھی سکھانا چاہیے، لیکن اولیت حصولِ تعلیم ہی کو دی جانی چاہیے، قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَافَّةً ۚ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ ۝ ﴾ [1]

"اور یہ مناسب نہیں کہ مسلمان سارے کے سارے ہی نکل پڑیں، ایسا کیوں نہ کریں کہ ہر قوم سے چند آدمی آئیں تاکہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور جب اپنی قوم میں جائیں تو ان کو سمجھائیں تاکہ وہ بھی (برے کاموں سے) بچتے رہیں۔"

ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ ﴾ [2]

"تم میں سے ایک جماعت (علما کی) موجود رہے جو لوگوں کو بھلائی کی طرف بلائے اور نیک کام بتلائے اور برے کاموں سے روکے اور یہی لوگ نجات پائیں گے۔"

امت کا یہ داعی گروہ یا علم دینیہ کے درس و تدریس کا فرض انجام دینے والا طبقہ اگر اپنے شب و روز خدمت دین میں بسر کرتا ہے اس کے پاس کوئی ایسا متبادل ذریعہ معاش نہیں ہے جو

---

[1] ۹/التوبة: ۱۲۲۔ [2] ۳/آل عمران: ۱۰۴۔

Marfat.com

باعزت طور پر اس کی ضروریات زندگی کو کفایت کر سکے اور وہ یکسو ہو کر خدمت دین کا فریضہ انجام دے سکے تو ایسی صورت میں شریعت اسلام نے اجرت لینے کی اجازت دی ہے۔

کچھ صحابہ سفر میں تھے، اس اثنا میں ایک قبیلے میں اترے، صحابہ کی درخواست کے باوجود انہوں نے مہمان نوازی سے انکار کر دیا، اتفاق سے قبیلہ کے سردار کو بچھو نے ڈنگ مار دیا جو ہر جتن کے باوجود ٹھیک نہ ہوا، کچھ لوگ اصحاب رسول ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا کہ آپ لوگوں کے پاس کوئی چیز ہے؟ ایک صحابی نے کہا: میں دم کرنا جانتا ہوں لیکن ہماری درخواست کے باوجود تم نے ہمیں مہمان نہیں بنایا اس لیے بغیر اجرت کے میں دم نہیں کروں گا، چنانچہ بکریوں کے ایک ریوڑ پر معاملہ طے ہو گیا، صحابی نے سورۂ فاتحہ سے دم کیا تو وہ شفایاب ہو گیا اور اس نے پوری اجرت دلائی، باہم تقسیم کیے بغیر صحابہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے، آپ نے اسے درست ثابت فرمایا اور کہا کہ ایک حصہ میرا بھی لگاؤ۔ اور آپ نے فرمایا: ''جس بات پر تم نے اجرت لی ہے کتاب اللہ اس کی زیادہ حقدار ہے۔'' [1]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ تین باتوں کی سخت ضرورت ہے: (۱) امیر کی جو ان میں فیصلہ کرے اگر ایسا نہ ہو تو بعض بعض کو کھا جائے۔ (۲) کتاب اللہ کی نشر واشاعت کی کہ اگر ایسا نہ ہوگا تو قرآن معطل ہو جائے گا (۳) اولاد کی تعلیم وتربیت کے لیے معلم کی جو اس کے لیے اجرت لے اگر ایسا نہ ہوگا تو لوگ ناخواندہ رہ جائیں گے۔

آج کے دور میں جب کہ اشتراکی، صیہونی، تنصیری، اور دیگر اباحی اور الحادی طاقتیں اسلام کی بیخ کنی کے درپے ہیں اسلام کی منصوبہ بند خدمت اور اس کی منظم تعلیم کے لیے ایسے داعیوں اور معلموں کی اشد ضرورت ہے جو شبانہ روز اس کام کے لیے وقف ہوں۔

امام مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں: جتنے اہل علم سے میری واقفیت ہے ان میں سے کوئی معلمین کی اجرت میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتا۔

غزالی رحمہ اللہ کہتے ہیں: مدرس کو بقدر کفایت اجرت لینی چاہیے تاکہ اس کا دل فکر معاش سے خالی ہو اور وہ علم کی اشاعت میں منہمک رہ سکے، علم کی اشاعت اور آخرت کا ثواب

---

[1] صحيح البخاري، كتاب فضائل القران، باب فضل فاتحة الكتاب، حديث: ۵۰۰۷؛ صحيح مسلم: ۲۲۰۱، عن ابی سعيد الخدری رضی اللہ عنہ۔

Marfat.com

اس کی زندگی کا مقصد بن جائے، روزی اتنی ہی لے جو اس کے مقصود کے لیے سہولت فراہم کرے۔

شریعت کی نظر میں وہ اجرت معیوب اور ناجائز ہے جو خدمت دین کے نام پر بطور کسب اور پیشے کے حاصل کی جائے، رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: ''قرآن پڑھو، اسے ذریعۂ معاش نہ بناؤ اور نہ اسے ریا و نمود اور شہرت کا وسیلہ بناؤ۔'' [1]

جملہ علوم انسانی جیسے زراعت، صنعت، تجارت، طب، انجینئرنگ اور الیکٹرانک وایٹمی علوم اور وسائل دفاع وغیرہ اسلامی تہذیب وتمدن کے لیے نفع بخش ہیں، بشرطیکہ انہیں انسانیت کی فلاح کے لیے استعمال کیا جائے، اس سے اسلامی تہذیب وتمدن کو تقویت اور وسعت حاصل ہوتی ہے۔ البتہ قرآن وسنت اور ان کے علوم کو اولیت اور تقدس کا درجہ حاصل ہے، یہ دنیا اور آخرت میں مسلمان کی سعادت اور اللہ کی رضا طلبی کا ذریعہ ہیں، ان کا سیکھنا اور سکھانا ہر مسلمان مرد، عورت، بچے اور بوڑھے پر فرض ہے، ان دونوں قسم کے علوم کے صالح امتزاج کے ساتھ اسلامی تہذیب وتمدن کا قصر تعمیر ہوتا ہے۔

اسلام نے فرد اور حکومت دونوں پیمانوں سے تعلیم وتعلم کو مفت رکھنے پر زور دیا ہے، یہ اسلام کی بنیادی تعلیمی پالیسی ہے، اسی طریقے پر ہمارے رسول حضرت محمد ﷺ اپنی حیات میں عمل پیرا رہے اور آپ کے صحابہ اور تابعین اور ان کے اتباع بھی، اس سے متعلق آپ کا طریقہ وہی ہے جو جملہ انبیاء ورسل کا ہے، یعنی

﴿ وَمَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ ﴾ [2]

''میں تم سے (اس تبلیغ پر) کوئی اجرت نہیں مانگتا، میری اجرت تو بس اللہ رب العالمین ہی کے پاس ہے۔''

رسول اللہ ﷺ کے مبلغین مثلاً مبلغ مدینہ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ، مبلغ یمن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، مبلغ حبشہ جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ وغیرہ اسی طریقہ پر عمل پیرا رہے۔ خیر القرون کے بعد بھی اسلامی تاریخ کے ہر دور میں مسلمان علماء وفضلاء اور مسلم حکومتوں نے جملہ علوم کی آزاد اور مفت خدمت انجام دی جس سے لوگ تعلیم کی طرف اس طرح متوجہ ہوئے کہ اس

---

[1] مسند احمد: ٢٩٥/٢٤، ح:١٥٥٣٥، سلسلة الاحاديث الصحيحة:٢٦٠۔

[2] ٢٦/الشعراء: ١٠٩۔

Marfat.com

کی نظیر انسانی تاریخ میں نہیں ملتی اور جس کے سبب اسلامی تہذیب وتمدن دنیا میں سب سے ممتاز تھی اس کی شہادت غیر مسلم مغربی علمانے بھی دی ہے۔

ہالینڈ کا ایک مستشرق عالم دوزی کہتا ہے کہ پورے اندلس میں ایک بھی ناخواندہ شخص نہ تھا جب کہ یورپ میں مذہبی علماء کا اونچا طبقہ ہی لکھنا پڑھنا جانتا تھا۔

لین پول اپنی کتاب ''العرب واسبانیا'' میں لکھتا ہے کہ جاہل یورپ جہالت وحرمان نصیبی سے معمور تھا جب کہ اندلس علم وفن کا امام اور ثقافت کا علمبر دار تھا۔

بریفولٹ اپنی کتاب ''تکوین الانسانیہ'' میں لکھتا ہے: ''عربی تہذیب نے جدید دنیا کو جو سب سے عظیم چیز عطا کی وہ علم ہے، یورپ کی ترقی کا کوئی بھی ایسا گوشہ نہیں ہے جس میں اسلامی ثقافت کے مؤثر اثرات نہ ہوں، جدید دنیا کو طاقت اور غلبہ کے ممتاز عوامل اسی علم کی تاثیر سے حاصل ہوئے ان حقائق کا سبب یہ ہے کہ ''اسلام تہذیب وتمدن کا دین ہے۔''

ڈاکٹر رابنسن اندلس کی اسلامی تہذیب اور قرون وسطیٰ کی یورپین تہذیب کے موازنے کے بعد لکھتا ہے: یورپ کے شرفاء اپنا نام لکھنا نہیں جانتے تھے جب کہ قرطبہ میں مسلمانوں کے بچے مدارس میں تعلیم حاصل کرتے تھے۔ یورپ کے رہبان کلیسا کے صحیفے کی تلاوت کیا کرتے اور قرطبہ کے معلمین نے ایسا عظیم مکتبہ تیار کر دیا جو اسکندریہ کے عظیم مکتبہ کے ہم پلہ تھا۔

اسلامی تہذیب وترقی کے دور میں اسلامی قلم رو میں جملہ علوم وفنون میں مسلمان ماہرین کی ایک بڑی تعداد تھی۔ ان میں بہت سے علما ایسے بھی تھے جو کسی نہ کسی علم کے موجد تھے جن سے آج کی جدید دنیا فائدہ اٹھا رہی ہے۔ غرض جملہ علوم انسانی کی خدمت اگر رضائے الٰہی کے حصول اور اسلامی تہذیب وتمدن کی تعمیر کے لیے کی جائے تو یہ باعث ثواب بلکہ عبادت ہے البتہ قرآن وسنت اور ان کے علوم کا سیکھنا اور سکھانا ہر مسلم پر فرض عین ہے۔ جو حضرات خدمت دین کی نیت سے شبانہ روز ان علوم کی نشر واشاعت میں منہمک ہیں اور باطمینان زندگی گزارنے کے لیے ان کے پاس کوئی دوسرا ذریعہ معاش نہیں ہے تو انہیں شریعت کی طرف سے اجرت لینے کا حق ہے البتہ اسے ذریعہ کسب اور پیشہ بنانا علم اور دین کی روح کے خلاف ہے۔

Marfat.com

اسلامی اور غیر اسلامی نظام تعلیم و تربیت کا موازنہ

حکومت اپنے شہریوں کی تعلیم و تربیت کا سب سے اہم اور طاقت ور ذریعہ ہے اس لیے کہ تعلیم و تربیت کے متعلق جتنے وسائل و ذرائع اور سہولیات حکومت کو میسر آ سکتے ہیں کسی گھر یا معاشرے کو حاصل نہیں ہو سکتے، آج کے زمانے میں تو یہ طاقت بدر جہا بڑھ گئی ہے، حکومتیں فرد کو اپنی ملکیت سمجھتی اور اسے اپنے مقاصد کے لیے استعمال کرتی ہیں، فرد کے ذاتی رجحانات کا تصور وہاں ناقابل معافی جرم ہے اس لیے تعلیم و تربیت کے جس رنگ میں بھی چاہیں وہ پورے شہریوں کو رنگ سکتی ہیں۔

یوں تو دنیا میں مختلف نظام تعلیم و تربیت رائج ہیں نجی بھی اور حکومتی سطح کے بھی، یہ بات انسان کے اپنے نظریہ زندگی پر منحصر ہے جیسا نظریہ اور نصب العین ہوگا۔ اسی کے مطابق نظام تعلیم و تربیت قائم ہوگا۔ لیکن آج کی دنیا پر، سرمایہ دارانہ جمہوریت جس کا قائد امریکہ ہے اور اشتراکیت جس کا قائد روس ہے، کے نظام تعلیم و تربیت کو بالا دستی حاصل ہے اس لیے ہمیں ان کے نظاموں کی حقیقی خصوصیات اور امتیازات سے واقف ہونا ضروری ہے تاکہ ہم اسلامی نظام تعلیم و تربیت سے ان کے فرق کو اچھی طرح پہچان سکیں۔

اشتراکیت

انسانی زندگی کے متعلق اس نظام کے واقعی تصورات یہ ہیں: انسان کا کوئی اللہ اور خالق نہیں ہے مادہ جو ازلی و ابدی ہے اس میں کروڑوں سال کے عمل کے بعد مختلف مراحل سے گزر کر نوع انسانی وجود میں آئی ہے اس میں کروڑوں سال کے عمل کے بعد مختلف مراحل سے گزر کر نوع انسانی وجود میں آئی ہے پہلے گھاس تھا، پھر امیبا کیڑا ہوا، پھر بندر بنا، تب جا کر انسان ہوا، یہ لوگ مادہ ہی کو اپنا خدا کہتے ہیں اور انسان کو انسان کے علاوہ کسی ذات کے سامنے جوابدہ تصور نہیں کرتے۔

اپنی زندگی کے متعلق انسان خود قانون ساز ہے یہاں نہ خدا ہے نہ خدا کی اتاری ہوئی

Marfat.com

کتابیں تورات وانجیل یااور دوسری آسمانی کتابیں، ابتدائی دور میں انسان کا نظام اشتراکیت تھا پھر ترقی کر کے غلامی کے دور میں داخل ہوا۔ اس کے بعد جاگیرداری کا دور آیا پھر ترقی کر کے سرمایہ داری کا دور آیا، اب یہ دور ٹوٹ پھوٹ رہا ہے، اس کے بعد عظیم کمیونزم کا دور آئے گا، انسانی نظام میں یہ تبدیلیاں پیداوار کی طاقت اور ان کے عوامل واسباب سے ہوتی ہیں۔ جب ان میں تبدیلی شروع ہوتی ہے تو اس کے ساتھ تمام سیاسی اور اجتماعی قوانین بدلنے لگتے ہیں۔ ثقافت، اخلاق، دین و مذہب سب بدل جاتے ہیں کیونکہ یہ سب اپنے ہی دور سے متعلق ہوتے ہیں جب وہ دور بدل جاتا ہے تو یہ سب چیزیں ازخود ختم ہوجاتی ہیں اب انسانی نظام عظیم کمیونزم کے دور میں داخل ہوچکا ہے، اس لیے سرمایہ دارانہ دور کا کوئی نظام اور کوئی مذہب اس دور میں کارآمد نہیں ہوسکتا لیکن انسانی نظام کے ایک دور سے نکل کر دوسرے دور میں داخل ہونے کے لیے سرمایہ داروں اور ان کے نظام کے خلاف خونریز انقلاب لازم ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مذہب واخلاق ان کے یہاں کسی دور کی قوت پیداوار کے تابع ہوتے ہیں یہ خدائی قانون وضابطہ نہیں ہیں بلکہ قوت پیداوار پر قابض استحصال پسند لوگ غریبوں کو اپنا دست نگر بنائے رکھنے کے لیے اسے خود وضع کرتے ہیں۔

انہیں تصورات پر اشتراکی تعلیم وتربیت قائم کرتے ہیں اور اپنے شہریوں کو اسی سانچے میں ڈھالتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ساری کائنات کا خالق اور حاکم اعلیٰ ہے، اس نے انسانوں کی ہدایت کے لیے لاکھوں پیغمبر مختلف ادوار میں بھیجے، آسمانی کتابیں اور ضابطے نازل کیے، دین، اخلاق اور روحانی اقدار انسان کو انسان بناتی ہیں، کمیونسٹ نظام تعلیم وتربیت میں ان باتوں کی کوئی گنجائش نہیں، وہ اپنے شہریوں کو اللہ کی خالقیت وحاکمیت کے انکار کی تعلیم دیتے، پیغمبروں اور آسمانی کتابوں کے قوانین واصول کے بجائے کمیونزم کے قوانین ہی کو آخری حقیقت کے بطور پڑھاتے ہیں۔ اس سے ان کے ذہن ودماغ میں الحاد اور مذہب دشمنی پختہ ہوجاتی ہے۔ اللہ، رسول، آسمانی کتابیں، دین ومذہب، اخلاق وبرتاؤ، خوف آخرت، صداقت ووفا، نکاح و طلاق، عبادت وصدقات وغیرہ اصول جو لاکھوں پیغمبروں اور ان کے کروڑوں پیروؤں

Marfat.com

کے کامیاب آزمودہ اصول حیات ہیں ان کے نزدیک پرانے دور کے استحصالیوں کے ہتھکنڈے ہیں۔آج کے دور میں انسانی سماج میں ان کے پنپنے کا کوئی حق نہیں بلکہ ان کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کی تعلیم دی جاتی ہے۔

اشتراکی کہتے ہیں کہ ہم تعلیم و تربیت کے ذریعے افراد کو سماج کا بے غرض خادم بناتے ہیں ان کے یہاں سماج کی بنیاد خدا کا انکار، مذہب دشمنی، کمیونسٹ ضوابط کی لازمی پابندی اور وسائل پیداوار کی تقویت پر ہے، ان کے یہاں طلباء کو اپنے میلان کے مطابق مضامین اختیار کرنے کی آزادی نہیں ہوتی، طلباء اور اساتذہ مکمل طور پر حکومت کے نصاب اور طریقہ تعلیم کے پابند ہوتے ہیں۔یہاں وہی تعلیم و تربیت ہوتی ہے جس سے ملکی دولت میں اضافہ ہو۔مدارس اور کالج صنعتی فارمولوں اور کارخانوں سے منسلک ہوتے ہیں جن میں طلباء کو لازمی عملی تربیت دی جاتی ہے۔طلباء کی فطری صلاحیتوں اور رجحانات کا کوئی خیال نہیں ہوتا۔حکومت کو جس معیار کے جتنے کارکنوں کی ضرورت ہوتی ہے مشین کے بے جان پرزوں کی طرح اس آہنی نظام تعلیم و تربیت کے کارخانے میں ڈھال کر کمیونزم کے بے لچک نظام کے کسی حصے میں فٹ کر دیا جاتا ہے اور آج یہ غیر فطری نظریہ اور اس کا نظام تعلیم و تربیت اپنی موت آپ مر چکے ہیں اور دنیا کے لیے نمونہ عبرت بن چکے ہیں۔

جمہوریت

حکومت واقتدار اور قوانین شہریوں کی مرضی کے مطابق بنائے جاتے ہیں۔اس نظریہ پر قائم شدہ حکومت کسی خاص مذہب کی پابند نہیں ہوتی البتہ پرائیویٹ طور پر قوم کی مختلف اکائیوں کو اپنے مذہب پر عمل، اس کی تبلیغ اور اس سے متعلق تعلیمی و تبلیغی ادارے قائم کرنے کا اختیار ہوتا ہے، قانونی طور پر ہر شہری اور قوم کی ہر اکائی دوسرے کے برابر حق رکھتی ہے، حکومت ان تمام اختیارات کا لحاظ اس حد تک کرتی ہے جب تک یہ اختیارات ملک و قوم کے لیے مضر نہ سمجھے جائیں، قوم کی مادی خوشحالی اس کا سب سے عظیم مقصد ہے، مختلف اکائیوں میں اتحاد پیدا کرنے اور بتدریج سب کو ایک قوم بنا دینے کے لیے قومیت اور وطن پرستی کو غایت درجہ اہمیت دی جاتی ہے۔

Marfat.com

یہ تمام تصورات اس نظریہ کے نظام تعلیم و تربیت میں جاری و ساری ہوتے ہیں۔ ایسی حکومت تعلیم و تربیت کا جو منہج وضع کرتی ہے اس میں اللہ اور اس کے پیغمبروں کی ہدایات کا کوئی لحاظ نہیں کیا جاتا، وطنیت، قومیت اور مادیت اس کا خمیر ہوتا ہے۔ ایسی تعلیم و تربیت پانے والی نسلیں تنگ نظر، تنگ دل اور اعلیٰ انسانی اقدار سے محروم ہو جاتی ہیں، اپنی قوم کے سوا دوسروں کے ساتھ خود غرضی اور تعصب کی ذہنیت نشوونما پاتی ہے اور یہ ذہنیت بسا اوقات قوم کے افراد میں بھی باہم بغض و عناد، لوٹ کھسوٹ اور قتل و غارت گری کی شکل میں رونما ہوتی ہے۔ اس نظام میں چونکہ کثرت تعداد کو بڑی اہمیت ہوتی ہے اس لیے نظام تعلیم و تربیت میں بھی اکثریت ہی کے تہذیب و تمدن کو بالادستی حاصل ہوتی ہے۔ ہندوستان آج ٹھیک اس روش پر گامزن ہے جس میں اقلیت کے تہذیب و تمدن کی راہیں مسدود ہو رہی ہیں۔

اسلام

اسلامی نظام تعلیم و تربیت دین اور دنیا دونوں کا جامع ہے اور دونوں کی ہم آہنگی کا ایک مخصوص اسلامی مزاج ہے۔ جس طرح دین اسلام کسی ایک قوم کا نہیں بلکہ تمام نوع انسانی کے لیے ایک مکمل دستور حیات ہے ایسے ہی اس کا نظام تعلیم و تربیت ہمہ گیر مزاج و اصول رکھتا ہے۔ اسلام کے اساسی تصورات یہ ہیں:

اس کائنات کا ایک خدا ہے، وہی اس کا خالق اور منتظم ہے، اپنے تشریعی قوانین دے کر اس نے ہر دور میں رسول بھیجے جس کی آخری کڑی حضرت محمد ﷺ ہیں۔ اس اعتبار سے اصل قانون ساز، حاکم اور معبود اللہ ہے۔ ہم سب اس کے تابع فرمان بندے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان قوانین کو برت کر دکھایا ہے جسے سنت کہتے ہیں، لہٰذا خدائی قانون کے دو سرچشمے قرآن اور سنت ہیں، دنیا میں اچھا انسان اپنی نیکیوں اور برا انسان اپنی برائیوں کا پورا پورا بدلہ نہیں پا سکتا۔ اسلام کا عقیدہ ہے کہ یہ دنیا ختم ہو کر ایک نئی دنیا ہمیشگی کی قائم ہوگی جہاں اللہ تعالیٰ نیکیوں اور برائیوں کا پورا پورا بدلہ دے گا، اسلام کی نظر میں تمام انسان یکساں اور برابر ہیں۔ قوم و وطن، رنگ و نسل اور ذات برادری کی بنیاد پر انسان میں اونچ نیچ اور غیریت پیدا کرنا اسلام کی نظر میں درست نہیں۔ اسلام کی نظر میں اونچا وہ ہے جو اللہ سے ڈرتا ہو۔ ان

Marfat.com

تصورات پر قائم شدہ حکومت خود کو اللہ کے سامنے جوابدہ تصور کرتی ہے، تمام انسانوں کے درمیان عدل وانصاف قائم کرتی ہے اور لوگوں کو بھلا بننے اور دوسرے تمام بنی نوع انسان کے ساتھ بھلائی کرنے کی تلقین کرتی ہے۔

ان تصورات پر جو نظام تعلیم وتربیت قائم ہوتا ہے وہ ہر نقص سے پاک ہوتا ہے اور جملہ انسانی نسلوں کو دنیا اور آخرت کی کامیابی کی ضمانت دیتا ہے۔ یہاں ایک طالب علم اپنی صلاحیتوں اور رجحانات کو اللہ اور رسول کے حکم کے دائرے میں پوری حریت کے ساتھ پروان چڑھاتا ہے، اسے دنیا کے تمام انسانوں کے ساتھ محبت اور عدل وانصاف سکھایا جاتا ہے۔ اس نظام تعلیم وتربیت میں اکثریت واقلیت کوئی معیار نہیں بلکہ معیار وہ اصول ہیں کہ جن پر عمل کر کے ہمارے نوجوان اللہ کے صالح بندے اور دوسرے تمام انسانوں کے لیے خیر و برکت اور امن وسکون کا ذریعہ بن سکیں۔

Marfat.com

اولاد کی تربیت کیسے کریں!

تالیف

فضیلۃ الشیخ

محمد بن إبراهيم الحمد

ترجمہ

نصر اللہ شاہد

تصحیح و نظر ثانی

محمد اختر صدیق

مکتبہ اسلامیہ

Marfat.com

تفسیر ابن کثیر

امام المفسرین حافظ عماد الدین

ابو الفدا اسمٰعیل بن عمر بن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ

المتوفی ۷۷۴ھ

ترجمہ

امام العصر مولانا محمد جوناگڑھی رحمہ اللہ

تخریج

کامران طاہر

نائب مدیر مجلس التحقیق الاسلامی

تحقیق و نظر ثانی

حافظ زبیر علی زئی

تقریظ

ابو الحسن مبشر احمد ربانی

حافظ صلاح الدین یوسف

مکتبہ اسلامیہ

Marfat.com

مسلمان خاندان
اسلام کی آغوش میں

علمائے عرب وعجم کے فتاویٰ جات کی
روشنی میں خاندانی مسائل کا بہترین حل

ترجمہ، ترتیب وفوائد
محمد اختر صدیق

مکتبہ اسلامیہ

Marfat.com